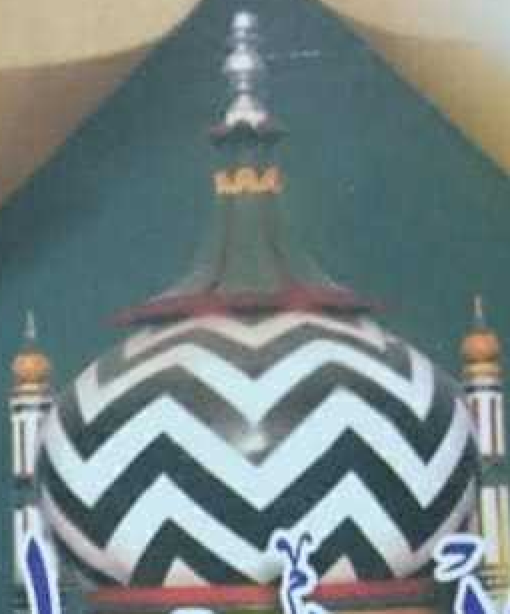
مجدد مائة حاضرة شیخ الاسلام و المسلمین
امام اہل سنت احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن (المتوفی ۱۳۴۰ھ)
کے صد سالہ عرس کے موقع پر خصوصی اشاعت



کنز الایمان اور مخالفین

مع

داستان فرار پہ ایک نظر

مولف
محمد ممتاز تیمور قادری

زیر اہتمام
مقدام العلماء الاعیرین ضیغم اہل سنت مناظر اہل سنت
حضرت علامہ مولانا ابوحفص پیر سید مظفر شاہ صاحب قادری زید مجدہ

ناشر
بزم تحفظ عقائد اہل سنت و جماعت

بفیض تاجدار اہلِ سنّت حضور مفتی اعظم محمد مصطفی رضا قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ

فیصلہ وقت کرے گا مگر اے دشت ستم
ہم تو رگ رگ سے اپنا لہو نچوڑ آئے ہیں

کنزالایمان اور مخالفین

مع

داستان فرار پہ ایک نظر

مؤلف

محمد ممتاز تیمور قادری

(سوائل سائنٹسٹ)

زیر اہتمام

مقدام العلماء الاغیرین ضیغم اہل سنت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا

ابوحفص پیر سید مظفر شاہ صاحب قادری زید مجدہ

ناشر: بزم تحفظ عقائد اہل سنت و جماعت

سلسلۂ اشاعت نمبر:

نام کتاب : کنز الایمان اور مخالفین

مؤلف : مناظر اہل سنت محمد ممتاز تیمور قادری

کمپوزنگ : ایان احمد رضوی

صفحہ سازی : محمد زبیر قادری

مصحح : علامہ سید وہاج قادری، جہانگیر عطاری

سن اشاعت: 1440ھ/ 2018ء

تعداد : 1100

صفحات : 462

قیمت : -/600روپے

فہرست

باب دوم

باب سوم

باب پنجم

کلماتِ تکریم

خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت

حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری

بانی وسر براہ اعلیٰ دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم ، پھول گلی ممبئی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس کتاب ہے، جو ہر اعتبار سے بے مثل اور لازوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو ہر طرح سے افضل واعلیٰ اور برتر و بالا بنایا ہے،ان پر نازل ہونے والی کتاب کو بھی بے مثال اور لازوال بنایا ہے۔ یہ کتاب ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو زندگی کے سارے شعبوں کو محیط ہے۔

قرآن مقدس کے یوں تو بے شمار اردو تراجم موجود ہیں مگر جو ترجمہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددِ اعظم دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے وہ یقیناً تمام تراجم میں منفرد، ممتاز اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔

اعلیٰ حضرت نے ترجمۂ قرآن، جس کا نام کنزالایمان رکھا یعنی ایمان کا خزانہ یقیناً یہ ایمان کا خزانہ ہے اور یہ ایک ایسا ترجمہ ہے کہ اس نے لفظی ترجمے کے محاسن کے حوالے سے قرآن کریم کے ہر ہر لفظ کا مفہوم اس طرح واضح کر دیا کہ اسے پڑھ لینے کے بعد کسی لغت کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ جو حسن وخوبی، نظم وربط اور اندازِ بیان قرآنی الفاظ میں ہے اس کی جھلک مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت

کے ترجمۂ قرآن یعنی کنز الایمان میں نظر آتی ہے۔

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اردو زبان میں قرآن پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں، لیکن ترجمہ کرنے کے لیے عربی لغت اور گرامر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بارگاہِ الوہیت اور دربارِ رسالت کا ادب و احترام، عصمت انبیاء کا لحاظ، ناسخ ومنسوخ، شانِ نزول سے واقفیت، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق، عقائد اہلسنّت، تفسیر صحابہ وتابعین اور تفسیر سلفِ صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں بے مثال مہارت، وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کر کے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ بلا شبہ ان کا ترجمہ تمام خوبیوں کا حامل اور قرآنِ پاک کا بہترین ترجمان ہے۔" (تقریظ بر 'تسکین الجنان' تالیف مولانا عبدالرزاق بھترالوی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان کی بڑھتی مقبولیت کو دیکھ کر مخالفین طرح طرح کے الزام عائد کرنے کی ناپاک کوششیں کرتے رہتے ہیں، مگر حقیقت کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ محض دھوکہ اور فریب نظر آتا ہے۔

زیر نظر کتاب 'کنز الایمان اور مخالفین' جس کے مولف مولانا محمد ممتاز تیمور قادری صاحب ہیں، اس کتاب کو سرسری دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے جامع اور ردِ وہابیہ کرنے والوں کے لئے نہایت مفید اسلحہ ہے۔

علمائے دیو بند بالخصوص مولوی الیاس گھمن کی طرف سے کنز الایمان پر کیے گئے بے جا اعتراضات کے نہایت عمدہ اور شاندار جوابات اس کتاب میں موجود ہیں۔

ساتھ ہی محترم میثم عباس قادری رضوی صاحب کا مقدمہ بھی تفصیلی ،تحقیقی اور معلوماتی مقدمہ ہے۔مولیٰ تعالیٰ کتاب کو مقبول، مصنف کو ہمت وتوانائی اور ناشر کو جذبۂ اشاعت مسلکِ اعلیٰ حضرت عطا فرمائے۔اور مسلمانانِ عالم کو بد مذہبوں کے شر سے محفوظ اور مسلکِ اہلسنّت و جماعت یعنی مسلکِ اعلیٰ حضرت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العلمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیر سید سراج اظہر قادری رضوی

دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم پھول گلی ممبئی ۳

مورخہ: ۵/ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ،۲۸/اگست ۲۰۱۷ء بروز پیر

ہدیۂ تبریک

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی

صاحب

پرنسپل دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۳

قرآنِ کریم مینارۂ رشد وہدایت ہے، یہ کتابِ ثواب بھی ہے اور کتابِ انقلاب بھی ہے۔ یہ جہاں فصاحت وبلاغت اور اعجاز وکمال میں بے مثال ہے وہیں یہ ساری دنیا کی کتابوں سے منفرد، موئے سر تغیر وتبدل کے امکان سے بھی پاک ہے۔اس مقدس اور بابرکت کتاب کے متعدد تراجم متعدد زبانوں میں منظر عام پر آچکے ہیں۔اردو زبان میں بھی درجنوں تراجم موجود ہیں، جن میں بہت سارے تراجم نقائص سے پرُ ہیں، بلکہ وہابیہ اور دیابنہ کے تراجم تو ایمان وعقیدے کو غارت کرنے والے ہیں۔

ان تمام تراجم کی بھیڑ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان سب سے نمایاں، ممتاز اور راجح نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان ایمانیات کے ساتھ ساتھ اردو ادب کا بھی ایک عظیم شاہکار ہے اور سب سے زیادہ پڑھا جانے والا شہرۂ آفاق ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ میں بارگاہِ الوہیت و رسالت کا ادب واحترام اور ایمان وعقیدے کی جو روشنی ملتی ہے وہ دیگر تراجم میں مفقود ہے۔قرآن کی اصل روح کو مدنظر رکھ کر کیا جانے والا ترجمۂ قرآن کنزالایمان

کے الفاظ میں عشق ومحبت ،صدق وصفا اور قلبی کیفیات موجود ہیں۔ جسے پڑھنے سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنا ہو یا بیگانہ ہر ایک نے کھلے دل سے اس کی انفرادیت ،امتیازی خصوصیات اور کمالات کا اعتراف کیا ہے۔عوام وخواص میں جو مقبولیت کنزالایمان کو حاصل ہے وہ کسی اور ترجمہ کو حاصل نہیں ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس ترجمہ کا ترجمہ ہندی، سندھی، انگریزی، بنگلہ، ترکی زبان کے علاوہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے اور اس کے امتیازات پر کئی کتابیں اور مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ اور پی ایچ ڈی بھی ہو چکی ہے۔

صحیح معنوں میں آج تک کسی صاحبِ علم وبصیرت نے اس پر کسی طرح کا کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ہاں چند دیوبندی مولویوں نے بغض وعداوت اور اپنے عقیدے کے کوڑھ کے سبب اعتراضات کیے بھی تو وہ مبنی بر جہالت تھے۔ جن کا مسکت جواب علمائے حق نے دے کر ان معترضین کو ہمیشہ کے لئے لاجواب کر دیا۔انہیں میں ایک مولوی الیاس گھمن ہے،جس نے 'کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ' نامی کتاب لکھ کر لوگوں کو دھوکہ دینے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

زیرنظر کتاب 'کنزالایمان اورمخالفین' جس کے مؤلف انجینئر محمد ممتاز قادری صاحب ہیں، نے اس کتاب میں اسی مولوی الیاس گھمن کا ردبلیغ کیا ہے،اس کے اعتراضات کے نہایت اچھے انداز میں مدلل جوابات دیئے گئے ہیں اور وہابیوں کی فریب کاریاں بےنقاب کی گئی ہیں۔

جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ اورنگ آباد اور اس کے جملہ منتظمین، معاونین خصوصاً عزیز القدر محبّ گرامی مولوی محمد گل خان رضوی اور مخیرِ قوم وملت الحاج عبدالعزیز کھتری صاحبان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، جو وقت کی ضرورت کے پیش نظر کتابوں کی اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مولیٰ کریم بطفیل حبیب لبیب ﷺ کتاب کو مقبولِ ہر خاص وعام اور مؤلف وناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمام سنّی مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے اور مسلک اہلسنّت وجماعت جسے اس دور میں پہچان کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے اس پر سختی سے قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر سید محمد ہاشمی رضوی

خادم دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم پھول گلی ممبئی ۳

مورخہ: ۵/ ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۸/ اگست ۲۰۱۷ء

بروز وہابیت سوز، ایمان افروز دوشنبہ

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین! اس گئے گزرے دور میں جب دشمنان اسلام، دین کے بنیادی اصولوں پہ نشتر بازی کر رہے ہیں بجائے ان کے شبہات کے جوابات دینے کے کچھ عناصر ملک کے اندر تفرقہ بازی پھیلانے میں مشغول ہیں۔ ان حضرات کی طرف سے گاہے بگاہے تفرقہ بازی اور انتشار پہ مشتمل مواد شائع کیا جا رہا ہے اور اہل حق پہ طرح طرح کے اعتراضات کر کے عوام الناس کو تشویش میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ اعتراضات سے کوئی بھی چیز محفوظ نہیں۔ جناب سرفراز خان صاحب صفدر لکھتے ہیں:۔

> ''محترم لایعنی اعتراضات سے اسلام کا کون سا ذخیرہ محفوظ رہا ہے؟ کیا دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب قرآن کریم پر اعتراضات کے لیے وقف نہیں ہے۔ اور کیا منکرین حدیث نے صحاح ستہ کی احادیث پر کند چھری نہیں چلائی؟ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رافضیوں نے مطاعن و مثالب کی مصنوعی بارش نہیں برسائی؟ اور کیا حضرات ائمہ فقہ رضی اللہ عنہم، منکرین فقہ کے تیروں سے محفوظ رہے ہیں؟ محترم! نرے اعتراضات سے اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے اور عوام الناس کو مغالطہ دینے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل کی کسوٹی اس لیے عطا فرمائی ہے کہ صحیح و غلط اور حق و باطل کی پرکھ ہو سکے''
>
> (المسلک المنصور ص ۹۳)

اسی طرح سید سہیل علی رقم طراز ہیں:۔

''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، اور تاریخ کے اوراق بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اہل حق کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش اور ان کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کر کے عوام الناس کو اور خاص کر اہل حق حضرات کے متبعین کو گمراہ کرنا اہل باطل اور نفس پرستوں کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے۔ اور ان حضرات کے نشانوں سے تو انبیاء کرام علیہم السلام تک محفوظ نہ رہے تو دوسرے ائمہ عظام اور محدثین کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں کہ اصل میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وارثین تو یہی لوگ تھے۔''

(فتاوی جات ص ۳۰۔۳۱)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ کوئی ذات بھی اعتراضات سے محفوظ نہیں اور ہمیشہ سے ہی علمائے حق پہ اعتراضات ہوتے آئے ہیں، نور سنت کا کنز الایمان نمبر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔جس میں عصمت انبیاء کے محافظ ترجمہ پہ لچر اور فضول قسم کے اعتراضات کیے گئے۔لہٰذا علمائے اہلسنت کے توجہ دلانے پہ بندہ ناچیز نے اس کتابچہ کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تو اس کے ساتھ گھمن صاحب کی کتاب کے علاوہ دیگر کا جواب بھی ساتھ ہی مکمل ہوگیا۔اس کے علاوہ موضوع کی مناسبت سے ہم نے [مفتی نجیب] کی کتاب [بریلویوں کی شیطان سے محبت] کا جواب بھی بطور ضمیمہ شامل کر دیا ہے۔اس لیے کتاب کو ہم نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ابتدائیہ ''گھمن صاحب کی کتاب کے مقدمہ کا تجزیہ''

باب اوّل............نور سنت کے کنز الایمان نمبر کا جائزہ

باب دوئم ....الیاس گھمن کی تلبیسات کا جائزہ

باب سوئم ....خزائن العرفان پہ اعتراضات کا جائزہ

باب چہارم ....نور العرفان پہ اعتراضات کا جائزہ

بعض وجوہات کی بنا پر اس کتاب پہ نظر ثانی نہ ہوسکی لہذا اس میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی ہے تو وہ کتابت کی غلطی تصور کی جائے اور اگر کوئی ایسی بات ہو جو مسلک اہلسنت یا اکابرین کے مخالف ہو، تو میں پیشگی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی اُصول بیان نہیں کیا، دیوبندی حضرات کی عبارات کی روشنی میں گفتگو کی ہے اور حتی المقدور حوالہ بھی عرض کر دیا ہے۔ میں نے حتی المقدور یہ کوشش کی ہے کہ زبان کی شائستگی مجروح نہ ہو، لیکن اگر کسی مقام پہ شدت ہے تو وہ ردِ عمل ہے۔ جیسے دیوبندی ترجمان لکھتا ہے:۔

> ''اس کتاب کو جارحانہ کتاب سمجھنے کی بجائے ردعمل سمجھا جائے اور ردعمل کبھی کبھی شدید بھی ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اس میں موردِ الزام اس فریق کو سمجھنا چاہیے جو اس شدید ردعمل کا باعث ہے۔''
>
> (رضا خانی مذہب ص ۱۴)

لہٰذا اس کے ذمہ دار دیوبندی حضرات ہیں۔ ایک بات اور قابل ذکر

ہے کہ ہماری یہ کتاب تقریباً مکمل ہوچکی تھی تو احباب نے 'داستان فرار' نامی کتاب کی جانب توجہ دلائی کیونکہ اس کتاب کا موضوع تکفیر امام اہلسنت تھا اور اسی موضوع پہ خامہ فرسائی مفتی نجیب صاحب نے بھی کی تھی اس لیے ہم نے مختصر طور پہ اس کتاب پہ بھی تبصرہ شامل کتاب کر دیا ہے۔ کتاب ہذا میں کچھ چیزیں کاتب صاحب کی کوتاہی کی بدولت شامل ہونے سے رہ گئی ہیں، جن کو بشرط زندگی اگلے ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے گا۔ آخر میں، میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنی نیک تمناؤں سے نوازا۔ اس کے علاوہ میثم صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے انتہائی مصروفیت کے باجود کتاب ہذا کے لئے انتہائی شاندار مقدمہ لکھ کر دیا۔ پھر میں جماعت رضائے مصطفٰی کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پہ لانے کا عزم کیا۔ آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام الناس کے لیے نافع بنائے اور ہمارے لیے توشہ آخرت کہ اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔ جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے فقیر کے لیے دعا فرمائے۔

تقریظ جلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق مذہب اہل سنت و جماعت نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ اسی مذہب پر کار بند رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد برحق امام المحدثین سرتاج الفقہا، عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز نے اسی مذہب حق اہل سنت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا مگر ستیاناس ہو انگریز منحوس کا جس کے ایما پر وہابیت و دیوبندیت کا ناسور برصغیر پاک و ہند میں پھیلا۔ دیوبندیت کی بنیاد ہی دھوکہ فراڈ دجل وخیانت اور کذب بیانی پر ہے، بلکہ ان افعال قبیحہ میں ان دیوبندیوں نے اپنے گرو شیطان کو بھی مات کر دیا ہے۔

انگریز کے ایما پر دیوبندی اکابر نے خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں ایسی گستاخیاں کیں کہ ہزار علانیہ کافر بھی اس کی جرأت نہ کرے گا، یہ تو امام احمد رضا بریلوی جیسے اکابر اہل سنت نے اس فتنہ کا تعاقب کیا تو عامۃ الناس اس خبیث فتنہ سے باخبر ہوئے، دیوبندیوں کے مکر وفریب سے ہزاروں اہل ایمان محفوظ ہوئے۔ اس بناء پر دیوبندی دھرم کے لوگ علمائے اہلسنت کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، ابھی ماضی قریب میں دیوبندیوں کے مخصوص ٹولے نے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی سمیت علمائے اہلسنت کے خلاف متعدد کتب شائع کی ہیں۔ ان میں کیا ہے جھوٹ دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں

ہے۔ ان میں کثیر اعتراضات وہی ہیں جن کے جوابات علمائے اہلسنت عرصہ دراز پہلے اپنی کتب و رسائل میں دے چکے ہیں اور پھر ان اعتراضات کو دہرا کر نئی کتب کا ڈھونگ رچانا نرا دجل ہے۔

اور پھر یہ دیوبندی نرے جاہل بلکہ اجہل ہیں بلکہ ان کے دیوبندی اکابر کے حلفیہ بیانات اپنی جہالت پر ان کی کتب میں موجود ہیں اس ٹولے کے دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ علمائے اہلسنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں تو پھر ان کی اوقات علمی کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کے لئے مشکل نہیں ہے۔

عزیزم القدر محمد تیمور سلمہ المولیٰ ورسولہ نے انہی دیوبندیوں کی بعض کتب کے جواب میں قلم اٹھایا ہے راقم الحروف نے عزیزم کی تصنیف ''کنز الایمان اور مخالفین مع داستان فرار پہ ایک نظر'' کو چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا ،عزیزم موصوف نے دیوبندیوں کا خوب ناطقہ بند کیا ہے ۔دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے عزیزم موصوف کی اس سعی محمود کو قبول فرمائے ۔اور مزید دین دشمنوں کا رد بلیغ کرنے کی توفیق انیق عطا فرمائے آمین،ثم آمین

کتبہ ابوحذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی

خادم دار الافتاء،مرکز اہل سنت جامع مسجد گلزار مدینہ
اڈا ستیانہ بنگلہ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

ابتدائیہ

الیاس گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''قارئین کرام! دنیا میں جتنے بھی فتنے آئے ہیں ان سب نے قرآنِ مقدس کو معنوی تحریف کر کے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی ہے، وہ قادیانی ہوں، رافضی ہوں، مماتی ہوں یا غیر مقلد وغیرہا۔ سب کی کوشش یہی تھی کہ لوگوں کو یہ دھوکا دیا جائے کہ قرآنِ مقدس ہماری تائید کرتا ہے۔ جاہل لوگ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۹)

گھمن صاحب فرماتے ہیں کہ باطل فرقے قرآن کی تحریف کر کے انہیں اپنا ہمنوا بناتے ہیں، ہم گھمن صاحب کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ ان باطل فتنوں کا آخر مقصد کیا ہوتا ہے تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے جناب قاضی زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

''جس قدر فتنے پہلے زمانے میں اٹھے یا اب اٹھ رہے ہیں ان سب کی مذموم جدو جہد کا مدعا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع کو گھٹانا ہوتا ہے، یہ سب کے سب فتنے دراصل شانِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع کو گھٹانے کی سعی مذموم کرتے ہیں۔''
(رحمت کائنات ص ۴۰۴)

یعنی اب تک جتنے فتنے بھی دنیا میں معرضِ وجود میں آئے ہیں ان کا مقصد سرکار دو

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع کو گھٹانا ہوتا ہے۔اور ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات عرض کر رہے ہیں کہ جماعت دیوبند بھی اسی مقصد کے لئے معرضِ وجود میں آئی۔ہم اس وقت اس جماعت کی پیدائش کے مقاصد اور غرض و غایت پہ تفصیلی گفتگو سے پرہیز کرتے ہوئے صرف اتنا ہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ اس فتنے نے سوائے ''گستاخیوں'' کے امت مسلمہ کو کچھ نہیں دیا۔اور یہ زہر اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ گھر والوں نے بھی اس مذموم روش پہ احتجاج کیا۔جناب خضر حیات صاحب حیاتی دیوبندی گروپ کے کارناموں کو طشت از بام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''اوکاڑوی صاحب کی شانِ رسالت میں لرزہ خیز عبارت، اوکاڑوی کی اشد حماقت کا اندازہ فرمائیے کہ کس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیسے لرزہ خیز الفاظ استعمال کیے ہیں کہ الامان الحفیظ عبارتِ مذکور پر تبصرہ کرنے کی میرے قلب وقلم میں سکت و ہمت نہیں ہے۔'' (المسلک المنصور ص ۱۷۳)

مزید فرماتے ہیں:۔

> ''قاضی مظہر صاحب کا خارق عادت گدھے کی دوبارہ زندگی کو قانون بنا کر حیات الانبیاء پر استدلال کرنا۔۔۔توہین انبیائے کرام کا شائبہ ہونے کی وجہ سے ایمان شکن جسارت بھی ہوگی'' (المسلک المنصور ص ۱۷۰)

پورے حیاتی گروپ کی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

> ''پانچواں خاصہ یہ ہے کہ تقریباً کوئی تقریر اہل اللہ کی بے دبی

اور گستاخی سے خالی نہیں ہوتی۔'' (المسلک المنصور ص ۱۷۲)

جناب عبدالجبار سلفی صاحب اپنے مماتی دیو بندی حضرات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام اور اولیائے کرام کے گستاخ خود مماتی ٹولہ ہے۔'' (تعویذ المسلمین ص ۱۲۰)

اسی طرح فیاض الاسلام لکھتے ہیں:۔

''مولوی نصر اللہ نے یہ بھی گستاخی کی کہ تمہاری بھینس مر جائے تو واپس نہیں آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے حیات حاصل ہوگئی (نعوذ باللہ) ہم نے کہا یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔''

(مناظرہ حیات الانبیاء ص ۱۲۰)

اور تھانوی صاحب ان حضرات کی باتوں کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ہم۔۔۔۔گستاخ ہیں'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۳۱۲)

اسی بات کا اظہار جناب مفتی سعید خان یوں کرتے ہیں:۔

''ہمارے ملک کو دیوبندیت کو نواصب کے علاوہ جس مسلک یا عقیدے نے بہت نقصان پہنچایا ہے، وہ وہابیت ہے۔۔۔۔اور توحید کے نام پر طلباء، حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ کو گستاخ آمیز جملوں کا نشانہ بنانے لگے ہیں۔''

(دیو بندیت کی تطہیر ضروری ہے ص ۱۴)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دیو بندی ایک فتنہ ہے جس کا مقصد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شانِ رفیع کو کم کرنا اور طرح طرح کی گستاخیاں کرنا ہے۔ جب ان حضرات نے اپنے باطل عقائد کو قرآن کے تراجم میں داخل کیا تو ان کی اس ناپاک کوشش کو طشت از بام کرتے ہوئے قدرت نے امام اہلسنت کے قلم سے ترجمہ ''کنز الایمان'' کو وجود بخشا جو عصمت انبیاء کا پاسدار تھا۔ جب دیوبندی حضرات نے دیکھا کہ ان کی حقیقت تو آشکار ہو رہی ہے تو انہوں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ بے جا اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اہل حق شروع سے ہی ایسی کاروائیوں کا منہ توڑ جواب دیتے آئے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ بہرحال عرض ہے کہ گھمن صاحب فتنوں کی نشاندہی کر رہے تھے مگر مستی کے عالم میں گھر والوں (مماتیوں) کو بھی فتنہ مان گئے۔ اگر گھمن صاحب یہ کہیں کہ مماتی حضرات سے ہمارا تعلق نہیں تو ہم ان کی تسلی کروائے دیتے ہیں۔ سرفراز صاحب قاضی شمس الدین سے نقل کرتے ہیں:۔

''حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے ہمیں دیوبندی اور کٹر دیوبندی کہا ہے۔'' (الشہاب المبین ص ۲۴)

دیوبندی حضرات کی کتاب ''اکابر علمائے دیوبند'' میں قاضی شمس الدین کو شامل کیا گیا ہے۔ (اکابر علمائے دیوبند ص ۳۹۰)

اسی طرح عبدالحق بشیر نے بھی اسے دیوبندی بزرگ تسلیم کیا ہے۔

(سخی داد خوستی کے فکری تضادات ص ۱۴)

اسی طرح اپنا ہم عقیدہ تسلیم کیا ہے۔

(علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص ۵۷)

مفتی عبد الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا پنج پیرا اور ان کے متبعین کا عقیدہ صحیح اور درست ہے اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں۔''

(فتاویٰ حقانیہ، ج ا، ص ۴۰۳)

قاری طیب صاحب عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''بالخصوص جبکہ وہ دوسرے مسائل میں مجموعی حیثیت سے اہل دیو بند اور اہل سنت والجماعت کے حامی اور خادم ہیں''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۸)

منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

''دیو بند کے علمی اور دینی سلسلہ سے تلمذ اور عقیدت کی نسبت رکھنے والے یہاں کے حضرات علماء میں ایک نیا اختلاف مسئلہ حیات النبی کے بارے میں پیدا ہو گیا ہے۔''

(الفرقان نومبر ۱۹۵۸ ص ۲۷)

دیو بندی مولوی مشتاق صاحب نے ''محمد حسین نیلوی اور طاہر پنجپیری'' کو دیو بندی تسلیم کیا ہے۔ (علمائے اہلسنت کی تصنیفی خدمات کی ایک جھلک ص ۷۹)

پھر دیو بندی حضرات اپنے ہی اصول سے مماتی حضرات کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خود کسی فرقے کی طرف منسوب کرنے والا شخص اسی فرقے کا فرد شمار ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بنیاد پہ پوری ''دست و گریبان'' لکھی گئی ہے۔

اس کے بعد گھمن صاحب رقم طراز ہیں:۔

''میں یہ بات تجربۃً عرض کرتا ہوں کہ میری ایک دفعہ ایک شیعہ ذاکر سے گفتگو ہوئی۔ موضوع پہلے سے ساتھیوں نے طے کیا ہوا تھا کہ شیعہ اپنا کلمہ قرآن وسنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام سے ثابت کریں۔ ذاکر سے میں نے کہا کلمہ دکھاؤ جو تم پڑھتے ہو یا ائمہ اثنا عشریہ میں سے کس نے پڑھایا ہے اپنے لوگوں کو؟ وہ مجھے کہنے لگا کہ جناب میں قرآن سے ثابت کروں گا۔

میں نے کہا دیر کا ہے کی ہے شروع کرو۔ اس نے فوراً آیت پڑھ دی، الزمھم کلمۃ التقوی ہم نے ان کو تقویٰ کا کلمہ لازم کر دیا، تو کہنے لگا تقویٰ والے کلمے سے مراد علی ولی اللہ والا کلمہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ قرآن کا نزول تیرے اوپر ہوا ہے یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر؟ کہنے لگا ان پر، میں نے کہا کیا اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے تمہارے والا کلمہ پڑھانا شروع کر دیا تھا؟ ائمہ اثنا عشریہ میں سے کسی نے اس آیت کی تفسیر تمہارے والی بیان کر کے لوگوں کو تمہارے والا کلمہ پڑھایا ہے؟ سند صحیح سے ثابت کرو۔ کہنے لگا دوسری آیت سنیے، میں نے کہا پڑھو تو پڑھنے لگا الیہ یصعد الکلم الطیب

اس کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں۔ کہنے لگا کہ پاک کلمات سے مراد علی ولی اللہ والا کلمہ ہے۔ میں نے پھر وہی جواب دیا، پھر وہ آگے نہ چل سکا۔ میں نے شیعہ کتابوں مثلاً ترجمہ مقبول وغیرہ سے اس کو دکھایا کہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے والے کلمہ کی دعوت لوگوں کو دی ہے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۹۔۱۰)

قارئین یہ افسانہ من گھڑت اور بالکل بے بنیاد ہے جس کا مقصد بقول دیوبندی مصنف:۔

''جھوٹے آنسوؤں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک اور بھولے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے۔''

(فیصلہ کن مناظرہ ص۱۹)

لہٰذا جناب نے بھی یہاں صرف عوام کو متاثر کرنے کے لیے یہ افسانہ گھڑا، ورنہ یہ واقعہ خود اپنے جھوٹا ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔ پھر جناب نے اس ذاکر سے مطالبہ کیا کہ ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا ائمہ اثنا عشریہ سے اس کی تفسیر دکھاؤ اور صحیح سند ثابت کرو'' یہ جناب نے دلیل خاص کا مطالبہ کیا ہے جس کے متعلق محمود عالم صفدر لکھتے ہیں:۔

''دوسرا دھوکہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مدعی سے دلیل خاص کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی دھوکہ ہے مدعی سے دلیل کا مطالبہ

کرنا چاہیے نہ کہ دلیل خاص کا۔ یہ دلیل خاص کا مطالبہ کرنا کہ بخاری سے ہی ہو، صحیح صریح، غیر مجروح ہو۔ اپنی طرف سے شرطیں لگاتے ہیں۔ اس کو سمجھیں یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے۔" (انوارات صفدر ص ۳۶۴)

امین صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

"مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا ابوبکر عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ۔ یہ محض دھوکہ اور فریب ہے۔۔۔ یہ خالص مرزا قادیانی کی سنت ہے۔"

(مجموعہ رسائل ج ا ص ۱۶۵)

تو اوکاڑوی صاحب کے فتوے سے دلیل خاص کا مطالبہ کرنا دھوکہ، فریب اور خالص مرزے کی سنت ہے جس پہ گھمن صاحب بخوبی عمل پیرا ہیں۔ اس کے بعد یہ بات قابل غور ہے کہ جناب کے مطالبے کے بعد ذاکر صاحب نے کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ جھٹ سے دوسری آیت پڑھ دی اور گھمن صاحب نے پھر وہی مطالبہ کر کے اسے لاجواب کر دیا جس کی ہم دھجیاں اڑا چکے ہیں۔ پھر حضرت لکھتے ہیں:۔

"یہی حال قادیانیوں کا ہے آیت قرآن پڑھ کر مفہوم اپنا مراد لیتے ہیں۔" (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۰)

جناب گھمن صاحب! قادیانیوں کو بنیاد فراہم کرنے والے تو آپ کے

اپنے اکابر ہیں۔اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے جناب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری لکھتے ہیں:۔

''مزید یہ کہ بعض ممتاز علماء ختم نبوت کی بحث میں لفظ ''بالفرض'' اور ''اگر'' کا سہارا لیتے ہوئے لکھ گئے کہ ''بالفرض'' اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو اس سے آپ کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے پر کوئی حرف نہیں آئے گا، ختم نبوت پر لکھتے ہوئے ''نکتہ آفرینی'' پیدا کرنے کی یہ کوشش ایک نئی مذہبی بحث کا موجب بن گئی۔ غرضیکہ سیاسی اور اقتصادی طور پر ایک شکست خوردہ جماعت کے عام مذہبی تصورات اور علمائے وقت کے سقیم اور لاطائل مجادلات نے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ساتھی حکیم نورالدین صاحب کے فکری اور نفسیاتی سانچے کو تیار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔''

(دارالعلوم دیوبند ایک ناقدانہ جائزہ ص ۱۷۹)

جناب! غور کریں آپ کے اپنے نوحہ کناں ہیں کہ قادیانیوں کا بنیادی سانچہ تیار کرنے میں جو حضرت معاون رہے دنیا انہیں قاسم نانوتوی کے نام سے جانتی ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ قادیانیوں کے حمایتی اور ان کی بنیادیں مضبوط کرنے والے تو آپ لوگ ہیں، اور جہاں تک [ردمرزائیت] پہ خدمات کا تعلق ہے تو منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی ، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے ۔ختم نبوت کے لئے بانیٔ دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہے۔''

(فتوحات نعمانیہ ۳۳۰)

یعنی جماعت دیوبند کی [ردقادیانیت] پہ خدمات کا مقصد اپنی پوزیشن کو واضح کرنا ہے۔ میں اس عبارت پہ مزید تبصرہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا، ناظرین خود نتیجہ تک بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ بہرحال عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے جناب گھمن صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح بریلوی حضرات نے بھی پیچھے رہنا گوارہ نہ کیا بلکہ ان کے برابر کھڑے ہوئے ۔جیسے انہوں نے مطلب ومفہوم اپنے گھر سے قرآن مقدس کا بنایا ویسے انہوں نے بھی بنالیا، حالانکہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

''سلف صالحین اہل السنت والجماعت نے قرآن و حدیث سے جو مطالب ومعانی سمجھے ہیں ان کے برخلاف معنی ومفہوم اپنے پیٹ سے بیان کرنا درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔اس لیے کہ

ہر بدعتی اور گمراہ اپنے غلط عقیدے کے لیے قرآن وسنت کو بنیاد و اصل سمجھتا ہے اور اپنے کوتاہ وناقص فہم کی بنیاد پر قرآن وحدیث کے خلاف واقعہ معانی ومطالب اخذ کرتا ہے۔''

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۸۶ بحوالہ البحراحات علی المزخرفات صفحہ ۱۸۸ از پیر محمد چشتی)

''ویسے بریلویوں کی مصدقہ کتاب میں ایک اور بات درج ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین مل کر بتائیں کہ زیر بحث آیت وان لیس للانسان الا ما سعی سے کس معتبر محدث مفسر نے فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر استدلال کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو پھر اپنے مذہب کی خاطر تفسیر بالرائے سے باز رہو اللہ سے ڈرو۔'' (نصرت الحق ج۱ ص ۲۳۱)

''یہی سوال ان سے بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی بریلویوں کے بڑے عالم نے لکھا ہے کہ جس نے قرآنی تفسیر اپنی رائے سے کی، وہ پکا کافر ہے۔''

(علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع ص ۲۳، ۶۷)

''مگر رضا خانی حضرات پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ اپنا مسلک مضبوط کرنا ہے، چاہے تحریف قرآن پاک میں کرنی پڑے۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۹۔۱۱)

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنے بھی فتنے پیدا ہوئے ہیں انہوں نے قرآن کو اپنے موافق کرنا چاہا، اور ان کے بیان کردہ معانی سلف صالحین سے

منقول نہیں ،تو آیئے ہم جناب کو ان کے گھر کی سیر کرائے دیتے ہیں۔ جناب نانوتوی صاحب نے ''خاتم النبیین'' کے جو معنی بیان کیے اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

''اگرچہ بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہیں پہنچا ہو توان کی شان میں کیا نقصان آ گیا۔اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

گاہ باشد کہ کودکے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر الناس ص ۸٦)

مزید فرماتے ہیں:

''جیسے مفسرین متاخر نے مفسرین متقدم کا خلاف کیا ہے۔ میں نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہوا۔''

(تحذیر الناس ص ۹۸)

یعنی جو معنی نانوتوی صاحب نے بیان کیا ہے وہ اس سے پہلے کسی سے منقول نہیں بلکہ ان کا اپنا بناوٹی ہے۔اس طرح سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک منطقیانہ اصطلاح سے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔''

(عبارات اکابر ص ۱۲٦)

قارئین جہاں جناب سرفراز صاحب نے یہ اقرار کیا ہے کہ تحذیر الناس

میں بیان کردہ معنی نانوتوی صاحب کی اپنی اصطلاح ہے وہاں اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ اس سے لوگوں میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

''تو سطحی نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت کے منکر ہیں۔'' (ضرب شمشیر ص ۶۳)

اس جگہ بھی اس بات کا واضح اقرار کیا جا رہا ہے کہ نانوتوی صاحب کی عبارات مغالطہ پرور ہیں اب اس حقیقت کے باوجود ابوایوب صاحب کا اعلیٰ حضرت پہ یہ الزام لگانا:۔

''اب ایسی عبارات تیار کی ہیں جس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔''

(ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۶۶)

صرف جھوٹ، فراڈ اور مغالطہ دہی کے سوا کچھ نہیں۔ اور نانوتوی صاحب کی عبارات ہی شکوک وشبہات پیدا کرتی ہیں جن سے نہ صرف اعلیٰ حضرت بلکہ آپ سے پہلے بھی دیگر اکابرین نے اختلاف کیا تھا اور یہ اختلاف صرف علمی نہیں تھا جیسا کہ ابوایوب صاحب نے مغالطہ دینے کی کوشش کی بلکہ ان حضرات نے نانوتوی صاحب کی تکفیر بھی کی تھی جس کی تفصیل بندہ کی کتاب ''رد تائید تحذیر الناس'' میں ملاحظہ کریں۔

بہرحال خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا

گفتگو ہم یہ کر رہے تھے کہ نانوتوی صاحب کا پیش کردہ معنی بالکل نیا ہے

اکابر مفسرین سے یہ ثابت نہیں۔اس پہ ہم ایک اور گواہی پیش کرتے ہیں۔جناب خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:۔

''ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور ازکیاء متبحرین میں سے کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک میں نہیں گھوما۔''

(المہند علی المفند ص ۴۸)

جناب گھمن صاحب بھی اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''یہ حجۃ الاسلام کی اپنی اصطلاح ہے۔''

(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۱۲۴)

لہٰذا ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ نانوتوی صاحب کا بیان کردہ معنی بالکل نیا ہے لہٰذا اب ہم یہاں گھمن صاحب کے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ ''نانوتوی صاحب نے آیت پڑھ کر مفہوم اپنا مراد لیا ہے۔'' لہٰذا انہوں نے قرآن میں تحریف معنوی کر کے اسے اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی ہے جو جناب کے فتنہ ہونے کی نشانی ہے۔مزید سنیے جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تشریح میں ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ رکھتا تھا۔'' (تحذیر الناس ص ۱۶)

اسی عقیدے کو بیان کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین لکھتے ہیں:۔

''یعنی ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام نبیوں سے افضل ہے۔'' (تفسیر صغیر ص ۱۵۵)

اسی طرح ابوایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس کا معنی آخری ہونا ہے مگر اہل علم سمجھتے ہیں کہ اس آخری ہونے کے ساتھ ساتھ افضل ہونا بھی ہے۔''

(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۲۶۴)

اب اس کے معنی کے متعلق جناب متین خالد صاحب رقم طراز ہیں:۔

''شاہد بشیر قادیانی نے کہا کہ لفظ خاتم کا ترجمہ ہے افضل اور خاتم النبیین کا مطلب ہے تمام نبیوں سے افضل۔ میں نے عرض کیا کہ یہی بات آپ کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دنیا کی کسی لغت یا ڈکشنری میں لفظ خاتم کا معنی افضل نہیں ہے۔'' (فیصلہ کن مناظرہ ص ۹۵)

تو نانوتوی صاحب کے ساتھ ساتھ جو لوگ اس معنی کا دفاع کرتے ہیں بقول متین خالد ان کا جاہل ہونا بھی اظہر من الشمس ہوگیا۔اب ہم آخر میں اتمام حجت کرتے ہوئے آخری حوالہ پیش کرتے ہیں:۔

''خاتم النبیین کا سب علماء یہ معنی کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔کسی مفسر نے خاتم النبیین کا یہ معنی نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر وغیرہ۔سب نے یہ معنی کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔'' (مناظرہ حیات الانبیاء ص ۶۲)

اس بیان سے بھی ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کیا ہے وہ کسی مفسر نے بیان نہیں کیا لہٰذا بانی دیوبند ایک فتنہ تھے جنہوں نے دیوبندی فتنہ کی بنیاد

رکھی۔ اور انہی کی پیروی مماتی حضرات نے بھی کی جن کو خود جناب گھمن صاحب نے بھی فتنہ تسلیم کیا۔ اس تفصیل کے بعد مزید ضرورت تو نہیں رہتی مگر ہم یہاں ان کے گھر کے ہی محرفین (معنوی) قرآن کی نشاندہی ان کے اپنے لوگوں کی زبانی کروانا چاہتے ہیں تاکہ جناب کے علم میں اضافہ ہو سکے کہ اصل فتنہ کون ہے۔
جناب قاضی مظہر حسین صاحب یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ مولوی ضیاء الرحمٰن نے تحریف معنوی کی۔

(سالانہ روئیداد مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام رجب ۱۴۰۸ تا جمادی الثانی ۱۴۰۹ ص ۳)

اسی طرح مفتی مہدی حسن نے بلغۃ الحیر ان کے بارے میں لکھا کہ:۔

''بعض آیات کی غلط تعبیر اور تاویل بلکہ تحریف ہے۔''

(ضرب شمشیر ص ۴۷)

ایسے ہی جواہر القرآن کے بارے میں لکھا:۔

''جواہر القران میں جابجا جمہور مفسرین اور مسلک اہل حق سے انحراف واعتزال پایا جاتا ہے۔'' (ضرب شمشیر ص ۴۹)

مولوی امین مماتی حضرات کے استدلال کے بارے میں لکھتا ہے:۔

''یہ تحریف قرآن اور تحریف حدیث ہے۔''

(التحقیق المتین ص ۶۶)

مولوی مجیب نے مولوی امیر عبداللہ کے بارے میں لکھا:۔

''مولوی صاحب نے۔۔۔ اللہ تعالی کے کلام میں تحریف معنوی کر کے اللہ تعالی پر غلط بیانی کی۔''

(عقیدہ حیات النبی اور صراط مستقیم ص ۱۱۵)

اسی طرح قاری سعید الرحمٰن نے لکھا:۔

''مصنف تقریر دلپذیر نے قرآنی آیات کو بہت بے دردی کے ساتھ تحریف وتخریب کا نشانہ بنایا ہے کہ ان کی تحریف سے یہودی بھی شرماجائیں۔'' (المسلک المنصور صفحہ ۱۵)

ایسے ہی خضر حیات نے پوری اوکاڑوی کمپنی (حیاتی دیوبندی) کے بارے میں لکھا کہ:۔

''یہ لوگ محرف ہیں اور ان کی کوئی تقریر تحریف سے خالی نہیں ہوتی۔'' (المسلک المنصور ص ۱۷۲)

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

''مولانا سندھی مرحوم جب ہندوستان واپس آئے تو۔۔۔ان مرحوم نے بعض ایسے خیالات اور افکار کا اظہار کرنا شروع کیا جن میں توازن کی بڑی کمی تھی، اور جو بڑی غلط فہمیوں اور مغالطوں کا باعث ہو سکتے تھے، ان کے کسی مضمون میں قرآن وحدیث وفقہ کے متعلق بعض ایسے نظریات وتحقیقات تھے جو جمہور اہل اسلام کے عقیدہ سے مختلف تھے۔''

(پرانے چراغ ص ۱۷)

احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:۔

''تاہم یہ امر قابل افسوس ہے کہ اس ایک صدی کے اندر جو کتب تفاسیر شائع ہوئیں وہ بڑی حد تک غیر معیاری ہیں۔

تفسیر المنار مصری ہو یا سر سید کی تفسیر ہندی عنایت اللہ مشرقی کی تفسیر ہو یا مولانا آزاد کی ترجمان القرآن مولانا عبید اللہ سندھی کی جدید تفسیر ہو۔۔۔۔ وغیرہ ان سب میں عمدہ تفسیری مواد کے ساتھ آزادی رائے اور تفردات کے نمونے بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔''

(ملفوظات محدث کاشمیری ص ۱۹۰)

مزید لکھتے ہیں:۔

''ہمارے علمائے دیوبند میں سے مولانا عبید اللہ سندھی کی تفسیر میں بھی بہ کثرت تفردات ہیں اور جس زمانہ میں وہ باہر سے آکر دہلی میں مقیم تھے اور بعض فضلائے دیوبند نے بھی ان تفردات کی تائید کر دی تھی تو محترم مولانا سید سلیمان ندوی نے راقم الحروف کو لکھا تھا۔ بڑے درد کے ساتھ پوچھتا ہوں کہ دیوبندی کدھر جا رہے ہیں؟۔۔یعنی جس جماعت کا بڑا طرہ امتیاز احقاق حق تھا، اس کے افراد ایسی مداہنت کا شکار کیوں ہوئے؟۔'' (ملفوظات محدث کاشمیری ص ۲۱۸)

نیز:

''ہمارے حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے شیخ عبدالوہاب کی چند کتابیں دیکھی ہیں وہ بے محل آیات تلاوت کر دیتے ہیں۔'' (ملفوظات محدث کاشمیری ص ۱۹۸)

یہی بجنوری صاحب لکھتے ہیں: ۔

''ان کی تفسیر مولانا آزاد نے جمہور مفسرین کے خلاف کی ہے۔'' (انوار الباری ج۵ ص ۱۰۱)

اور ابوالکلام آزاد کے متعلق ضیاء الرحمٰن فاروقی لکھتا ہے: ۔

''وہ ہندوستان کا عالم تھا جو کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور ان کے علوم و معارف کا علمبردار تھا۔''

(خطبات ربیع الاول ج۱ ص ۲۸۳)

جی درست کہا، یقیناً جمہور کے خلاف تفسیر کرنا یہ آپ کے شیخ الہند کا ہی ورثہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح یوسف بنوری نے ابوالکلام آزاد کی تفسیر کے متعلق لکھا: ۔

''یہ فرمانِ الٰہی میں تحریف ہے یہ اور اس جیسی دوسری تاویلات جو انہوں نے بیان کی ہیں ائمہ اہل سنت اور جمہور امت میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا ہے اس جیسی رکیک تاویلات سے ان کی تفسیر بھری پڑی ہے جن کی کوئی گنجائش نہیں ہے ان کی ایک خاص عادت یہ بھی ہے کہ تفسیر آیات میں احادیث و آثار کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے بلکہ تفسیر کی بنیاد کتب تاریخ کو بناتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دوبارہ نازل ہونا، نہ میرے عقیدے میں سے ہے ان کا ذکر نزولِ قیامت کی شرائط میں کیا گیا ہے

یہ عقیدہ میں داخل نہیں ہوتا۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۴۹۴)

عبید اللہ سندھی کے متعلق لکھا:۔

''ان مذکورہ افکارِ شاذہ کے خلاف اکابر علماء نے پورے احترام کے ساتھ محتاط انداز میں لکھا، مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن فہمی اور تفسیر پر تعریف کرنے کے باوجود ان کی کتابوں میں مذکور بعض افکار و خیالات پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، اور جن سے علماء خوش نہ ہوئے، ان کے خیال میں ان کے خیالات دین کے مسلمات کے متصادم ہیں۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۴۴۴)

اسی طرح سجاد بخاری لکھتا ہے:۔

''حضرت نانوتوی اس قول میں متفرد ہیں اور یہ ان کا مخصوص ذوق ہے۔ موت کا یہ مفہوم کتاب وسنت میں کہیں مذکور نہیں نہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ مجتہدین اور بعد کے علماء راسخین سے اس کا کہیں نام ونشان ملتا ہے گویا حضرت نانوتوی کی اختیار کردہ رائے جمہور سلف وخلف اور جمہور علماء امت کے خلاف ہے۔'' (اقامۃ البرھان ص ۲۱)

سید عنایت اللہ شاہ کے بارے میں عبد الحق خان بشیر صاحب لکھتے ہیں:۔

''جنہوں نے مسلک دیوبند کی نظریاتی وحدت کو ۱۹۵۶ میں

اس وقت پارہ پارہ کیا جب ابھی ۱۹۵۳ء کے شہداء ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی مدہم نہ پڑی تھی۔ انہوں نے شہدائے ختم نبوت سے غداری کرتے ہوئے مسلک دیو بند کے خلاف ایک ایسے پتھری مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی جس کے لیے انہیں نظریاتی مٹیریل چودہ سو سالہ اسلامی ذخیرہ سے نہ مل سکا۔ لہٰذا ان کو اپنے فکر جدید کی بنیاد قرآن پاک کی تفسیر بالرائے پر رکھنی پڑی، چودہ سو سالہ تفسیری کتب پر نہ صرف عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا بلکہ انہوں نے قوال اور قوالیاں قرار دے کر ان کا برسر عام تمسخر اڑایا۔"

(علماء دیو بند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی صفحہ نمبر ۸۱۔۸۲)

انور شاہ کاشمیری کے بارے میں سجاد بخاری لکھتے ہیں:۔

"لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ توجیہہ جمہور مفسرین امت کی تحقیق اور سلف وخلف کے یہاں قول محقق کے سراسر خلاف ہے۔" (اقامۃ البرہان ص ۱۸)

شاہ ولی اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"حالانکہ حضرت شاہ صاحب کی یہ توجیہہ جمہور مفسرین سلف وخلف کی تصریحات کے خلاف ہے۔" (اقامۃ البرہان ص ۱۸)

شبیر احمد عثمانی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"حالانکہ جمہور مفسرین کے نزدیک سفرہ سے مراد فرشتے ہیں

اور غیر مشہور قول کے مطابق اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں لیکن حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے دونوں کے برعکس ایک تیسری توجیہہ اختیار فرمائی۔"

(اقامۃ البرہان ص ۱۹)

جناب اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

"لیکن مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی جیسے محقق عالم پر حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک قدم آگے بڑھا کر اسرائیلی خرافات کی پوری پوری ترجمانی کر دی۔"

(محاسن موضح قرآن ص ۴۱۲)

مزید لکھتے ہیں:۔

"مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے تمام پیش رو مترجمین سے الگ راہ اختیار کی۔" (محاسن موضح قرآن ص ۴۶۱)

اس کے بعد گھمن صاحب نے مختلف قسم کے اعتراضات کیے جن کا جواب پیش خدمت ہے۔

چل میرے خامہ بسم اللہ

قد جاء کم من اللہ نور

آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اس جگہ دیوبندی حضرات کو نور سے مراد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات لینے سے انکار ہے۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''جن مفسرین نے نور سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارکہ مراد لی ہے وہ تفسیر صحیح نہیں۔''

(محاضرات رضاخانیت ص ۱۲۷)

اسی طرح ایک اور حضرت لکھتے ہیں:۔

''مذکور آیت میں نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے، نہ کہ حضور ﷺ۔'' (بریلوی مذہب اور اسلام ص ۳۵)

جبکہ دوست محمد قریشی صاحب فرماتے ہیں:۔

''تفسیروں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے بہت سے مفسر اس طرف گئے ہیں کہ نور سے مراد حضور ﷺ ہی ہیں۔''

چنانچہ:۔

۱۔ علامہ علاؤ الدین بغدادی صاحب تفسیر خازن

۲۔ صاحب تنویر المقیاس

۳۔ علامہ سیوطی صاحب جلالین

۴۔ علامہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری

۵۔ ابوالبرکات نسفی صاحب تفسیر مدارک

۶۔ علامہ رازی صاحب تفسیر کبیر

ان حضرات نے متعدد اقوال نقل کرنے کے باوجود ترجیح اس قول کو دی ہے کہ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔'' (براہین اہلِ سنت ص ۳۱۷)

جبکہ دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ تفسیر درست نہیں۔ جیسا کہ ہم حوالہ

جات پیش کر آئے ہیں تو اب ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں گھمن صاحب کے اصول سے دیو بندی حضرات فتنہ قرار پاتے ہیں۔

اس کے بعد گھمن صاحب نے جو سعیدی صاحب کے حوالہ جات نقل کیے تو وہ ان کو مفید نہیں کیونکہ سعیدی صاحب نے ان سے رجوع کرلیا تھا جو چھپا ہوا موجود ہے اور کسی کے مرجوع قول کو پیش کرنا دیو بندی حضرات کے نزدیک گوہ کھانے کے برابر ہے۔

چنانچہ ابو ایوب صاحب کہتے ہیں:۔

> ''صحابہ کے دستر خوان پہ گوہ کھائی گئی اگر تم یہ کہتے ہو کہ پہلی والی بات ٹھیک ہے تو پھر تم اب گوہ کھا کر دکھاؤ پھر پتہ چلے۔۔۔۔جو بات منسوخ ہوجائے تو منسوخ بات پھر پیش نہیں کی جا سکتا۔'' (مناظرہ کوہاٹ ص ۷ ۹)

اس بات کی یہاں وضاحت ضروری ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کو محض لباس یا ایسی بشریت جس سے جبرائیل متصف تھے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو بھی صفات بشریت کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔یعنی جو بشریت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت نہ تھی بلکہ محض لباس انسانی تھا اور حقیقت محمدی جو وجود بشریت کے بغیر بھی موجود تھی جس کو خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور سے تعبیر کیا ہے۔اس لیے ہماری طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں نور اور ظاہری لباس بشری سے متصف ہیں۔

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''پہلوں پر رحمت ہونے کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وجود پہلے پیدا فرمایا اور وہ وجود نور کا ہے کہ حضور اپنے وجودِ نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور عالمِ ارواح میں اس نور کی تکمیل و تدبیر ہوتی رہی آخر زمانہ میں امت کی خوش قسمتی سے اس نور نے جسد عنصری میں جلوہ گر و تاباں تمام عالم کو منور فرمایا۔'' (اشرف التفاسیر ج ۲ ص ۶۵)

جناب ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:۔

''تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح طیبہ بھی سب سے پہلے پیدا ہوئی اور بشری لباس بعد میں ملا۔'' (مناظرے اور مباحثے ص ۳۰۴)

بہرحال ان دونوں حوالہ جات سے ہمارے مدعا کی وضاحت ہوگئی۔

دیوبندی چیلنج کا جواب

اس جگہ یہ بھی عرض ہے کہ دیوبندی حضرات اس جگہ بڑا زور لگا کر یہ چیلنج کرتے ہیں کسی ایک مفسر سے دکھاؤ جس نے اس آیت میں نورِ حسی مراد لیا ہو۔ آیئے ہم مفسرین کرام کے حوالہ جات پیش کیے دیتے ہیں۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:۔

(ا) قد جاء کم من الله نورٌ عظیم وھو نور الانوار و النبی المختار ﷺ والی ھذا ذھب قتادہ واختا رہ الزجاج۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۳۶۷)

علامہ آلوسی کی عبارت اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ حسی بھی تھے۔ یہی عبارت علامہ غلام رسول سعیدی نے توضیح البیان صفحہ ۱۸۵ پہ نقل کر کے نورِ حسی پہ استدلال کیا تھا جس کے جواب میں لکھی گئی کتاب ''اتمام البرہان'' میں سرفراز خان صاحب نے اس کو نقل تو کیا مگر اس کا ردّ کہیں نہیں کیا اور نہ ہی اس کا جواب دے پائے جو خان صاحب کے اپنے اصول سے اس کو صحیح تسلیم کرنے یا لاجواب ہونے کے مترادف ہے۔ چنانچہ جناب لکھتے ہیں:۔

''کسی بھی اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہوسکتی کہ جب بھی کوئی شخص کسی کتاب یا مضمون کی تردید کرتا ہے تو بزعم خویش اس میں قابل مواخذہ سب باتوں کو ضرور ملحوظ رکھتا ہے۔ جو باتیں قابل تردید ہوتی ہیں ان کی خوب دل کھول کر تردید کرتا ہے اور جو باتیں صحیح یا لاجواب ہوتی ہیں ان پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔'' (الشہاب المبین ص ۱۲)

اس پہلی لاجواب شہادت کے بعد اب ہم دوسرا حوالہ بھی پیش کیے دیتے ہیں علامہ صاوی فرماتے ہیں:۔

وسمی نورا لانه ینور البصائر و یهدیها للرشاد و لانه اصل کل نور حسی و معنوی۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۰۹ مکتبہ غوثیہ کراچی)

ترجمہ:۔ آپ کو نور سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ آپ بصائر کو منور کرتے ہیں اور انہیں راہِ ہدایت عطا فرماتے ہیں

اور اس لیے کہ آپ ہر نور کی اصل ہیں، خواہ حسی ہو یا معنوی۔'

اس جگہ دیو بندی حضرات کے ایک بہانے کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ یہ حضرات جب پھنس جائیں تو کہتے ہیں کہ ہم علامہ صاوی کو معتبر نہیں سمجھتے اور کسی صاوی نیلی پیلی کا حوالہ حجت نہیں۔ مگر حیرانگی والی بات ہے جب اپنا مفاد پیش نظر ہو تو جگہ جگہ علامہ صاوی کے حوالے دیئے جاتے ہیں جیسا کہ مفتی جمیل نے اپنی کتاب ''رضا خانی ترجمہ وتفسیر کے جائزہ میں'' دیئے ہیں اور علامہ صاوی اور دیگر مفسرین کے حوالہ جات نقل کرنے کے بعد ان کو بلند پایہ مفسرین میں شمار کیا۔

(رضا خانی ترجمہ وتفسیر کا جائزہ ص ۱۲۳)

ایسے ہی قاضی مظہر نے بھی تفسیر صاوی سے استدلال کیا ہے (علمی محاسبہ ص 42) مفتی مدار اللہ مدار نے بھی تفسیر صاوی کو معتبر تسلیم کرتے ہوئے اپنے مؤقف کے حق میں اس کو پیش کیا ہے۔ (عصمت انبیاء ص 77، 144)

(۲) وانك لتهدى الى صراط مستقيم۔

قارئین جہاں تک سرکار کے ہدایت دینے کا تعلق ہے تو اس کی نسبت آپ کی طرف مجازی اور غیر مستقل ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے تصریح کی ہے۔ (رسائل نعیمیہ ص ۱۶۲۔ ۱۶۳)

اور ہدایت دینے کے متعلق خود تھانوی صاحب لکھتے ہیں :۔

''بعض محققین کا قول ہے کہ عارف را ہمت نباشد یعنی عارف میں ہمت نہیں ہوتی۔ یعنی وہ تصرف کرنے کو بے ادبی سمجھتا

ہے۔ انبیاء سے زیادہ کس کے دل کو قوت ہوگی۔ پتھر کھائے سب ہی کچھ مصائب اٹھائے مگر تصرف نہیں کیا ہاں دعا کرتے تھے ہدایت کی، توجہ نہیں ڈالی۔ اگر توجہ ڈالتے تو کیا ابو جہل ایمان سے باز رہتا ہر گز نہیں۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج۱۹ ص۳۰۷)

یہی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تو اس سے ثابت ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اگر چہ طبعی ہی ہو ایمان اور ہدایت میں نافع ہوجاتی ہے۔''

(تفسیر بیان القرآن)

(۳) استعینوا بالصبر و الصلوۃ

قارئین! جہاں تک استعانت کی بحث کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک استعانت بمعنی توسل ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

''یہی حال استعانت وفریاد رسی کا ہے ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لیے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لیے خاص ہیں۔''

(برکات الامداد ص۳)

مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں:۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے   اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

(جاء الحق ص۲۱۰)

دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:۔

''اور بقوت خدا کوئی کسی کا کام کرے اور اس سے استعانت کی جائے تو جائز ہے۔'' (تفسیر بلغۃ الحیر ا ن ص ۸)

نیز:۔

''شالا مدد ہوے پیر جیلانی۔'' (بلغۃ الحیر ا ن ص ۳۵۴)

ان عبارات کی تاویل بھی دیوبندی حضرات نے بطور توسل کی ہے۔

اسی طرح ایک دیوبندی مولوی نے کہا:۔

اے رؤف الرحیم، میرا دامن بھر دو
خالی جھولی میری دیکھیں نہ زمانے والے

اس شعر کی صفائی پیش کرتے ہوئے محشی لکھتا ہے:۔

''یہ فقہا کی زبان میں طلب شفاعت ہے۔''

(یادگار خطبات ص ۴۱۷)

لہٰذا استعانت بمعنی توسل ہی ہے اور اگر کسی کو مشکل کشا وغیرہ کہا جاتا ہے تو وہ مجازی طور پہ ہے۔

دیوبندی مفتی کفایت اللہ سے سوال ہوا:۔

''وہ صاحب جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتا ہوا ور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجازاً شافی الامراض، دافع بلیات مشکل کشا وغیرہ بذریعہ عام تقاریر ثابت کرتا ہو، ان ہر دو میں سے از روئے شریعت اقتداء کس کی جائز ہے یا کس کو ترجیح دی جائے؟''

تو مفتی صاحب جواباً لکھتے ہیں :۔

''ان امور مذکور کا ثابت کرنا بطور مجاز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز ہے۔'' (سوانح حیات مولانا غلام اللہ خان ص ۱۹۴)

باقی ایسی مدد جو کرامت یا معجزے سے ممکن ہو اس کا چاہنا جائز ہے جیسا کہ ظفر احمد عثمانی صاحب نے مقالات عثمانی جلد ۲ میں وضاحت کی ہے۔

(۴) قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ۔

بریلوی حضرات اس آیت کا مفہوم یوں پیش کرتے ہیں :۔

''دیکھو آصف بن برخیا میں اتنی طاقت تھی اور اتنا اختیار تھا اور اتنی قدرت تھی کہ سینکڑوں میل دور سے تخت پلک جھپکنے کی مدت میں لے آئے۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۵)

عرض ہے جناب دیوبندی حضرات بھی یہ مفہوم بیان کرتے ہیں ۔

جناب خالد محمود لکھتے ہیں :۔

''پھر ایک روحانی قوت سے ملکہ کا تخت اس کے آنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ یہ پل بھر میں تخت کا وہاں پہنچ جانا بتلا رہا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس صرف مادی دولت ہی فراواں نہیں، آپ کا دربار روحانی قوتوں سے بھی بھرپور آراستہ ہے۔''

(آثار التنزیل ج ۲ ص ۱۵۶)

اور کیونکہ ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔

(تفسیر عثمانی ص ۵۰۶)

اس لیے صدر الا فاضل نے اس کی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کر دی۔ اور اس عبارت میں کہیں اولیاء کے تصرف کا انکار نہیں۔ اصل بحث یہ ہے کہ معجزہ و کرامت نبی ولی کے ارادے سے صادر ہوتی ہے یا نہیں ؟تو دیو بندی حضرات نے یہ تسلیم کیا ہے کہ معجزہ و کرامت میں ارادے کا بھی دخل ہوتا ہے۔

(اظہار حق ص ۹۹، البوادر النوادر ص)

(۵) اذنسویکمبرب العالمین

کیونکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

گھمن صاحب کو اس پہ اعتراض یہ ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ مشرکین بتوں کو رب العزت کے برابر سمجھتے تھے غلط ہے جبکہ خود دیو بندی مصنف جناب مجیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں شرک سے مراد وہ شرک ہے جو مشرکین کرتے تھے
یعنی اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا اور بتوں کی عبادت کرنا۔''

(اظہار الحق ص ۱۱۵)

اور جہاں تک شرک فی الصفات کا تعلق تو جس طرح اللہ بھی سمیع ہے (اسراء) بندے کو بھی سمیع کہا گیا ہے (الدہر) مگر دونوں کی سماعت میں زمین آسمان کا فرق ہے اللہ کی سماعت ذاتی ہے بندے کی عطائی ہے، رب العزت کی سماعت لامحدود وقدیم ہے جبکہ بندے کی سماعت حادث اور محدود ہے یہی حال دیگر صفات کا ہے۔ علم غیب میں بھی ہمارے نزدیک یہی قیود ہیں۔ فقط لفظی اشتراک سے شرک نہیں ہوتا شرک معنوی اشتراک کا نام ہے۔ لہذا صرف یہ کہنا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے ہیں شرک نہیں بلکہ یہ کہنا شرک ہے کہ اللہ کے برابر علم جانتے ہیں۔

حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''عرف شرع میں اشراک کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا مساوی اور ہم مرتبہ یا حصہ دار اس کی ذات یا صفات خاصہ میں یا افعال خاصہ میں بنایا اور منا یا جائے''

(فتاوی شیخ الاسلام)

حوالہ بالا سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ شرک لفظی نہیں معنوی اشتراک کا نام ہے، لہذا گھمن صاحب کے پھیلائے ہوئے مغالطے کا رد ان کے اپنے گھر کے بھیدی سے ہی ہو گیا۔

سچی بات نکل جاتی ہے، جس کے منہ سے مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند باہ خوار اچھا

(۲) لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

یعنی رسولِ پاک کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر یا محمد نہ کہو بلکہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہو۔

اس آیت کے حوالے سے بھی گھمن صاحب کو اعتراض ہے ہم ان کا یہ اعتراض بھی دور کیے دیتے ہیں۔

تفسیر صاوی میں واضح طور پہ یہ الفاظ موجود ہیں:۔

تقولو:. یارسول الله، یانبی الله... واستفید من الایة انه لا

يجوز نداء النبي بغير ما يفيد التعظيم، لا في حياته ولا بعد وفاته۔

امید ہے جناب کا اعتراض دور ہوگیا ہوگا اور جہاں تک تعلق ہے فتاویٰ مسعودی کے فتوے کا تو جناب اگر پوری عبارت ہی نقل کر دیتے تو ان کا پول کھل جاتا کیونکہ آگے صاف موجود ہے" بالذات حاضر و ناظر صرف اللہ ہے" یعنی کسی کو بالذات حاضر ناظر سمجھ کر پکارنا شرک ہے اور ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالذات حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے ۔اس کے بعد گھمن صاحب نے خود اپنی علمیت کا بھانڈا پھوڑا ہے اور لکھتے ہیں:۔

"ہم نے اپنی کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جیسے عبقات، مطالعہ بریلویت اور دیگر اکابر کی کتب زیر نظر رہیں جیسے استاذ محترم امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر کی کتاب تنقید متین وغیرہ اور کچھ ہمارے اکھٹے کیے ہوئے اس مواد سے جو ہم اپنے طالب ساتھیوں کے لیے پھیلا رکھتے ہیں اور ان کے استفادہ کے لیے عام کر دیتے ہیں اور بعض ساتھیوں نے ان میں سے کچھ چیزیں اپنی تحریرات میں شائع بھی کی ہیں۔" (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۷)

یہاں گھمن صاحب نے واضح طور پہ تسلیم کیا ہے کہ وہ کوئی نئ چیز پیش نہیں کررہے بلکہ وہی پرانی شراب نئے نام سے پیش کر رہے ہیں پھر شومئ قسمت

اس میں سے بھی کچھ مواد پہلے ہی شائع ہو چکا ہے۔اس سے جناب کا اشارہ ''ہدیہ بریلویت'' کی طرف ہے جس میں جناب کی کتاب کا ایک بنیادی مضمون ''کنز الایمان کا تفصیلی جائزہ'' مکمل طور پہ من و عن موجود ہے۔اور پھر یہی مضمون نور سنت کے کنز الایمان نمبر میں تیسری دفعہ بھی چھپ چکا ہے۔حیرانی والی بات ہے کہ موجودہ حالات میں پبلشر حضرات ایک مضمون کو ایک دفعہ چھاپنا گوارا نہیں کرتے مگر دیوبندی حضرات ایک ہی مضمون کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ سہ بار منظر عام پہ لاتے ہیں۔اس کی ایک اور مثال ''مرثیہ گنگوہی پہ اعتراضات کا جائزہ'' نامی مضمون ہے جو رسالہ نور سنت کے علاوہ ہدیہ بریلویت میں بھی شائع ہوا اور بعد میں اس کو الگ بھی شائع کیا گیا۔ویسے اس رسالہ کے حوالے سے دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تینوں مقامات پہ مواد ایک جیسا ہے مگر مصنفین کے نام مختلف ہیں اب ہم حیران ہیں کہ ایک مضمون سے مختلف لوگوں کو شہرت دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ بہرحال ہم گفتگو یہ کر رہے تھے کہ گھمن صاحب استفادہ تک ہی محدود ہیں اور ان کی علمی قابلیت بھی انہیں اس دائرہ کار سے باہر نہیں جانے دیتی۔جناب کی صرف یہی کتاب نہیں بلکہ دیگر کتب بھی استفادہ کے عمل سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔

دیوبندیوں کی تحریفِ معنوی کی عبرت انگیز داستان

ہم یہاں گھمن صاحب کو آئینہ دکھانا چاہتے ہیں کہ دوسروں پہ الزام لگانے والے گھر کا آنگن بھی دیکھ لیں۔

(۱) ویکون الرسول علیکم شهیدا

کی تفسیر میں حسین علی لکھتے ہیں کہ شہید کے معنی گواہ کے نہیں، بتانے والے کے ہیں۔(تفسیر بلغۃ الحیر ا ن ص ۲۷) جبکہ یہ تحریف معنوی ہے۔

(۲) ان اللہ وملائکتہ یصلون کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

''مومنوں کو کہا گیا ہے کہ تم آفرین آفرین کرو جس طرح اللہ تعالیٰ اور ملائکہ آفرین کررہے ہیں۔'' (بلغۃ الحیر ا ن ص ۲۶٦)

جبکہ اس کا معنی درود پڑھنا ہے، یہاں بھی حسین علی نے تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔

(۳) قل لا املك لنفسى کے ضمن میں نور الحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''اور کسی کو کیا اختیار ہوگا جب محبوبِ خدا، سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ کی ذاتِ پاک تک کو ذرہ بھر اختیار نہیں۔''

(توحید وشرک کی حقیقت ص ۲۴۰)

جبکہ اس آیت میں مطلق اختیار کی نہیں بلکہ ذاتی اور کلی اختیار کی نفی ہے۔

(تفسیر عثمانی)

باب اوّل

نورِ سنّت کے کنز الایمان نمبر کا تنقیدی جائزہ

ترجمہ اعلیٰ حضرت حقائق کے آئینے میں

قارئین نور سنت کے کنز الایمان نمبر کا پہلا مضمون دیوبندی حضرات کے مفتی نجیب صاحب (جن کے نام کے ساتھ محقق کا دم چھلا بھی موجود تھا) نے بعنوان بریلوی ترجمہ قرآن کی حقیقت ترتیب دیا۔ محترم محقق نہیں مگر سارق ضرور ہیں اور جناب کی علمی حیثیت کی وضاحت ہم ان شاء اللہ آگے چل کے کریں گے فی الحال ہم ان کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کا جواب آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

کیا کنز الایمان پہ تنقید کارِ خیر ہے؟

محقق محترم لکھتے ہیں:

> ''ترجمہ کنز الایمان کے خلاف لکھنا کارِ خیر ہے۔ مولوی تبسم شاہ بخاری بریلوی کنز الایمان کے ردّ میں لکھی جانے والی تحقیق کو کارِ خیر سمجھتے ہیں۔

(بحوالہ انوار کنز الایمان ص ۳۶۲، نور سنت کنز الایمان نمبر ص ۴)

قارئین اس محقق نے اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے ساتھ سخت خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ادھورا حوالہ دیا اور مکمل عبارت پیش نہیں کی۔

تبسم شاہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"لیکن برا ہو تعصب اور جہالت کا کہ ان کے ترجمہ قرآن کی بے پناہ مقبولیت نے مخالفین کو سراسیمہ کر دیا چنانچہ کئی کتابچے اور پمفلٹ اس ترجمہ کے خلاف دیکھنے میں آئے مگر مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ شاید ہی کسی نے اتنی بددیانتی کا ارتکاب اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہو جتنا ان کتابچوں اور پمفلٹوں کے مرتبین نے کیا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود اس مظاہرے کی قیادت میں سب سے نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ قاری عبدالرشید استاذ جامعہ مدینہ لاہور ہیں جنہوں نے "حضرت شیخ الہند اور فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ" لکھ کر بزعم خود دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ کوئی اور صاحب ابو عبید دہلوی ہیں جنہوں نے فاضل بریلوی کے کردار و نظریات کا مختصر جائزہ لکھ کر اور شومئی قسمت، اپنے طبقہ میں بھی کوئی پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ ایک معترض جمیل احمد نذیری دیو بندی جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڑھ بھی اس "کارِ خیر" میں شریک ہیں۔"

(انوار کنز الایمان ص ۳۶۱۔ ۳۶۲)

قارئین اس پوری عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ تبسم صاحب کے نزدیک کنز الایمان کے خلاف لکھے ہوئے پمفلٹوں اور کتابچوں میں بددیانتی اور

جہالت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جس کو بخاری صاحب نے طنزاً کارِ خیر سے تعبیر کیا ہے۔ مگر ہمیں نہایت ہی افسوس ہے خود کو مفتی اور محقق کہنے والا شخص اردو کی صریح عبارت سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ اور قارئین ہم یہاں یہ بھی واضح کرتے جائیں کہ جناب کس معنی میں مفتی ہیں اور حضرت کی علمی حیثیت کیا ہے؟ عبد القدوس صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہمارے زمانے میں ایک ساتھی محمد فاروق صاحب پڑھتے تھے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرواتے تھے۔ پڑھائی میں بہت کمزور تھے مگر خوش مزاج تھے ساتھی ان کو مفتی محمد فاروق کہتے تھے۔ ایک دفعہ شام کے کھانے میں ان کا انتظار ہو رہا تھا مہمان بھی آئے ہوئے تھے تو ساتھی کہنے لگے کہ مفتی محمد فاروق نے دیر کر دی ہے کچھ ہی دیر بعد وہ آئے تو مہمان ان سے پوچھنے لگا کہ حضرت آپ نے مفتی کا کورس کیا ہوا ہے تو وہ کہنے لگے نہیں بلکہ میں تو قطبی اور شرح ملا جامی پڑھتا ہوں۔ اس پر مہمان کہنے لگا پھر آپ کو یہ لوگ مفتی کیوں کہتے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ میں پڑھتا تو ہوں نہیں مفت میں مدرسے کی روٹیاں کھاتا ہوں اس لیے مفتی ہوں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ مفتی صاحب موصوف بھی اسی معنی میں مفتی ہیں جس معنی میں مفتی محمد فاروق تھے۔ اس لیے کہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ان صاحب کی علمی

استعداد نور الانوار اور شرح ملا جامی پڑھنے والے طالب علم
کے برابر بھی نہیں ہے اور یہ محسوس ہوا کہ ان کو حلوہ شیریں
دے کر اس کام پر آمادہ کیا گیا ہے۔"

ایک حقیقت ہے جو ہونا چاہتی ہے آشکار
مدعا میرا کسی کی آبرو ریزی نہیں

(ایضاح سنت ص ۱۱)

اب میں یہاں قارن صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جناب نور الانوار تو ایک طرف جو صاحب اردو کی ایک سیدھی عبارت کا مطلب نہ سمجھ سکے وہ یقیناً اسی معنی میں مفتی ہے جس معنی میں مفتی فاروق تھے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہم لوگوں کی مثال اس بندر کی سی ہے کہ ایک ادرک کی گرہ
کہیں سے اٹھالی اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگے۔''

(راہ اعتدال ص ۳۹)

ایسے لوگوں کے علم کا بھانڈا پھوڑتے ہوئے جناب تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اکثر لوگ مولانا کہنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں ہمارے
بزرگ ایسے بڑے بڑے علامہ گزرے ہیں بہت سے بہت
مولوی لقب صاحب کا لقب ہوتا تھا مولانا بہت کم کسی کسی
کے لیے اور اب تو اس قدر انقلاب ہوا کہ مولانا سے بڑھ کر
کوئی شیخ الحدیث ہے تو کوئی شیخ التفسیر۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۴ ط ۵ ۳۴)

نیز فرماتے ہیں:۔

''آج اکثر کی حالت یہ ہے کہ نہ علوم ہیں نہ عمل نہ کوئی تحقیق ہے نہ کوئی تدقیق ہے مگر ویسے ہی جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں دیکھئے ہمارے بزرگ، ان کا انتہائی لقب مولانا تھا ورنہ اکثر مولوی صاحب کہلاتے تھے اور آج کل جن لوگوں کو ان سے کچھ نسبت نہیں وہ شیخ الحدیث، شیخ التفسیر امام الہند کہلانے لگے یہ سب نئی ایجاد ہے۔ کیا خرافات ہے خدا بھلا کرے اس جاہ کا اس نے اندھا بنا رکھا ہے۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۴ ص ۱۱۲)

جناب محقق صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''میں انصاف و دیانت کے ساتھ یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں کسی قسم کا غلط جذبہ میرے قلب وفکر میں کارفرما نہیں ہے۔''

(نور سنت کنز الایمان نمبر ص ۴)

جناب کی انصاف پسندی اور امانت و دیانت کا بھرم تو ہم پہلے ہی توڑ آئے ہیں کہ جناب نے کس خیانت کے ساتھ تبسم صاحب کی عبارت کو پیش کر کے اپنے جاہل ہونے کا ثبوت دیا۔ جس پر ہم قارن صاحب کا تبصرہ بھی پیش کر آئے ہیں۔ مزید سنئے جناب سرفراز صاحب اپنے ہی دیو بندی بزرگ قاضی شمس دین کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''شوقِ اعتراض اور جذبہ تردید میں آ کر محترم نے اسے کیا

سے کیا بنا ڈالا۔جس سے ہر سطحی ذہن والا اور کم فہم آدمی ضرور مغالطے کا شکار ہوسکتا ہے کہ بات ایک مدرس اور بڑے بزرگ کی ہے لہٰذا کتاب سماع الموتیٰ میں علمی اور تحقیقی طور پر ضرور خامی اور غلطی ہوگی۔'' (الشہاب المبین ص ۷۵)

قارئین کرام! جولوگ آپسی اختلاف میں اس قدر خیانت کا مظاہرہ کرتے ہیں ان لوگوں سے ہمارے خلاف کسی انصاف کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

دکھ اور رنج اس بات کا ہوا کہ علمائے دیوبند میں مولانا نعمانی کی تنہا وہ شخصیت تھی جو جماعتی اور گروہی عصبیت سے بڑی حد تک پاک صاف نظر آتی تھی ۔۔۔۔لیکن افسوس حالات نے اور موجودہ زمانہ کی روش نے مولانا کو بھی اعتدال کی راہ پر چلنے نہ دیا۔ (اختلافات کا علمی جائزہ ص 122)

یعنی یہ پوری کی پوری جماعت عصبیت کا شکار ہے،اب اس گواہی کے ہوتے ہوئے جناب کی یہ بات ہرگز قابل یقین نہیں ۔

پھر انہی کی حالت پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:۔

''کہ ہمارے ہاں چھوٹا سا نقطہ اختلاف ہوتو اس کو بڑھا کر پہاڑ بنا دیا جاتا ہے، چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکہ جدال بنا ہوا ہے جس کے پیچھے غیبت، جھوٹ، ایذائے مسلم، افتراء و بہتان اور تمسخر و استہزاء جیسے متفق علیہ کبیرہ گناہوں کی بھی

پرواہ نہیں کی جاتی۔ دین کے نام پر خدا کے گھر میں جدال و قتال اور لڑائیاں ہوتی ہیں۔'' (وحدت امت ۴۰)

یہی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''آج افسوس یہ ہے کہ ہم اسوۂ انبیاء سے اتنی دور جا پڑے کہ ہمارے کلام و تحریر میں ان کی کسی بات کا رنگ نہ رہا۔ آج کل کے مبلغ و مصلح کا کمال یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مخالف پر طرح طرح کے الزام لگا کر اس کو رسوا کرے اور فقرے ایسے چست کرے کہ سننے والا دل کو پکڑ کر رہ جائے۔ اسی کا نام آج کی زبان میں زبان دانی اور اردو ادب ہے۔

انا للہ و انا الیہ **راجعون**۔

''آج ہمارے علماء اور مصلحین و مبلغین، کیسے روا ہوسکتا ہے کہ جس سے ان کا کسی رائے میں اختلاف ہوجائے تو اس کی پگڑی اچھالیں اور ٹانگ کھینچنے کی فکر میں لگ جائیں اور استہزاء و تمسخر کے ساتھ اس پر فقرے چست کریں! اور پھر دل میں خوش ہوں کہ ہم نے دین کی بڑی خدمت انجام دی ہے، اور لوگوں سے اس کے متوقع رہیں کہ ہماری خدمات کو سراہیں اور قبول کریں، کاش ہم مل کر سوچیں اور دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں، باطنی گناہ ہمارے جبے اور عمامے کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اس لیے ان کی پرواہ

نہیں ہوتی اور یہی وہ چیزیں ہیں جو دراصل سارے تفرقوں
کی بنیاد ہیں۔'' (وحدتِ امت ص ۳۱۔ ۳۲)

اب ان واضح حقائق کے باوجود امانت ودیانت کا دعویٰ کرنا صرف طفلانہ مغالطہ اور الفاظ کی فریب کاری ہے اس کا حقیقت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔

کنز الایمان کو لکھنے کا سبب

نجیب صاحب مزید لکھتے ہیں:

''قرآنِ مجید کے دیگر تراجم موجود تھے، تو ایک ایسے نئے ترجمہ کی کیا ضرورت تھی؟ جس کو لکھ کر اختلاف کی راہ ہموار کی جائے اور اس کے خلاف ترجمہ کرنے والوں کو طعن وتشنیع کا مرتکب کہا جائے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۴)

مفتی شمشاد صاحب کنز الایمان کے معرضِ وجود میں آنے کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اب تک اردو میں جو تراجم قرآنی موجود تھے، ان کی حیثیت سے آشنا کیا اور بتایا کہ یہ مترجمین پورے طور پر کامیاب نہیں ہوتے۔ ان ترجموں کا اگر تجزیاتی طور پہ مطالعہ کریں تو آپ خود بھی ان ترجموں کو مندرجہ ذیل خانوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے قرآن مقدس کا اردو

میں ترجمہ کیا۔ مگر وہ قرآنی مفاہیم کو اردو زبان میں مکمل طور پہ پیش نہ کر سکے۔

(۲) مولانا عبدالقادر صاحب نے ٹھیک نو سال کے بعد قرآن مقدس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ انھوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں سلاست، روانی اور رواں دواں لفظوں کے استعمال کا ضرور التزام رکھا، مگر کہیں کہیں متروک، غیر مانوس لفظوں کا استعمال کر کے اپنے ترجموں کو بوجھل کر دیا۔

(۳) بعض مترجمین کی قرآن فہمی ہی ناقص تھی۔ وہ آیاتِ ربانی کو پورے طور پر نہیں سمجھ پائے اسی لیے انھوں نے کچھ کا کچھ ترجمہ کر دیا۔

تراجم قرآنی کے یہ حالات تھے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے یہی حالات امام احمد رضا کے سامنے پیش کر دیئے۔

(انوار کنزالایمان ص ۷۶۴)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''بعض لوگوں نے محض تجارت کی غرض سے نہایت بے احتیاطی سے قرآن کے ترجمہ شائع کرنا شروع کیے، جن میں بکثرت مضامین خلاف قواعد شرعیہ بھر دیئے جن سے عام مسلمانوں کو بہت مضرت پہنچی ہے۔ مگر چونکہ کثرت سے ترجمہ بینی کا مذاق پھیل گیا ہے وہ رسالے اس غرض کی تکمیل کے لیے کافی ثابت نہ ہوئے تاوقتیکہ ابناء زمانہ کو کوئی ترجمہ بھی نہ بتلایا جاوے جس میں مشغول ہو کر ان تراجم مبتدعہ مخترعہ سے بے التفات ہو جاویں ہر چند کہ تراجم و تفاسیر محققین

سابقین کے بالخصوص خاندان عزیزیہ کے ہر طرح کافی ووافی ہیں مگر ناظرین کی حالت وطبیعت کو کیا کیا جاوے کہ بعض تفاسیر میں عربی یا فارسی نہ جاننے کی مجبوری، بعض تراجم میں اختصار یا زبان بدلے جانے کا عذر مانع دلچسپی ہوا۔''

(بیان القرآن ج ا ص ٦)

قارئین یہ تھے وہ حالات جو ترجمہ کنز الایمان کے معرض وجود میں آنے کا سبب بنے۔ اور اعلیٰ حضرت سے پہلے شاہ برادران کے علاوہ ڈپٹی نذیر اور تھانوی صاحب کا ترجمہ موجود تھا۔ خاندان عزیزی اور ڈپٹی صاحب کے تراجم کے بارے میں وضاحت تو خود تھانوی صاحب نے کردی اب جہاں تک ان کے ترجمہ کا تعلق ہے تو اس ترجمہ پہ تو خود دیوبندی حضرات گستاخی کا فتویٰ لگا چکے ہیں جس کی تفصیل آگے آئے گی مگر یہاں ہم تقی عثمانی صاحب کا بیان نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں موصوف لکھتے ہیں:۔

''اردو کے مستند ترجمے جو اس وقت موجود ہیں وہ عام مسلمانوں کی سمجھ سے بالاتر ہوگئے ہیں۔''

(آسان ترجمہ قرآن پیش لفظ)

لہٰذا اس لیے اس دور میں بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی ضرورت ہے جو نہ صرف عام فہم ہے بلکہ اس میں عصمت انبیاء کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

''اردو زبان میں قرآن پاک کے بہت سے ترجمے لکھے گئے

ہیں اور بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ترجمہ کرنے کے لیے عربی لغت اور گرائمر سے واقف ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بارگاہ الوہیت اور دربار رسالت کا ادب و احترام، عصمت انبیاء کا لحاظ، ناسخ ومنسوخ، شان نزول سے واقفیت، بظاہر اختلاف رکھنے والی آیات کے درمیان تطبیق، عقائد اہلسنت، تفسیر صحابہ وتابعین اور تفسیر سلف صالحین پر گہری نظر اور عبور ہونا بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں بے مثال مہارت، وسیع مطالعہ اور حیرت انگیز حافظہ عطا فرمایا تھا انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کرکے عامۃ المسلمین پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ بلاشبہ ان کا ترجمہ ان تمام خوبیوں کا حامل اور قرآنِ پاک کا بہترین ترجمان ہے۔'' (تقریظ بر تسکین الجنان)

قارئین یہ تمام خصوصیات جو شرف صاحب نے نقل کی ہیں ان میں سب سے ضروری بارگاہ الوہیت اور دربار رسالت کا ادب ہے (تقابلی جائزے اور امام اہلسنت کے ترجمہ کے دفاع کا سبب بھی عصمت انبیاء کا تحفظ ہے) جبکہ تھانوی صاحب کا ترجمہ بھی عصمت انبیاء کو مجروح کرتا نظر آتا ہے۔ موصوف سورۂ یوسف کی آیت ۲۴ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔'' (بیان القرآن ص ۲۴۶)

اس آیت کے ترجمہ پہ تفصیلی گفتگو تو ہم جناب ابوایوب صاحب کے مضمون کے جواب میں کریں گے یہاں پہ ہم صرف دیوبندی امیر شریعت کا حوالہ پیش کرتے ہیں موصوف کہتے ہیں:

''یہاں بعض لوگ ھم بہا سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کرلیا تھا۔ اب کون سمجھائے قرآنِ پاک کے اسلوبِ بیان کو، یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو خطا و عصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔''

(خطبات امیر شریعت ص ۴۹)

جناب عطاء اللہ صاحب! یہ نا سمجھ آپ کے حکیم الامت ہی ہیں جنہوں نے اس آیت میں عصمت انبیاء کا پاس نہ رکھتے ہوئے غلط ترجمہ کر دیا۔ اس لیے ان حالات میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کنز الایمان نے بزم ہستی میں وجود پا کر بہت سے لوگوں کے ایمان کی حفاظت کی۔ اور جہاں تک نجیب کا یہ کہنا کہ:۔

''تو ایک ایسے نئے ترجمہ کی کیا ضرورت تھی؟ جس کو لکھ کر اختلاف کی راہ ہموار کی جائے اور اس کے خلاف ترجمہ کرنے والوں کو طعن و تشنیع کا مرتکب کہا جائے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۴)

تو یہ ان کی بات سرے سے ہی غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے اختلاف کرنے والوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے بلکہ اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ موجودہ تراجم میں فوقیت اعلیٰ حضرت کے ترجمے کو ہے۔

آگے لکھتے ہیں:۔

''اور لطف کی بات یہ ہے کہ احمد رضا نے ان ترجموں پر اور مترجموں پر یعنی شاہ عبد القادر محدث دہلوی پر کبھی کفر کا فتویٰ بھی اس وجہ سے نہیں لگایا کہ انہوں نے ترجمہ کیا ہے۔ جبکہ شاہ عبد القادر کا ترجمہ خود احمد رضا بھی استعمال کرتے رہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۴)

قارئین اس جگہ نجیب صاحب اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے شاہ صاحب کے ترجمہ سے استفادہ کیا اور اس پہ گستاخی کا فتویٰ نہیں لگایا جبکہ اس کے برعکس اسی کنز الایمان نمبر میں مولوی منیر احمد اختر صاحب لکھتے ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت احمد رضا خان مسلمہ اہل حق کے مترجمین و مفسرین بالخصوص خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تراجم کے خلاف ذہن رکھتے تھے۔'' (کنز الایمان نمبر ۱۳۷)

یہاں یہ قابل توجہ بات ہے کہ ایک صاحب تو اعلیٰ حضرت پہ الزام تراشی کرتے ہوئے انہیں خاندان شاہ ولی اللہ کا مخالف جبکہ دوسرے صاحب نے کھلے لفظوں میں ان تراجم سے استفادہ کرنے کا اقرار کیا۔ نجیب صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''بالآخر قرآن کو بھی نزاعی بنانے کے لیے مولوی امجد علی بریلوی نے احمد رضا کے سامنے ترجمہ قرآن کرنے کی التجاء

پیش کی، اور احمد رضا کو اس کی ضرورت اور افادیت سے آگاہ کیا۔'' (انوار کنز الایمان ص ۶۳ ۷، کنز الایمان نمبر ۵)

قارئین! یہ بھی جناب کا بہتان ہے کہ قرآن کو نزاعی بنانے کے لیے ترجمہ کیا گیا۔ اس قسم کی کوئی عبارت مذکورہ صفحے پہ موجود نہیں اور ترجمہ لکھنے کے سبب کی وضاحت ہم اوپر کر آئے ہیں۔

کنز الایمان کو لکھنے کا وقت

نجیب صاحب آگے لکھتے ہیں:۔

''احمد رضا خان بھی مسلسل بہانے بناتے رہے اور ترجمہ قرآن جیسے اہم کام کے لیے بھی لیت و لعل سے کام لیتے رہے اور کہتے رہے کہ میرے پاس مستقل وقت نہیں اور باوجود وعدوں کے اس کے لیے وقت نہ نکال سکے۔''

(انوار کنز الایمان صفحہ ۱۰۵۱، ۱۰۷، کنز الایمان نمبر ص ۵)

یہ نجیب کا جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت بہانے بناتے رہے بلکہ مصروفیت کی وجہ سے وقت نہ نکال سکے۔ اعلیٰ حضرت کی مصروفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے دیوبندی مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ادھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بیک وقت شیخ طریقت بھی تھے، معلم شریعت بھی تھے، مقرر اور خطیب بھی تھے، عالم اور طبیب بھی تھے، بے حد مصروف الاوقات بھی تھے۔''

(غلغلہ برزلزلہ ص ۲۴)

لہٰذا اتنی مصروفیت کے باوجود امام اہلسنت نے قرآن کا ترجمہ مکمل کیا۔ اب یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے بہانے بنائے سوائے جھوٹ اور مغالطے کے کچھ نہیں ۔

اور جہاں تک کثرتِ مشاغل کی بات ہے تو سنئے آپ کے شیخ الہند کے ترجمہ کے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں :۔

''دراصل مولانا نے یہ ترجمہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق اپریل ۱۹۰۹ میں شروع کیا۔ اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند میں تھے اور اشغالِ علمی کی کثرت کی وجہ سے ترجمہ کا وقت کم ملتا تھا۔'' (قرآن حکیم کے اردو تراجم ۲۹۴)

اب ہم یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ ترجمہ کے لیے کم وقت اسی لیے تھا کہ جناب اپنی کانگریسی سرگرمیوں میں مصروف تھے اس کے علاوہ جناب کبھی الجہد المقل نامی کتاب لکھ کر اللہ رب العزت کی گستاخیوں میں سرگرم تھے یا جناب اپنے قطب الارشاد کے مرکر مٹی میں ملنے پہ نوحہ کناں تھے اور مرثیہ پڑھنے پہ محو تھے اس لئے جناب کے پاس ترجمہ قرآن کے لیے ہی وقت کم تھا۔اس کے بعد نجیب صاحب مزید لکھتے ہیں :۔

''آخر کار احمد رضا مجبوراً ترجمہ کے لیے تیار ہو گئے لیکن ترجمہ قرآن جیسے ضروری اور اہم کام کے لیے جو وقت احمد رضا نے پاس کیا وہ قیلولے کا وقت تھا، جو انسان قیلولے کا عادی ہو وہ اس وقت چونکہ نیند کی غنودگی اور جھونکے محسوس کرتا ہے، اس

لیے احمد رضا نے نیم خفتگی کی حالت میں ترجمہ قرآن جیسا اہم کام شروع کیا۔"

(انوار کنز الایمان ۹ ۷ ۶، ۶۶۲، ۷۳، ۵۰، کنز الایمان نمبر ص ۵)

قارئین ! حسب عادت یہاں پر بھی محقق صاحب نے نہایت بد دیانتی کا مظاہرہ کیا۔ ان کے پیش کردہ کسی حوالے میں یہ بات موجود نہیں کہ اعلیٰ حضرت قیلولے کے عادی تھے اس واسطے ترجمہ نیم خفتگی میں لکھوایا بلکہ وہاں صرف اس بات کی تصریح ہے کہ آپ نے ترجمہ کرنے کے لیے قیلولے اور رات کو سونے کا وقت مقرر کیا۔ اور جہاں تک ڈاکٹر مجید صاحب کی بات ہے تو انہوں نے آگے خود وضاحت فرمادی:۔

"جو آپ کا آرام اور وظائف پڑھنے کا وقت تھا۔"

(انوار کنز الایمان ص ۵۰)

لہٰذا ان کے نزدیک بھی وہی وقت ہے جو دوسرے حضرات بیان فرما رہے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ بات مسودے کو دیکھ کر کہی ہے کیونکہ اس میں قبل عشاء کے الفاظ ہیں اس واسطے انہوں نے مغرب کا وقت لکھا ہے اور بقول منظور نعمانی اس طرح کی معلومات میں اختلاف ہوسکتا ہے۔

پس پردہ ان دیکھی قوت

عنوانِ بالا کے زیر تحت نجیب صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ایک غیبی قوت کروا رہی تھی اور وہ غیبی قوت انگریز کی تھی۔ اس پہ مندرجہ ذیل عبارت پیش کی:

''سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے۔''

(ابحاث اخیرہ ص ۴)

یہاں سرکار سے مراد انگریز ہے کیونکہ تذکرۃ الرشید کی عبارت میں بریلوی حضرات سرکار سے مراد برٹش گورنمنٹ لیتے ہیں۔

(تلخیصا کنز الایمان نمبر ص ۶۔۷)

اس جگہ ایک دفعہ پھر اس دیوبندی مفتی نے زبردست خیانت کا مظاہرہ کیا۔ابحاثِ اخیرہ کی پوری عبارت کچھ اس طرح ہے کہ:۔

''سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی، میں تو خوش ہوں کہ مجھے جتنی گالیاں دیتے افترا کرتے برا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدگوئی،عیب جوئی سے غافل رہے۔'' (ابحاث اخیرہ)

مزید فرماتے ہیں:۔

''مجھے میرے سرکار ابدقرار حضور پُرنور سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے۔''

(ابحاث اخیرہ)

قارئین یہاں لفظ سرکار سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت خود اعلیٰ حضرت نے کر دی ہے۔جبکہ اس دیوبندی خائن نے خط کشیدہ الفاظ نقل نہیں کیے۔اور جہاں تک بات تذکرۃ الرشید کی عبارت کی ہے تو ہم تمام قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ تذکرۃ الرشید کا سیاق وسباق پڑھیں اور خود ملاحظہ کریں کہ وہاں سرکار

سے کیا مراد ہے۔اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ہم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا:۔

''خود عاشق الٰہی نے اس پر عنوان قائم کیا کہ الزام بغاوت اور اس کی کیفیت۔یعنی بغاوت کا صرف الزام تھا حقیقت میں تو وہ اپنی سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔'' پھر اس عنوان کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں امام ربانی پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیااور مفسدوں میں شریک ہونے کی تہمت باندھی گئی۔

''جناب دیکھیں مؤلف تو کہہ رہے ہیں کہ یہ صرف الزام تھا تہمت تھی اس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آپ لوگوں کی یہ تاویل کہ سرکار کا اطلاق اللہ کی ذات پر ہوتا ہے بھی غلط ہے۔ورنہ یہ بتائیں کہ کیا گنگوہی صاحب پر اللہ سے باغی ہونے کا الزام لگایا تھا۔پھر اگر گنگوہی اللہ کا باغی تھا تو انگریز حکومت کو کیا تکلیف تھی کہ ان کے خلاف تحقیقات کر رہی تھی؟ پھر یہ بھی بتائیے کہ جب بغاوت اللہ سے کی تھی تو انگریزی کورٹ میں صفائی کے لیے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اسی میں ہے کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۱۲۰) اب سوال

پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ اللہ کا خیر خواہ تھا؟ کیا رب العزت کو بھی خیر خواہی کی ضرورت پیش آتی ہے؟ ہم قارئین سے عرض کرتے ہیں کہ وہ خود تذکرۃ الرشید کا عنوان الزام بغاوت اور اسکی کیفیت کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔'' (جی ہاں دیوبندی انگریز کے ایجنٹ ہیں ص ۱۰)

فی البدیہہ ترجمہ

جناب نے مولانا عبدالمبین اور مجید اللہ صاحب کی تحریروں کے درمیان تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی جبکہ خود عبدالمبین صاحب لکھتے ہیں:۔

''ترجمہ کا طریقہ ابتدا میں یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب و مطالعہ کی تیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہو جاتا ہے۔'' (انوار کنز الایمان ص ۸۷)

لہٰذا ابتدائی طریقہ کار پہ دونوں حضرات متفق ہیں اور جو حوالہ جناب نے پیش کیا وہاں مسودے پہ تصحیح کا ذکر ہے لہٰذا دونوں عبارات میں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر یہ جناب کا جھوٹ ہے کہ صدر الشریعہ نے ترجمہ میں تصرف کیا بلکہ خود نعمانی صاحب کی عبارت سے واضح ہے کہ تصحیح خود اعلیٰ حضرت نے کی تھی۔ اور یہ اعتراض کہ ترجمے میں موجود تھا کہ ''اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کرو'' جبکہ

پورا ترجمہ ہے ''اے ایمان والو! اللہ و رسول سے خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں'' یہاں نہ کا تعلق دونوں فقرات سے ہے۔اس کے علاوہ یہ کتابت کی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔اس واسطے تو تصحیح کی گئی۔

ترجمے کی مقبولیت

قارئین اس عنوان سے محقق صاحب رقم طراز ہیں کہ:۔

''احمد رضا کے ترجمے کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۱۲ میں مکمل ہونے والا کنزالایمان پہلی بار ۱۹۱۸ میں شائع ہوا۔''

(انوار کنزالایمان صفحہ ۱۰۰، ۱۱۸، کنزالایمان نمبر ص ۱۰)

یہ ہے جناب کی تحقیق کا عالم اور یہ ہیں دیو بندی محقق جن کو اتنا ہی نہیں پتہ کہ کتاب کی مقبولیت کا پتہ اس کے چھپنے کے بعد چلتا ہے۔اور اگر ان کے پیش کردہ مفروضے کو مان بھی لیا جائے تو یہ بات ہر وہ آدمی جانتا ہے جس کا تالیف و تصنیف سے کوئی تعلق ہے کہ اکثر کتاب مکمل ہونے کے باوجود بھی کچھ وجوہات کی بناء پہ تعطل کا شکار ہو جاتی ہے۔ہم اس جگہ دیو بندی حضرات کے کئی حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے جواب بہت پہلے ہی تیار تھا مگر ہم اسے شائع اب کر رہے ہیں۔کیا ان حضرات کی کتب کے بارے میں بھی نجیب صاحب یہی تبصرہ کریں گے۔اور کنزالایمان کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ہرگز ہرگز اس کی اشاعت میں کوئی تعطل نہیں ہوا اور نہ ہی جناب کوئی ایسا حوالہ دے پائے اور جو انہوں نے صفحہ نمبر ۱۰۰ کا حوالہ دیا تو وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ:۔

''ترجمہ تقریباً سال ڈیڑھ سال کے اندر ۲۸ جمادی الآخر

۱۳۳۰ھ کو مکمل ہوا جو جلد ہی مراد آباد پریس سے شائع ہوا۔"

(انوار کنز الایمان ص ۱۰۰، ۱۰۱)

قارئین یہ ہے اس محقق نامراد کی تحقیق کا حال، اب تک معترض مذکور کی جانب سے حوالہ جات میں کی گئی خیانت جناب کے اس دعوے کی دھجیاں اڑا دیتی ہیں کہ وہ انصاف پسندی کے ساتھ لکھ رہے ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ بآسانی محسوس کیا جا رہا ہے کہ معترض صاحب کا مقصد صرف الزام تراشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور جناب نے جو صفحہ نمبر ۱۱۸ کا حوالہ دیا وہاں بھی اس قسم کی کوئی بات موجود نہیں بلکہ صرف اتنا موجود ہے کہ ۱۹۱۱ میں یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ وہاں بھی یہ بات ہرگز موجود نہیں کہ ترجمہ کنز الایمان ۱۹۱۸ میں طبع ہوا۔ پھر خود دیوبندی حضرات نے ترجمہ کنز الایمان کے متعلق اقرار کیا کہ:۔

"جو مراد آباد میں مطبع نعیمی میں ۱۳۳۰ھ میں چھپا تھا۔"

(قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۳۱۷)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"اس سال (۲۰۱۱) کنز الایمان کو عیسوی تقویم سے ۱۰۰ سال مکمل ہو چکے ہیں۔" (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۱۶)

یہاں ۱۹۱۱ء میں کنز الایمان کے معرضِ وجود میں آنے کا صاف اقرار موجود ہے۔ معترض مذکور آگے لکھتے ہیں:۔

"کنز الایمان کی پہلی اشاعت نعیمی پریس مراد آباد سے ہوئی، دوسری اشاعت اہل سنت برقی پریس مراد آباد میں

مولوی نعیم الدین مراد آبادی کے حواشی کے ساتھ ۱۹۴۸ میں
پہلی اشاعت کے دس سال بعد ہوئی۔''

(انوار کنزالایمان صفحہ ۱۱۹، کنزالایمان نمبر)

میں کہتا ہوں یا تو جناب کی آنکھیں کام کرنا چھوڑ گئی ہیں یا حضرت تعصب میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ ان کو اردو کی ایک سیدھی عبارت سمجھ میں نہیں آتی۔معترض صاحب کی پیش کردہ عبارت کچھ یوں ہے کہ:۔

''کنز الایمان کی پہلی اشاعت نعیمی پریس مراد آباد سے
ہوئی، دوسری اشاعت اہل سنت برقی پریس مراد آباد میں
مولوی نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء) کے تفسیری حواشی
خزائن العرفان کے ساتھ ہوئی۔'' (انوار کنزالایمان ص ۱۱۹)

اب ہمیں یہ بتایا جائے کہ جو بندہ ایک سیدھی عبارت نہیں پڑھ سکتا، جھوٹ پہ جھوٹ خیانت پہ خیانت کیے جارہا ہے کیا اسے محقق بلکہ محقق العصر کہلانے کا حق ہے؟ یہاں پہ تو ہم مفتی عمیر کا تبصرہ ہی قارئین کی نذر کرتے ہیں جو کیا تو جناب نے حضرت علامہ اختر رضا خان پہ تھا مگر یہ سو فیصد فٹ مولوی نجیب پہ آتا ہے۔عمیر صاحب لکھتے ہیں:۔

''خدام ایسے کہ کذب بیانی کا وہ قلم اپنے دست ناتمام میں
لیے بیٹھے ہیں کہ اگر شیطان دیکھے تو بے ساختہ زبان سے کہے
گاانت قائدنا و مولانا۔'' (فضل خداوندی ص ۳۹)

ہماری طرف سے یہ تبصرہ جناب نجیب صاحب کے متعلق قبول فرمائیں۔ جہاں

تک بات ہے جناب کے پیش کردہ اگلے حوالے کی تو ہم اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ قارئین خود انوار کنز الایمان کا وہ مضمون ملاحظہ کریں ساری بات خود بخود واضح ہو جائے گی ۔ یہاں ہم ترجمہ کنز الایمان کی مقبولیت کے متعلق دیوبندی حضرات کا بیان ہی پیش کر دیتے ہیں، ایک صاحب لکھتے ہیں :۔

''اوائل بیسویں صدی میں لکھے جانے والے مشہور ترجموں میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ بھی ہے۔''

(قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۳۱۵)

اسی طرح دیوبندی ترجمان نے تسلیم کیا ہے کہ کنز الایمان کو تراجم میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۴ ص ۲۴)

اسی طرح دیوبندی حضرات نے اسے مشہور تراجم کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

(بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۵)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں :۔

''مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کی تفسیر قرآنِ پاک بھی قابلِ ذکر ہے۔'' (انوار السوانح ص ۱۴۰)

شاہ عبدالقادر اور محمود الحسن کا ترجمہ اور ہمارا موقف

نجیب صاحب نے اس جگہ یہ کہا کہ شاہ صاحب کے ترجمے کو اعلیٰ حضرت کی تائید حاصل ہے اور شیخ الہند نے انہی کے ترجمہ کی توضیح کی ہے مگر یہ آج کل بریلوی حضرات اس ترجمے پہ گستاخی کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

(ملخصا کنز الایمان نمبر ص ۱۲)

شاہ صاحب کے ترجمہ کے متعلق ہمارا مؤقف یہی ہے کہ یہ ترجمہ اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ اور ہمارے اس مؤقف کی تائید خود دیوبندی حضرات بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''ترجمہ شاہ عبد القادر چھاپنے والوں نے آج تک جو اس میں خودساختہ تحریف کر دی تھی۔''

(تذکرہ وسوانح علامہ شبیر احمد عثمانی ۲۹۰)

تفصیل آ گے گھمن صاحب کے مغالطات کے جواب میں آتی ہے۔اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ محمود الحسن نے شاہ صاحب کے ترجمہ میں صرف متروک الفاظ کو تبدیل کر کے توضیحی ترجمہ کر دیا۔ یہ بات مکمل طور پہ درست نہیں، کیونکہ خود آپ کے شیخ الہند لکھتے ہیں:۔

''البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ دخل کر دیا ہے۔'' (مقدمہ ص ٦)

یعنی اس ترجمے میں جناب محمود الحسن صاحب کے اپنے خیالات بھی شامل ہیں۔اسی طرح ڈاکٹر مجید اللہ صاحب اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مولوی محمود الحسن دیوبندی کا اعتراف اور ان کا کیا ہوا ترجمہ قرآن کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ مولوی محمود الحسن مترجم قرآن نہیں ہیں کیونکہ اس ترجمہ میں ۹۰ فیصد ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی کا ہی استعمال ہوا ہے جس کا آپ نے خود اقرار کیا ہے اور ایک اور ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی میں صرف چند مقامات

پر متروک الفاظ کو بدل دیا، کچھ محاورات تبدیل کیے البتہ اپنے عقائد و نظریات کو بھرپور جگہ دی ہے جو عقائد اہل دیوبند کے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ شاہ عبدالقادر دہلوی یا شاہ عبدالعزیز دہلوی یا ان کے والد شاہ ولی اللہ کے عقائد و نظریات ہرگز ہرگز وہ نہ تھے جو اہل دیوبند کے ہیں جب کہ محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ قرآن عقائد میں اہل دیوبند کی نمائندگی کرتا ہے۔'' (انوار کنز الایمان ۱۰۳)

اور دیوبندی حضرات کے عقائد تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ جیسی کتب میں موجود ہیں جن کا خاندان دہلوی سے ہرگز واسطہ نہیں۔ تقویۃ الایمان کے متعلق گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۱)

ابوعلی الحسن ندوی لکھتے ہیں:۔

''حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید کا رسالہ ''تقویۃ الایمان'' کے (جو اس جماعت کے مسلک کا پورا ترجمان ہے)''

(تذکرہ مولانا زکریا ص ۱۷۰)

امداد اللہ مہاجر مکی صاحب، اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔''

(امداد المشتاق ص ۸۲)

ایسے ہی انظر شاہ کاشمیری قاسم نانوتوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ صرف از ہر الہند دار العلوم دیو بند کے بانی نہیں بلکہ فکر کے امام ہیں۔''

(نقش دوام ص ۳۸)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ان کے مسلک کی ابتدا اسماعیل سے ہوئی کیونکہ تقویۃ الایمان ان کی بنیادی کتاب ہے، اور اسی بندے نے سب سے پہلے شاہ صاحب سے اختلاف کیا اور باقاعدہ دیوبندی دھرم کو منظم کرنے کا کام قاسم نانوتوی نے کیا جس کی وجہ سے ان کو دیوبندی فکر کا امام کہا گیا۔ہم یہاں پہ ایک اور بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں جو آگے چل کر بہت کام آئے گی۔ قارئین یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ لفظی کرنے پہ گستاخی کا فتویٰ ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی جمہور علمائے کرام نے فقط ترجمہ قرآن کی بناء پہ کسی کو کافر یا گستاخ قرار دیا۔ بلکہ اگر کسی نے ترجمہ کو پیش بھی کیا ہے تو ان کے گستاخانہ عقائد کی تائید میں پیش کیا ہے۔ کیونکہ دیوبندی حضرات نے اپنے مخصوص نظریات کی ترویج کے لیے ترجمہ قرآن کو مشق ستم بنایا جس کی ہم سر دست صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہے کہ:۔

''مقدور العبد مقدور باری تعالی ہے۔''

(تذکرۃ الخلیل ۱۴۱)

اب اپنے اس مخصوص عقیدے کو ذہن میں رکھتے ہوئے دیوبندی حضرات نے مکر، ہنسنا، بھول جانا جیسے الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ کیونکہ

ان حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر وہ کام کرسکتا ہے جس کو کرنے پہ ابن آدم قادر ہے لہٰذا ان کے تراجم میں ان الفاظ کی نسبت مجازی نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں سمجھی جائے گی۔ چنانچہ اگر کسی نے دیوبندی ترجمہ پہ گرفت کی ہے تو وہ ان کے نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے اور بالفرض اگر وہی ترجمہ کسی سنی عالم دین نے اپنے ترجمۃ القرآن میں کیا ہو تو ہم اس کو مجازی معنی میں محمول کریں گے۔ یہ تمام مذکورہ بالا گفتگو ہم نے دیوبندی حضرات کی عبارات کی روشنی میں کی ہے۔ جناب قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر دہلوی نے ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورتاً نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے اور اس دور میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے تعلیم یافتہ لوگ واقف تھے اور علمی طور پر ایسے مسائل حل کیے جاتے تھے اس لیے ذنب کا معنی گناہ لکھنے سے غلط فہمی کا موقع کم ہوتا تھا۔'' (علمی محاسبہ ص ۲۹۸)

قارئین اس حوالہ بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ترجمہ قرآن میں عقیدے کا دخل ہوتا ہے اور حکم مترجم کو دیکھ کر لگتا ہے۔ لہٰذا جب کسی اہل سنت کے کسی بزرگ نے لفظی ترجمہ کیا ہو تو اسے مجازی معنی پہ محمول کریں گے۔ لیکن ایسا شخص جو انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت حقیقی طور پہ کرے اس کو مجازی معنی کی تاویل سودمند نہ ہوگی۔ اور جہاں تک تھانوی صاحب کے ترجمہ کی بات ہے تو اس کے متعلق

گزارشات ہم پہلے عرض کرآئے ہیں اور جو انوار کنز الایمان کا حوالہ نجیب صاحب نے پیش کیا اس سے متصل ہی یہ بات بھی موجود ہے:۔

> ''مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے ترجمہ قرآن میں انبیاء کی عظمت کو اجاگر کرنے کی بجائے اتنا گرادیا کہ مسلمان کا دل لرز جائے۔'' (انوارکنزالایمان ص ۵۵۰)

اعلیٰ حضرت اور محمودالحسن کے ترجمہ میں فرق

نجیب صاحب نے حسب عادت بہتان تراشی کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

> ''احمد رضا خان کا ترجمہ قیلولے اور نیم خفتگی کی حالت میں لکھا گیا۔'' (کنزالایمان نمبر ص ۵۹)

یہ نجیب کا سخت جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے نیم خفتگی کی حالت میں یہ ترجمہ لکھا۔قارئین یہ جھوٹ نجیب صاحب نے بار بار بولا ہے جب کہ ان عبارات میں صرف اتنا ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت نے قیلولہ کے وقت کو ترجمہ قرآن کے لیے مختص کیا اور اپنے آرام کے وقت کو بھی ترجمہ قرآن پہ قربان کردیا۔مجید اللہ قادری صاحب نقل کرتے ہیں:۔

> ''مشہور روایت کے مطابق امام احمد رضا خان بریلوی اپنے مشاغل میں اتنے مصروف رہا کرتے کہ صرف دو گھنٹے رات میں آرام کرتے یا دن میں کھانا کھانے کے بعد سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کچھ دیر قیلولہ کرتے، ورنہ ۲۲ گھنٹے کتب بینی، تصنیف و تالیف، درس و تدریس، با جماعت

نماز پنجگانہ، ورد و ظائف اور خلق خدا کی دوسری خدمات دینیہ میں مصروف رہتے۔'' (کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن)

مگر کیا کیا جائے اس تعصب کا جو کسی کی تعریف میں بھی برائیاں نکالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس کے بعد جناب نے نرم بستر پر بیٹھ کر ترجمہ لکھنے پہ اعتراض کیا، اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ اس میں آخر برائی کیا ہے؟ اور جہاں تک یہ بات کہ شیخ الہند نے مالٹا جیل کی قید و بند میں تکالیف جھیلتے ہوئے ترجمہ لکھا یہ بھی نرا کذب ہے۔ اس کی وضاحت ہمارے مضمون ''جی ہاں دیو بندی انگریز کے ایجنٹ ہیں'' میں موجود ہے۔

تعارف اعلیٰ حضرت

قارئین! دیو بندی حضرات اعلیٰ حضرت کے دلائل کا تورد کر نہیں پاتے لہٰذا ان کو کمزور کرنے کے لیے شخصیت امام اہلسنت پہ کیچڑ اچھالنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں، جبکہ خود دیو بندی حضرات نے تسلیم کیا ہے کہ مولوی کی ذات نہیں بلکہ اس کی بات زیر بحث ہوتی ہے۔ گھمن صاحب لکھتے ہیں: ۔

''مولوی کی ذات نہیں مولوی کی بات دیکھتے ہیں۔ مولویوں کی ذات زیر بحث نہیں آتی، مولوی کی بات زیر بحث آتی ہے، مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، مولویت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر یہ مولوی ہونے کا دعویٰ کرتا تو ہم ذات پر بحث نہ کرتے۔'' (خطبات برماص ۱۱۱)

مزید لکھتے ہیں:۔

''پہلے نبی کی ذات ہوتی ہے پھر نبی کی بات ہوتی ہے۔ نبی کی ذات پر ایمان فرض ہے نبی کی بات پر بھی ایمان فرض ہے۔ مولوی کی ذات پر ایمان نہیں ہوتا مولوی کی بات پر ایمان ہوتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی مولوی ہونے کا مدعی ہوتا ہم اس کی ذات پہ بات نہ کرتے، اس کے مسئلہ پر اعتراض کرتے۔'' (مجالس متکلم اسلام ص ۵۳)

نیز فرمایا:۔

''ایک نبوت ہے، ایک مولویت ہے۔ ایک نبی ہے، ایک مولوی ہے۔ ایک رسول ہے، ایک مولانا ہے۔ مولوی کی بات اور ہے نبی کی بات اور ہے۔ نبی کی ذات پر ایمان لانا بھی فرض ہے اور نبی کی بات پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ اگر مرزا قادیانی کہتا میں مولوی ہوں ہم اس کی ذات پر بحث نہ کرتے اس کے مسائل پر بحث کرتے۔''

(خطبات متکلم اسلام ج ۳ ص ۱۹۱)

لیکن یہ سب ماننے کے باوجود یہ اعلیٰ حضرت کی ذات پہ رکیک قسم کے اعتراضات کرنے سے باز نہیں آتے۔ ہم پہلے ہی وضاحت کر چکے کہ اعتراضات سے کوئی چیز محفوظ نہیں اور حق پہ اعتراضات ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ دیوبندی حضرات نے لکھا ہے مگر بار بار وہی اعتراض کرنا جس کا بارہا جواب دیا جا چکا ہو، کیا

ناانصافی نہیں؟ اور اس مولوی ساجد نے کوئی نیا اعتراض نہیں کیا بلکہ مطالعہ بریلویت از خالد محمود اور بریلویت از احسان الٰہی ظہیر سے سرقہ کیا ہے۔ایک صاحب کچھ یوں واویلا کرتے ہیں:۔

''جس میں اکابرین دیوبند کے خلاف وہی گھسے پٹے اعتراضات قلم بند کیے،جن کے جواب دیتے ہماری زبانیں گھس گئی ہیں اور لکھتے لکھتے ایک عظیم کتب خانہ تیار ہو گیا ہے۔''　(فضل خداوندی ص ۱۷)

قارئین یہ تو ان کا دل جانتا ہے کہ ''قہر خداوندی'' میں کس طرح کے اعتراضات تھے مگر سردست صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ الزام تو دوسروں کو دینا کہ بار بار وہی گھسے پٹے اعتراض کرتے ہیں اور پھر خود وہی کام کرنا ، بقول خود مولوی ساجد کے کیا کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟　(نور سنت شمارہ نمبر ۱۴ ص ۹)

پھر قارن صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس کا جواب مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے قہر حق میں دے دیا ہے نہ کہیں تذکرہ کیا نہ حوالہ دیا ہے بلکہ مؤلف آئینہ تسکین الصدور کا مارا ہوا شکار ہی اپنے خانہ ساز علمی تھیلے اور پٹاری میں ڈال کر تیس مار خاں بننے کی لاحاصل کوشش کی ہے اور ان ہی کی پکائی ہوئی باسی کڑھی اپنے تعصب کی ہنڈیا میں ڈال کر اپنے حواریوں کی ضیافت میں پیش کی ہے۔ایسا

علمی سرقہ جناب اثری صاحب اور ان کے طبقہ کا لذیذ مشغلہ
ہے اور بہترین علمی تحقیقی سرمایہ ہے کہ وہ دوسروں کی علمی کاوش
اور تحقیق کو اپنی خانہ ساز تحقیق کی پٹاری اور اپنے کھاتے میں
ڈال کر سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنی خاص جماعت سے
حق خدمت وصول کرنے کے علاوہ تحسین کا تمغہ وصول کرنے
کے خواہاں رہتے ہیں۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۱۶،۱۷)

ہم قارن صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اثری صاحب کو طعنہ بعد میں دیجئے گا پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھا دیجئے کہ اس قسم کی حرکات سے باز آجائیں اور سستی شہرت کے لیے وہی کٹے ہوئے اور پٹے ہوئے اعتراضات کر کے علمی دنیا میں رسوا نہ ہو۔ اسی طرح دیوبندی حضرت قطب الاقطاب لکھتے ہیں:۔

''مؤلف اس کا بزعم اپنے علم کے حسب عادات اپنے
اسلاف کے کوس لمن الملک بجاتا ہے اور انہی اعتراضات
قدیمہ کو بطرز دیگر لباس دے کر مدعی ہے کہ اگر کوئی مجھ کو سمجھا
دیوے تو اپنا مذہب ترک کردوں اور یہ ایک دھوکا اہل سنت کو
دیتا ہے کیونکہ اس کے اسلاف صدہا بار ساکت ہوئے تو کون
راہ پر آیا؟ مگر یہ ایک شوشہ ہے جانتا ہے کہ علمائے اہل سنت
اپنی فکر معاش سے خالی نہیں نہ کوئی آپ تک آئے گا نہ آپ کو
روز سیاہ مناظرہ نظر آئے گا نہ نوبت ترکِ مذہب کی پہنچے گی۔''
(ہدایۃ الشیعہ ص ۱۷)

قارئین یہ تمام حوالہ جات واضح کرتے ہیں کہ ایک طرف تو دیوبندی حضرات دوسروں کو طعنہ دیتے ہیں مگر خود ہی اسی کام میں مبتلا ہیں ۔ پھر حوالہ جات پیش کرنے میں حسب عادت اتنی خیانت سے کام لیا کہ خیانت بھی شرم کے مارے ڈوب گئی ہوگی اور سرفراز خان صاحب جن کو رئیس محرفین کہا جاتا ہے ان کی روح بھی اپنے اس روحانی سپوت کے کارناموں پہ خوش ہوگی کہ شاباش بیٹا کیا خوب تم ہمارے نام کو روشن کررہے ہو۔ قارئین ہم نے اختصار کے ساتھ جناب کے مضمون پہ تبصرہ کردیا ہے جو پیش خدمت ہے مگر اس سے پہلے ہم اعلیٰ حضرت کا تعارف خود اعلیٰ حضرت کے مخالفین کی عبارات سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

دیوبندی مولوی خالد شبیر احمد لکھتے ہیں:۔

''مولوی احمد رضا خان بریلوی ہندوستان کے علماء میں ایک ممتاز و منفرد حیثیت رکھتے ہیں آپ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ اپنی علمی تصانیف اور نعت گوئی کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بالعموم اور بریلوی مدرسہ فکر میں خصوصاً انتہائی مقبول و معروف ہیں۔ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے جس میں آپ کے والد محترم نقی علی خان اور جد امجد رضا علی خان بڑے عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بمطابق

جون ۱۸۵۶ءکو بریلی میں ہوئی۔ جد امجد نے آپ کا نام احمد رضا رکھا۔

جہاں تک مولوی صاحب کی تعلیمی حیثیت کا تعلق ہے آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے اجل اور مستند علماء میں ہوتا ہے آپ نے علوم وفنون معاصرین علماء سے حاصل کیے لیکن بعض علوم میں آپ نے ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے بھی کمال حاصل کیا۔ اکثر علوم جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، اُصول، جدل وغیرہ شامل ہیں اپنے والد محترم نقی علی خان سے حاصل کیے۔

علوم وفنون سے فراغت کے بعد آپ نے ساری عمر تصنیف و تالیف اور درس وتدریس میں بسر کردی۔ مولوی صاحب نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں کتب ورسائل تحریر کیے جو ان کی علمی استعداد کی منہ بولتی تصویر ہے۔ درس وتدریس کے میدان میں بھی بے شمار تلامذہ ان سے مستفید ہوئے۔ جن میں بعض بڑے متبحر عالم تھے۔''

(تاریخ محاسبہ قادیانیت دوراول از خالد شبیر احمد صفحہ ۴۵۶)

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف دین لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خان ابن نقی علی خان ابن رضا علی خان کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔ ان کا خاندان دین دار تھا۔ اللہ کے فضل سے وہ بچپن

سے ہی اتنے ذہین تھے کہ چار سال کی عمر میں انہوں نے قرآن شریف پڑھ لیا۔ ۱۲۸٦ھ مطابق ۱۸٦٦ء میں تمام درسی اور دینی کتب کے مطالعے سے فارغ ہوگئے اور درس و تدریس اور تبلیغ وہدایت کی مہم شروع کی ۔ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ میں اپنے والد مولانا نقی علی خان کے ساتھ حج کے لیے حجاز تشریف لے گئے۔ حجاز میں حج کے علاوہ حصول علم کے جذبہ کی تسکین بھی حاصل کی۔ علمائے کبار سے علوم قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور عقائد میں استفادہ کیا اور سند بھی حاصل کی۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح یونیورسٹیوں کے سرٹیفکٹ نہیں ملتے تھے۔ بلکہ معروف مستند جامع علماء کی زیر نگرانی جب کوئی طالب علم محنت سے مطالعہ کرکے علم کی کسی فرع میں تمکن حاصل کرلیتا اور اس کا استاد اس سے مطمئن ہو جاتا تو استاد اپنے طالب علم کو سرٹیفکٹ عطا کرتا وہی سند کہلاتی تھی۔ مولانا کے اساتذہ میں ان کے والد نقی علی خان کا نام ہے جو عالم تھے اس کے بعد مولانا عبد العلی رامپوری سے علم ہیئت اور سید شاہ ابوالحسین نوری سے علم جفر و تکسیر کا اکتساب کیا۔

مولانا احمد رضا خان کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن

بہر حال ان کی تالیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔ یہی نہیں کہ عدداً انہوں نے بہت لکھا بلکہ ان کی تصانیف میں تنوع بھی بہت ہے۔ تقریباً پچاس مختلف علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔ ایک ماہر نثر نگار کے علاوہ مولانا بڑے باذوق شاعر بھی تھے۔ تاریخ اردو کی کتابوں نے ان کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے کہ ان کا تذکرہ اس باب میں نہیں کیا۔ ان کا میدان نعت گوئی تھا۔

کروں مدح اہل دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا میں
گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں واقعی ان کی نعتوں کو پڑھ کے وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔"

(قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۴۲۹۔۴۳۱ قدیمی کتب خانہ)

احسان الٰہی ظہیر لکھتا ہے:۔

"بریلویت کے موسس وبانی علمی گھرانے میں پیدا ہوئے ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔" (بریلویت ص ۲۶)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خان بریلوی مسلک بریلوی کے بانی و رہنما ہیں۔ آپ خاصے علم و فضل کے مالک اور نہایت ذہین و فطین تھے۔ اگرچہ آپ کے بعض افکار سے اختلاف کی یقیناً گنجائش موجود ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ایک

بڑے عالم اور کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ آپ نے
قادیانیت کے خلاف کافی مواد چھوڑا ہے۔''

(تحفظ ختم نبوت کی صدسالہ تحریک ص ۱۲۳۔۱۲۴)

خالد محمود لکھتا ہے:۔

''فاضل بریلوی اپنے دور کے ایک معروف عالم تھے۔''

(مطالعہ ج ا ص ۴۳۱، ج ۳ ص ۳۱۱)

اسی مطالعہ بریلویت میں ہے:۔

''ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اس مکتبہ فکر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف، اس قدر زود رقم کہ بعض رسالے چند گھنٹوں میں تصنیف فرما دیئے۔ خوش گو شاعر، متعدد علوم میں واقفیت و آگاہی رکھنے والے۔ ان کی اردو تحریر میں قوت بھی ہے اور روانی بھی۔ عربی نظم ونثر بے تکان لکھتے ہیں۔''

(مطالعۂ بریلویّت ج ۷ ص ۱۷۲)

منظور نعمانی صاحب اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''لیکن میں ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بے علم نہیں تھے بڑے ذی علم تھے۔ کم فہم اور غبی بھی نہیں تھے بڑے ذہین اور بہت ہوشیار آدمی تھے۔''

(فتنہ بریلی کا نیا روپ ص ۱۶)

آلِ قارون ہونے پہ اعتراض

جناب نے تمام مسلمان پٹھانوں کے نسب میں ایک خاص کا فر کا نام آنے کی وجہ سے طعن کیا ہے۔ یہ کام سب سے پہلے حسین احمد مدنی نے بھی یوں کیا تھا۔

''آخر خود بھی تو اسرائیلی ہی ہیں، اپنے آباؤ اجداد یہود بنی اسرائیل کی ہڈیوں کو زندہ کیا۔'' (الشہاب الثاقب)

جواباً عرض ہے کہ کئی مسلمانوں کے نسب و تاریخ کے بیان میں کافر باپ دادوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں، اس کی بنیاد پر ان کی مسلمان اولاد پر طعن کو درست مان لیں تو روافض کی زبان سے شاید کوئی اکا دکا صحابی ہی محفوظ رہے گا۔ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا بنت ابولہب کو ''بنت حطب النار'' ہونے کا طعنہ دیا گیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناراض ہوئے، (زرقانی علی المواہب)، یونہی ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر یہودیہ کے لفظ سے چوٹ کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ناراض ہوئے۔ (مشکوۃ) مسلمان کے نسب نامہ میں کافر ہوں تو ان سے مسلمان کو طعن دینا جائز نہیں۔ جناب والا! قارون کا لقب دیوبند تھا۔ (فیروز للغات فارسی ا:۸۶ ۴، بحوالہ مروجہ حسنات: ۷) تو تمہارا وہ لقب یوں بنتا ہے کہ:۔ دیوبند ہے قارون لہٰذا دیوبندی قارونی ہیں۔ جناب والا! نسب میں کافر کا ہونا اور بات ہے، وہ غیر اختیاری ہے مگر نسبت میں قارونی کہلانا یہ قابل اعتراض ہے اس پہ طعن ہو گا لہٰذا آج سے جناب آلِ قارون کہلانے کے مستحق ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ کہ معترض خود پٹھان ہے اور نہ صرف نسبتی قارونی بلکہ نسبی بھی قارونی ہونے

کے لحاظ سے ڈبل قارونی ٹھہرا۔

تم چپ رہو تو اس میں تمہارا ہی رہے بھرم
یوں سب کے سامنے تو نہ ہکلاؤ دوستوں

پھر ایک صاحب رقم طراز ہیں کہ:۔

''دوسری طرف یزید کے مخالفین اس کی بداعمالیوں، بدکرداریوں اور ظلم و جور کی بناء پر ان کے والد حضرت امیر معاویہ کی شانِ اقدس میں بھی گستاخیاں روا رکھتے ہیں حالانکہ اسلام میں محض کسی کا باپ ہونا اس کی برائی کا معیار نہیں بلکہ یہ بھی زمانہ جاہلیت کا معیار ہے۔''

(یزید اکابر علماء اہلسنت دیو بند کی نظر میں ص ۵۰)

اگر بیٹے کی وجہ سے باپ پر طعن نہیں کیا جاسکتا تو باپ کی وجہ سے بیٹے پہ طعن کیونکر آئے گا؟

شیعہ ہونے پہ اعتراض

اس کے بعد جناب نے خاندانِ اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں فضول قسم کے اعتراضات کیے جن کا فرداً فرداً جواب پیشِ خدمت ہے۔

کاظم علی خان

ساجد صاحب کاظم علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''حافظ کاظم علی خان صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔''

(نورسنت کنزالایمان نمبرص ۲۰، عقائد وخدمات علمائے دیوبندص ۴۵)

اس کے بعد جناب نے اپنے اختراعی حاشیے سے یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ آپ شیعہ تھے اور ثبوت یہ دیا کہ نواب آصف الدولہ شیعہ تھا لہٰذا آپ بھی شیعہ تھے جبکہ یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے، مغل بادشاہوں کے دربار میں کئی ہندوحضرات بھی وزیر تھے کیا ان سب کو مسلمان کہا جائے گا؟ لہٰذا یہ اصول سرے سے ہی غلط ہے۔

رضا علی خان

لکھتے ہیں:۔

''احمد رضا کی مذکورہ بالا پشتو تک شیعیت نمایاں ہے۔''

(کنزالایمان نمبرص ۲۱)

جی ہاں نمایاں ہے، آپ کے گھر کے بناوٹی حوالوں میں یہی بات موجود ہے وگرنہ حقائق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ پھر سنئے آپ ہی کے گھر کے ایک صاحب دوٹوک یہ اعلان کرتے ہیں:۔

''قارئین کرام! ہم اعلیٰ حضرت پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے شیعہ تھے۔ کیونکہ ہمیں ان کے شیعہ ہونے کی کہیں وضاحت نہیں ملی۔''

(اعانت الامین ص ۴۶)

آشنا اچھا ہے یا نا آشنا

اس کو پوچھو آشنائے راز سے

اس کے بعد ایک عبارت کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی مولانا رضا علی خان انگریز کے غلام تھے جبکہ پوری عبارت ایک بار پھر ان کے دجل کا پردہ چاک کرتی ہے۔ چنانچہ وہاں موجود ہے:۔

''اور پنج وقتہ نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ادھر سے گوروں کا گزر رہوا۔ خیال ہوا کہ شاید مسجد میں کوئی شخص ہو تو اس کو پکڑ کر پیٹیں۔ مسجد میں گھسے، ادھر ادھر گھوم آئے، بولے کہ مسجد میں کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ حضرت کو دیکھنے سے معذور رہے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت ص ۸۷)

پھر حضرت کی ادھوری کرامات ذکر کر کے اعتراض کیا ہم پوری عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حیاتِ اعلیٰ حضرت میں موجود ہے کہ:

''حضرت کا گزر ایک روز کوچہ سیتا رام کی طرف سے ہوا ہنود کے تیوہار ہولی کا زمانہ تھا۔ ایک ہندوانی بازاری طوائف نے اپنے بالا خانے سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا، یہ کیفیت شارع عام پر ایک مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جا کر

تشدد کرنا چاہا، مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا بھائی! کیوں اس پر تشدد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اسے رنگ دے گا، یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بے تابانہ آکر قدموں پر گر پڑی اور معافی مانگی اور اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت ج ا س ۸۵)

''دوسرا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت کے اعزہ میں سے ایک صاحب مسمیٰ بہ وارث علی خان محلہ سوداگراں میں رہتے تھے ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوکر کچھ رقم بطور قرض حاصل کی ان کے شباب کا زمانہ تھا اور مزاج آزاد واقعہ ہوا تھا اسی لیے حضور نے فرمایا اس رقم کو بے جا صرف نہ کیا جائے۔ اقرار کیا اور چلے گئے۔ (مگر) اسی روز اسی روپیہ کو لےکر ایک طوائف کے یہاں گئے، جب زینہ پہ پہنچے، دیکھتے ہیں حضرت کا عصا اور چھتری رکھی ہے۔ الٹے پاؤں واپس ہوئے دوسرے بالا خانہ گئے۔ وہاں بھی یہی کیفیت دیکھی، واپس ہوئے۔ تیسری جگہ گئے، یہی ماجرا دیکھا، بالآخر واپس ہوئے اور حاضر خدمت اقدس ہوکر صدق دل سے توبہ کی۔''

(حیات اعلیٰ حضرت ۸۴)

قارئین! اس پوری عبارت سے بات واضح ہوگئی کہ یہ پہلے کی بات ہے

پھر ان کا کچھ غلط کام کرنا بھی ثابت نہیں بلکہ مولانا رضا علی خان صاحب کی کرامت کی وجہ سے تائب ہو گئے۔مگر آیئے دوسری طرف دیو بندی حضرات کے حالات بھی ملاحظہ کریں۔

''نواب مصطفیٰ خان مرحوم عنفوانِ شباب میں بعض شبابی لغزشوں کے شکار ہو گئے تھے۔'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۳۳۶)

مناظر احسن صاحب ان لغزشوں کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیے میں لکھتے ہیں:۔

''یعنی ایک شاہد بازاری رجوانامی سے ان کا تعلق تھا۔''

(سوانح قاسمی ج ا ص ۳۳۶)

شورش کاشمیری نے ابوالکلام کے متعلق لکھا کہ:۔

''ان پر الحاد کا زمانہ بھی گزرا ہے۔''

(ابوکلام آزاد ص ۱۴۳)

شورش کاشمیری عبدالماجد دریا آبادی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''دوسری طرف لہو ولعب میں ڈھلے ہوئے کئی انسانوں کا دفاع کیا۔'' (ابوالکلام آزاد ص ۵۰۲)

اب ذرا اپنے حکیم الامت کے والد صاحب کی حالت بھی دیکھیں:۔

''حضرت کے والد ماجد نے جائیداد کافی چھوڑی تھی۔اگرچہ ان کے ذرائع آمدنی کچھ ناجائز نہ تھے مگر حضرت کی نظر میں کچھ مشتبہ تھے۔''

(ماہنامہ الحسن حکیم الامت نمبر ۱۹۸۷ ص ۲۰)

ہم یہاں پہ تھانوی صاحب کا تبصرہ نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں موصوف لکھتے ہیں:۔

''یہ بھی ایک بڑا مرض ہے کہ دوسروں کے اقوال افعال قصے جھگڑے لیے پھرتے ہیں ارے اپنی خبر لو دوسروں کے تو صرف مکھیاں بھنک رہی ہیں اس پر اعتراض ہے اور اپنے کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی بھی فکر نہیں انسان کو اپنی فکر ضروری ہے۔'' (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۸۷)

نقی علی خان

مولانا نقی علی خان پہ یہ اعتراض کیا کہ باوجود دولت ہونے کے انہوں نے دیر سے حج کیا۔ تو ہم اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس میں اعتراض والی کون سی بات ہے اگر ایک آدمی دیر سے حج کرے تو اس پہ شرعی حکم کیا ہے؟ اگر کوئی شرعی حکم نہیں تو پھر اس فضول اعتراض کا مقصد بتایا جائے؟ اس کے بعد معترض نے رسالہ نذرانہ عرس کے حوالہ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ مولانا نقی علی خان بٹیر بازی کا شغل کرتے تھے۔ لکھتے ہیں:۔

''مولوی عبدالصمد مقتدری کی سنیے:

ضلع بدایوں میں ان کی بڑی جائیداد تھی، بسلسلہ انتظام جائیداد بدایوں میں مسلسل آمد و رفت رہتی تھی مولانا انوار الحق صاحب عثمانی بدایونی سے مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے رؤسا بدایوں و کبیرہ بزرگ کے خصوصی مشاغل مرغ بازی اور بٹیر

بازی سے دلچسپی رکھتے تھے۔''

(رسالہ نذرانہ عرس ص ۷ بحوالہ مطالعہ بریلویت ج ۱ ص ۱۹۷)

(کنز الایمان نمبر ص ۲۳)

ناظرین اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مولانا حسن علی صاحب لکھتے ہیں:۔

''جواباً عرض ہے کہ اوّل تو نذرانہ عرس یا نذرانہ اہل عرس کراچی سے شائع شدہ ان کی اپنی کتاب ہے ہمارے لیے حجت ہے نہ معتبر۔دوم یہ کہ مضمون بالا میں مولانا نقی علی خان صاحب کے مولانا انوار الحق بدایونی سے دوستانہ برادرانہ تعلقات بتائے گئے ہیں اور آگے کا مضمون مولانا نقی علی خان صاحب کے متعلق نہیں۔یعنی مضمون میں بتایا گیا ہے کہ رؤسا بدایوں وکبیرہ بزرگ کے خصوصی مشاغل مرغ بازی اور بٹیر بازی سے دلچسپی لیتے تھے اس مضمون میں یہ نہیں کہ حضرت رئیس الاتقیاء مولانا مفتی شاہ نقی علی خان صاحب قدس سرہ کے اور رؤسا بدایوں کے مشاغل بٹیر بازی یا مرغ بازی تھے۔''

(محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ۱۰۷۔۱۰۸)

قارئین مولانا نقی علی خان کے متعلق مولوی فاضل لکھتے ہیں:۔

''مولانا نقی علی صاحب قدس سرہ بہت بڑے بزرگ اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں بڑے صحیح العقیدہ بزرگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔'' (پاگلوں کی کہانی ص ۶۷)

یہ جناب ساجد صاحب کے منہ پہ ایک زبردست طمانچہ ہے اور جہاں تک شیعہ ثابت کرنے کی بات ہے تو اس کا جواب بھی مذکورہ حوالہ سے ہوگیا۔

ہوا مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

اسی طرح تذکرۃ علمائے الہند میں موجود ہے کہ:۔

''حق تعالیٰ نے ان کو اپنے ہم عصروں میں معاش و معاد میں ممتاز فرمایا تھا۔ فطری شجاعت کے علاوہ سخاوت، تواضع اور استغناء کی صفات سے متصف تھے۔''

(تذکرہ علمائے الہند ص ۴۴۹)

اعلیٰ حضرت کا بچپن

مولوی صاحب نے اس عنوان سے اعلیٰ حضرت کے بچپن کا واقعہ نقل کر کے کچھ اعتراضات کیے۔ واقعہ کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت صرف کرتہ پہنے ہوئے گلی میں موجود تھے کچھ طوائفیں گزریں تو آپ نے کرتہ شریف اپنی آنکھوں پہ رکھ لیا، اس سے آپ کا ستر ظاہر ہوگیا، ان عورتوں نے کہا کہ جو چیز چھپانی تھی وہ تو ظاہر ہوگئی تو امام اہلسنت نے جواب دیا کہ پہلے نظر بہکتی ہے پھر دل بہکتا ہے اس پہ ساجد صاحب کہتے ہیں:۔

''آج کا ایک معمولی شریف انسان بھی اپنے محلے میں طوائفوں کا رہنا پسند نہیں کرتا مگر یہ عجیب خاندان ہے جنہیں اپنے محلے میں بحث و مباحثہ، مڈبھیڑ اور کرامات کے لیے

رنڈیوں کے علاوہ اور ملتا ہی کوئی نہیں۔‘‘

(کنزالایمان نمبر ص ۲۴)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’اس کا کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ میری تصنیف میں کوئی لغزش یا کوتاہی نہیں۔ بشریت ہے، سہو ونسیان ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اسی کے ساتھ مدعی نسیان کے متعلّق یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ واقعی نسیان ہے یا قصد سے ایسا دعویٰ کیا گیا ہے۔ سو اگر کوئی حسد کی راہ سے کسی پر اعتراض ہی کرنا چاہے وہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں بہت سے لوگوں کا یہی مشغلہ ہے کہ عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ عیب چیں کی مثال ایسی ہے جیسے باغ میں کوئی پھول سونگھنے کی غرض سے، کوئی پھل کھانے کی غرض سے، کوئی سیر وتفریح کی وجہ سے جاتا ہے اور سوٴر جو جاتا ہے سونگھتے سونگھتے جہاں پاخانہ ہوگا وہیں پہنچ جائے گا۔ اسی طرح حاسد کی کسی خوبی پر نظر نہیں پڑتی اگرچہ کتنی ہی خوبیاں ہوں۔ ہمیشہ عیب ہی کی جستجو میں رہتا ہے۔‘‘ (افاضاتِ یومیہ جلد ا ص ۲۳۳)

مزید فرماتے ہیں:۔

’’عیب جو کی مثال عبدالرحمٰن صاحب مالک مطبع نظامی کانپور نے جو علما کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے ذہین آدمی تھے

انہوں نے بیان کی تھی کہ کسی باغ میں پھل بھی ہے اور گھاس بھی ہے اور ایک گوشہ میں پاخانہ بھی بنا ہے سو انسان تو پھل کھانے کو اور سیر و تفریح کرنے کو جاتا ہے۔ جانور گھوڑا وغیرہ گھاس کھانے کو جاتے ہیں مگر سوّر وہاں بھی پاخانہ کو تلاش کرتا ہے۔ ایسے ہی عیب چیں کی مثال ہے اہل کمال کی تو کمال پر نظر پڑتی ہے اور عیب جو کی عیب پر نظر پہنچتی ہے۔''

(افاضاتِ یومیہ ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴)

بس یہی حال ان دیوبندی حضرات کا ہے جو واقعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کو واضح کرتا ہے اور اتنی پُرسوز نصیحت عطا کرتا ہے مگر یہ لوگ سور کی مانند اس پہ بھی اعتراض کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد عرض ہے کہ واقعہ میں کہیں بھی ملحوظ نہیں کہ طوائفیں آپ کے محلے میں رہتی تھیں بلکہ ان کے گزرنے کا ذکر ہے اور یہ بات ممکن ہے، کوئی بھی آدمی کسی بھی جگہ سے گزر سکتا ہے اس میں تعجب اور قابل اعتراض بات کیا ہے؟ پھر لکھتے ہیں:۔

''اس پر بھی غور کریں خان صاحب گھر کی طرف جا رہے تھے اور طوائفیں بھی اس طرف سے آ رہی تھیں نہ معلوم دولت خانے پہ کیا کرنے گئی تھیں۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۲۴)

واللہ حد ہوگئی !ضد، جہالت اور بہتان تراشی کی، قارئین اس پوری عبارت میں یہ بات کہیں بھی موجود نہیں کہ طوائفیں اعلیٰ حضرت کے گھر سے آ رہی تھیں بلکہ صرف اتنا ذکر ہے کہ جس طرف آپ جا رہے تھے اس طرف سے وہ

آ رہی تھیں ۔مگر اس ضد اور تعصب کا کیا کیا جائے جو خدا خوفی کو بھلا کر صرف اعتراض برائے اعتراض پہ مصر ہے۔ قارئین یہ اعتراض اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ دیوبندی حضرات کسی نہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی ذات کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تا کہ خود کو کفر سے بچا سکیں مگر اللہ کے بندو اعلیٰ حضرت جیسے بھی ہوں اس سے تمہارے کفر یہ پردہ کیسے پڑے گا؟ آپ کے اکابرین نے جو کفریہ عبارات لکھی ہیں جن پہ خود تمہارے گھر والوں نے تحفظات کا اظہار کیا ہے وہ کیسے درست ہو جائیں گی؟ واللہ ہوش کے ناخن لیں اور اس بے جا الزام تراشی سے توبہ کریں۔ اس کے بعد جو اعتراض کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کا عمل عموماً قابل دھیان نہیں ہوتا مگر طوائفیں خان صاحب کی مزاج آشنا تھیں اس لیے انہوں نے یہ تبصرہ کیا۔

(کنز الایمان نمبر ص ۲۴)

یہ بھی جناب کی بہتان تراشی ہے اور کچھ نہیں اور واقعہ میں بالکل اس قسم کی بات موجود نہیں جہاں تک بچوں کی طرف دھیان نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے اگر کوئی بچہ غیر معمولی کام کرے تو وہ قابل توجہ ہو جاتا ہے۔ پھر اعتراض کیا کہ ستر کھولنے میں وہ کون سے نکتے تھے کہ رضا خانی اس پہ عمل نہیں کرتے۔

(کنز الایمان نمبر ص ۲۴)

اس لفظ رضا خانی کی بحث تو ہم پھر کبھی کریں گے۔ فی الحال عرض ہے کہ یہ بھی اس معترض کی جہالت ہے کیونکہ واقعہ کا اصل مقصد آنکھوں کو چھپانا ہے نا کہ ستر کھولنا۔ کیونکہ ستر کا کھلنا اتفاقی تھا، لہٰذا با قاعدہ پلاننگ والا اعتراض بھی لغو ہے۔

پھر ایک عبارت نقل کر کے کہا کہ یہ بچپن کی عادت ابا حضور سے ملی تھی اور

اس پہ اعلیٰ حضرت کی ایک اور عبارت نقل کی کہ بچپن کی عادت کم چھوٹی ہے۔
ک (کنزالایمان نمبر ص ۲۶)

قارئین یہ بھی اس جاہل کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس کی پیش کردہ عبارت میں کہیں بھی ستر دکھانے کا ذکر نہیں بلکہ کرتے سے آنکھوں کو چھپانے کا ذکر اور اسی طرح اعلیٰ حضرت کی والدہ کے حوالے سے پیش کردہ عبارت میں چہرہ چھپانے کا ذکر ہے ستر دکھانے کا نہیں یہ ساجد خان کی اپنی خباثت نفس ہے۔اب ہم ساجد کے حکیم الامت کے بچپن کی جھلک بھی دکھلا دیتے ہیں کہ ان کے حکیم الامت بچپن میں اپنے بڑے بھائی کے سر پہ پیشاب کیا کرتے تھے۔ (افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۱۴، ج ۴ ص ۲۶۲)

اسی طرح جناب اپنے والد صاحب کو بھی تنگ کیا کرتے تھے۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۵۰، افاضات ج ۴ ص ۲۶۲)

ایسے ہی جناب نے نمازیوں کے جوتے چرا کر شامیانے پہ پھینک دیئے۔ (افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۲)

اور سب سے بڑھ کر جناب لکھتے ہیں:۔

''یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی تھی۔'' (افاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۱)

''بلکہ جہاں بھی کوئی شرارت ہوتی جناب کا ہی نام لیا جاتا۔''
(افاضات ج ۴ ص ۳۱۴)

ایسے ہی اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا:۔

''ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز کا وعظ ہو رہا تھا کہ مولانا اسماعیل آئے اور سب کی جوتیاں لے کر سقایہ میں ڈال دیں۔''

(ملفوظات ج ۱۱ ص ۴۳ ۷)

فی الحال اتنا تعارف کافی ہے اگر کسی نے ہماری گزارشات کا جواب دینے کی کوشش کی تو پھر اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

غیر محرم کو دیکھنے پر اعتراض

پھر ملفوظات کے حوالے سے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی اپنی ماں کا دودھ پیتی تھی۔

(کنز الایمان نمبر ص ۲۸)

اعلیٰ حضرت کا یہ جواب محاورۃً ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے کی بات ہے، ہمارے علاقے میں قتل ہوا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت نے بھی سننے کو دیکھنے پر محاورۃً محمول کیا۔ اور حقیقتاً ایسا ہونا بھی ناممکن ہے کہ کوئی عورت اپنا ستر دکھائے، لہٰذا یہ اعتراض ساقط ہوا۔ اور جہاں تک ان کا پیش کردہ اگلا حوالہ ہے اس میں دیکھنے کا کوئی ذکر نہیں اور رشتے داری یا جان پہچان کی وجہ سے پہچان لینا قابل اعتراض نہیں۔

اب ذرا گھر کا حال ملاحظہ ہو ایک صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

''بدنظری، بدکرداری، ہر طرح کے معاصی میں علماء و مشائخ مبتلا ہیں، غیبت کو تو ہم لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں، اعتدال کا باب قابل مطالعہ ہے۔''

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(صحبتے با اولیاء ص ۱۶۷)

حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:۔

''جب میں نے دیکھا کہ ایک دو سالہ خوبصورت بچی اور اس کی شفیق ماں روسیوں سے بھاگتی تھی۔''

(ارشادات مدنی ص ۲۵۹)

ایسے ہی سید احمد کے متعلق موجود ہے:۔

''ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر سے گزرے ایک کسبی خوبصورت اپنے دروازے پہ کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پہ سوار جا رہے تھے آپ نے جو ایک نظر اس کی طرف دیکھا تو وہ رنڈی بے تحاشا دوڑی۔''

(ارشادات گنگوہی ص ۹۸)

اب سنیے عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان دیکھنے لگتا ہے۔''

(شرعی پردہ ص ۶۸)

تھانوی صاحب یعقوب نانوتوی سے نقل فرماتے ہیں:۔

''عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل ہی پتہ نہیں۔'' (افاضات الیومیہ ج ۷ ص ۴)

دوسروں پر اعتراض کرنے والوں کو یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ ان کے اپنے کن چیزوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اب اپنے غوث اعظم کا مشاہدہ بھی دیکھیے جناب سے کسی نے پوچھا کہ عورت کی شرم گاہ کیسی ہوتی ہے تو فرماتے ہیں:۔

''جیسے گیہوں کا دانہ۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۳۱)

جبکہ ابوایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''علماء کرام تو زن و شوہر کو ایک دوسرے کی شرمگاہ پر نگاہ ڈالنے کو خلافِ تہذیب فرماتے ہیں کہ اس سے بے حیائی پیدا ہونے کا خوف ہے۔'' (پانچ سو باادب سوالات ص ۱۲۹)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رشید صاحب کو یہ کیسے پتہ چلا کہ عورت کی شرمگاہ گیہوں کے دانہ کی مانند ہوتی ہے؟ اگر تو انہوں نے اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھنے کا تجربہ کیا تو ابوایوب صاحب کے بقول خلافِ تہذیب کام کیا اور آپ یہ کہیں کہ بیوی کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا تو لامحالہ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تجربہ کس پہ کیا گیا؟ کیا اپنی والدہ کی شرمگاہ کو ملاحظہ کیا یا جناب نے اپنی ہمشیرہ کو اس بدتہذیبی کے لیے آمادہ کیا؟ اور اگر اپنی زوجہ کی شرمگاہ کو دیکھنا خلافِ تہذیب ہے تو اپنی والدہ اور ہمشیرہ کی شرمگاہ دیکھنا کیسا ہے؟ پھر یہ احتمال بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ شاید جناب نے یہ تجربہ کسی دیوبندی ''رنڈی'' پہ کیا ہو کیونکہ ان سے دیوبندی حضرات کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ پھر اس تجربہ کے بعد جناب بے حیا بھی ثابت ہوگئے اور ''ارواح ثلاثہ'' میں ہے:۔

''اوّل یہ ثابت کیا حضرت آدم علیہ السلام باحیا اور ابلیس بے حیا۔'' (ارواح ثلاثہ ص ٦١)

اس کے بعد جو طالب علم کو حبس میں رکھنے والا اعتراض ہے تو ہمارے پاس یہ کتاب موجود نہیں۔ مگر ہم دیوبندی حضرات کے گھر کا حال آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ارواح ثلاثہ میں دیوبندی مولوی کے بارے میں موجود ہے کہ:۔

''والد صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ ان کی نظر اس لڑکے پر پڑگئی۔ جس سے مصافحہ تو رہ گیا اور والد صاحب اس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہو گئے ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے، مگر مصافحہ نہیں کر سکے۔ تو انہوں نے منہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو ان کو معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے اور یہ اس کے دیکھنے میں مصروف ہیں۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی ہمارے ہمرنگ معلوم ہوتے ہیں۔'' (ارواح ثلاثہ ص ١٦٩۔١٧٠)

اور اسی طرح نانوتوی کے متعلق موجود ہے:۔

''جلال الدین صاحبزادہ مولانا یعقوب صاحب سے جو اس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمربند کھول دیتے تھے۔''

(ارواح ثلاثہ ص ٢٠٦)

قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کا نکاح اور سرفرازی تاویل کا ازالہ

تذکرۃ الرشید میں موجود ہے کہ:۔

''ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۶۳، ارشادات گنگوہی ص ۱۲۳)

اس خواب کی تاویل کرتے ہوئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''خواب ایک حقیقت طلب چیز ہوتی ہے۔ اس کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ بسا اوقات ظاہر کچھ ہوتا ہے اور اس کی تہہ میں کچھ ہوتا ہے علماء تعبیر نے لواطت کے عنوان کے تحت لکھا کہ:۔

''اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کسی معروف جوان سے نکاح کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاعل مفعول سے بھلائی کا معاملہ کرے گا۔'' (تعطیر الانام فی تعبیر المنام ج ۲

ص ۲۱۰) اور تاریخ شاہد ہے کہ حضرت گنگوہی اور حضرت
نانوتوی کے ایک دوسرے کے ساتھ تو صرف بھلائی ہی نہیں
بلکہ بے شمار بھلائیوں کے معاملات ہوتے رہے۔''
(تفریح الخواطر ص۸۶۔۸۷)

پہلی بات تو خوابوں کے متعلق تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہمارے خواب کی حقیقت تو اکثر یہ ہوتی ہے کہ دن بھر جو خیالات ہمارے دماغ میں بسے ہوئے رہتے ہیں وہی رات کو سوتے میں اسی صورت میں یا دوسری صورت میں نظر آتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ ج ۵ ص ۵۵)

پھر سرفراز صاحب کی پیش کردہ تعبیر بھی ان کو سودمند نہیں کہ وہاں لڑکے سے نکاح کا ذکر ہے نا کہ لڑکے کو بطور عورت دیکھ کر اس سے نکاح و مباشرت کا، لہٰذا یہ تاویل بالکل بھی نہیں چل سکتی، پھر اس کی تائید خانقاہ دیوبند میں وقوع پذیر ایک واقعے سے ہوتی ہے۔ ارواح ثلاثہ میں موجود ہے:۔

''ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے ۔مگر حضرت نے پھر فرمایا تو مولانا بہت ادب کے ساتھ چت

لیٹ گئے۔حضرت بھی اس چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی
طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی
عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔مولانا ہر چند
فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔
حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۲۲۱)

قارئین اس واقعہ پہ تبصرہ کرنے کی ضرورت بالکل نہیں یہ خود اپنا مطلب بیان کرنے کے لیے کافی ہے مگر ہم یہاں سرفرازی تاویل کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔موصوف لکھتے ہیں:۔

''باقی ارواح ثلاثہ کے واقعہ کو جس بدنما شکل میں صوفی صاحب اور ان کی جماعت مختلف کتابوں میں اور رسالوں میں عاشق ومعشوق کے الفاظ سے بیان کر کے دل ماؤف کی بھڑاس نکالتی ہے تو یہ صرف ان کے خبث باطن کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ واقعہ دونوں بوڑھوں اور معمر بزرگوں کا بھرے مجمع میں تھا جن کو ایک دوسرے کے ساتھ محض الحب فی اللہ کے تحت محبت تھی اور ایک دوسرے سے ظرافت وخوش طبعی فرما کر ایک دوسرے سے انتہائی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا۔

(تفریح الخواطر ص ۷۰)

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

ناظرین! تاویل برائے تاویل کی سب سے بھدی مثال اس سے بڑھ کر آپ کو کہیں نہیں ملے گی او بھلے مانس ہم نے خوش طبعی کا کب انکار کیا ہے؟ مگر آپ خود غور کریں نانوتوی صاحب کے الفاظ کہ "لوگ کیا کہیں گے" اگر یہ صرف خوش طبعی ہوتی یا ظرافت ہوتی تو کوئی بھی اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ صرف خوش ظرفی پہ ہی الزامات کی بوچھاڑ کر دے بلکہ کچھ ایسا کام تھا جس کی وجہ سے تڑپ کر نانوتوی صاحب کے منہ سے الفاظ نکلے "میاں کیا کر رہے ہو۔" لہٰذا الفاظ کے پردے میں اپنے اکابر کے غلط کاموں کی تاویل سے پرہیز کریں۔

کیا اعلیٰ حضرت کے انسان ہونے میں تردد تھا؟

حسب عادت جناب نے ایک سرخی بعنوان خان صاحب کے انسان ہونے میں تردد تھا باندھی اور اس پہ ایک عبارت پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے استاد نے ان کی ذہانت سے متاثر ہو کر کہا کہ احمد میاں! تم آدمی ہو یا جنّ۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۱۱۲) (کنز الایمان نمبر ص ۲۹)

یہ اعتراض بھی جناب کی جہالت کا شاخسانہ ہے کیونکہ اس میں بطور مبالغہ اظہار کیا گیا ہے۔ اگر یہ تحقیق ہے اور اسے ہی تحقیقی انداز کہتے ہیں تو پھر آپ کے نانوتوی صاحب کے متعلق یہ الفاظ موجود ہیں کہ

"وہ شخص ایک مقرب فرشتہ تھا۔" (ارواح ثلاثہ ص ۱۸۷)

اب ہم گزارش کرتے ہیں کہ جناب خان صاحب مہربانی کریں اور نانوتوی کے بارے میں بھی ایک عنوان قائم کر دیں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر کچھ شرم کریں۔

اعلیٰ حضرت کے علم پہ اعتراض

اس عنوان کے تحت کیے گئے اعتراضات کا جواب تو خود دیو بندی حضرات کے قلم سے پیش کیا جا چکا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے علم و فضل پہ دیو بندی شہادتیں مضمون کے آغاز میں لکھ چکے ہیں۔ جہاں تک حصولِ تعلیم کی بات ہے تو اعلیٰ حضرت نے تمام درسی علوم معقول و منقول کی تحصیل اپنے والد سے کی۔

(تذکرہ علمائے الہند ص ۱۱۱)

اور مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

''گو تعلیم و تدریس کے لیے مستقل عمارتوں کی تعمیر کو مسلمانوں نے ضروری تو کسی زمانہ اور کسی ملک میں نہیں قرار دیا تھا، بلکہ بڑی بڑی مسجدوں یا خانقاہوں کے سوا سچی بات تو یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کے منازل عموماً آباد کاروں کے مکانوں، ڈیوڑھیوں ہی میں طے ہو جاتے تھے۔''

(سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۷)

ایسے ہی ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

''بریلی میں مختلف علمائے کرام انفرادی طور پر مذہبی تعلیم دیتے تھے۔'' (حالت مصنفین درس نظامی ص ۲۴۰)

اسی طرح مطالعہ بریلویت میں ہے کہ:۔

''ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اس مکتبہ فکر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف اس قدر

زود رقم کہ بعض رسالے چند گھنٹوں میں تصنیف فرما دیئے۔
خوش گو شاعر، متعدد علوم میں واقفیت و آگاہی رکھنے والے،
ان کی اردو کی تحریر میں قوت بھی ہے اور روانی بھی عربی نظم و
نثر بے تکان لکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کمال
درجہ کی عقیدت اور محبت رکھتے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۷ ص ۱۷۲)

پھر خلیل احمد کے متعلق یہ بات موجود ہے کہ:۔
''اکثر کتابیں آپ نے خود دیکھی ہیں اور استاذ سے بہت ہی کم
پڑھی ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۱)

دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:۔
''پھر گنگوہی کے بارے میں موجود ہے کہ اس نے حفظ اور علم
طب بغیر کسی استاد کے فقط خود کتابوں کو پڑھ کر حاصل کیا۔''

(مولانا رشید احمد گنگوہی حیات و کارنامے ص ۴۴)

پھر جناب نے اعلیٰ حضرت کے استاد پہ اعتراض کیا۔ جبکہ انہی کی پیش کردہ
عبارت میں موجود ہے کہ:۔
''تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۳۰)

جبکہ آیئے ہم دیوبندی استادوں کی علمی حیثیت بھی واضح کرتے جائیں۔
عاشق الٰہی صاحب گنگوہی صاحب کے استاد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''التحیات خود میاں جی صاحب کو غلط یاد تھی۔''

ک (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۴۴)

اسی طرح یہی صاحب خلیل احمد صاحب کے استاد کے الفاظ نقل کرتے ہیں کہ:۔

''اس لفظ کے معنی مجھے معلوم نہیں خود دیکھ لینا۔''

(تذکرۃ الخلیل ص ا ۲۰)

ہم یہاں ایک دفعہ پھر تھانوی صاحب کے الفاظ میں کہیں گے گھر میں پڑے کیڑوں کو پہلے صاف کرو۔ اب سنیے اسماعیل دہلوی صاحب کے متعلق موجود ہے کہ:۔

''اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا، بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۸۶)

حکیم محمود احمد برکاتی صاحب اس حقیقت کی اس انداز میں نقاب کشائی فرماتے ہیں:

''انہوں نے تدریس کی طرف جمعیت خاطر کے ساتھ توجہ نہیں کی اور اس لیے ان کے تلامذہ مستفیدین کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ پھر ایسے عالم سے تو ہم بے خبر ہیں جس نے ان سے سند حدیث لی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے کبھی کسی طالب علم کو وقت اور توجہ کے حرف وعطف سے اس حد

تک اپنی طرف راغب نہیں کیا کہ وہ اپنے متعلمانہ سفر کو انہی
کی راہبری میں اختتام تک پہنچاتا۔ اپنے خاندانی فن حدیث
سے شاہ اسماعیل کی بے اعتنائی اور غفلت کی وجہ سے ہی وہ
محدّث نہ کہلائے۔'' (حیات شاہ اسحاق ۳۹)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہا جی حضرت
میرے اندر کمال تو کیا ہوتا جس زمانے میں مدرسہ میں پڑھا
کرتا تھا اس وقت بھی استعداد وغیرہ کبھی نہیں ہوئی اس لیے کہ
میں نے توجہ سے پڑھا ہی نہیں اور نہ کبھی ذہن ایسا ہوا۔''

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۷۹)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک صاحب نے حضرت کی تصانیف جو ایک ہزار کے
قریب ہیں ان کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ نے اتنی تصانیف
فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی۔ حضرت نے
فرمایا ہاں چند کتابیں دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔

حاجی امداد اللہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
صاحب۔

ان کتابوں نے مجھے دوسری کتابوں سے بے نیاز بنا دیا۔''

(مجالس حکیم الامت ص ۱۰۳)

اگر دیو بندی یہ کہیں کہ یہ تواضع ہے تو عرض ہے کہ:۔

''تواضع قدر مشترک میں آتا ہے جھوٹ بولنا نہیں ہے اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں تو یہ تواضع نہ ہوگی جھوٹ ہوگا۔'' (مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۲۴۹)

تدریسی خدمات پہ اعتراض

ہم نجیب صاحب کے مضمون کے تحت اعلیٰ حضرت کی مصروفیت کا تذکرہ کر آئے ہیں لہٰذا اگر ان مصروفیات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت باقاعدہ تدریس نہ کر سکے تو یہ قابل اعتراض کیسے؟ ہاں! مگر گھر کا حال بھی جناب کو دیکھنا چاہیے۔ مناظر احسن صاحب نانوتوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''نہ دار العلوم میں بیٹھ کر کبھی پڑھایا نہ اس کے انتظامات کے سلسلہ میں رسمی طور پر کبھی عہدہ قبول کیا۔''

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۴۲۱)

''پھر دیوبندی حضرات نے یہ اقرار کیا کہ اس دور میں بریلی علم دین کا مرکز تھا۔''

(مختصر حالات زندگی شاہ عبدالقادر رائے پوری ص ۳۸)

ایسے ہی اپنے مولوی کے متعلق لکھا ہے:۔

''کچھ عرصہ بریلی میں مولانا احمد رضا خان کے مدرسہ میں تدریس بھی کی۔'' (ارشادات حضرت رائے پوری ص ۸)

نیز:۔

''حضرت نے فرمایا ہمارے حضرت رائے پوری جب دہلی سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو انہوں نے کچھ عرصہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے مدرسہ میں پڑھایا۔''

(مجالس نفیس ص ۱۷۰)

کیا اعلیٰ حضرت کو جائیداد سے محبت تھی؟

اس جگہ معترض نے ایک عبارت پیش کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مدینہ میں وفات پہ اپنی جائیداد کو ترجیح دی اور خلیل احمد مدینہ میں دفن ہوا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

(کنز الایمان نمبر ص ۳۳)

قارئین پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب کی پیش کردہ عبارت ہمیں مذکورہ صفحے پہ ہرگز نہیں ملی اگر یہ عبارت وجود رکھتی ہے تو ہمیں اس کی نشاندہی کی جائے۔اس کے بعد قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ جب دیوبندی حضرات اپنی کفریہ عبارات کا معنی اسلامی ثابت نہیں کر پاتے تو اس قسم کی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ ہمارے اکابر جنت البقیع میں دفن ہیں جو ان کے عاشق رسول ہونے کی دلیل ہے تو اس سلسلہ میں خود کچھ کہنے کی بجائے دیوبندی امیر شریعت کا بیان ہی پیش خدمت ہے جناب فرماتے ہیں:۔

''بھائیو! عمل تھوڑا اور عقیدہ درست ہو تو نجات ہو سکتی ہے۔

عقیدہ غلط ہو، عمل پہاڑوں جیسے ہوں تو نجات نہیں، جہنمی ہے
چاہے صائم الدہر کیوں نہ ہو اور قائم اللیل کیوں نہ ہو بظاہر
چاہے تہجد میں مرے، صحن کعبہ میں کیوں نہ مرے، روضہ نبوی
کے پاس کیوں نہ مرے مردار ہے مردار؟''

(خطبات امیر شریعت حصہ اول مرتب مجاہد الحسینی ص ۲۱۷، خطبات امیر شریعت ص ۱۳)

لہٰذا عاشق رسول وہ ہے جس کا عقیدہ درست ہے خالی جنت البقیع میں دفن ہونے سے کچھ نہیں ہونے والا، بدعقیدہ جہنمی ہی ہے۔ اور آگے چلیے جناب متین خالد صاحب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ کے قبرستان سے ناپسندیدہ لوگوں کو نکال دیا جاتا ہے۔

(تحفظ ختم نبوت اہمیت اور فضیلت ص ۸۶۔۸۷)

اسی طرح اسرائیل صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر سوء اتفاق سے اس ذریت کا اکّا دکّا جنت البقیع میں دفن ہو بھی گیا تو وہ ضرور اپنے صحیح مستقر بریلی وغیرہ میں اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے۔'' (نرالا مجدد ص ۲۰)

اب ہم بتاتے ہیں کہ خلیل احمد صاحب مدینہ سے نکل کر کہاں پہنچے۔ مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں وہیں لندن میں۔ ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی اور ایک

حضرت گنگوہی کی اور ایک حضرت مولانا سہارن پوری کی اور
تینوں قبروں میں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی۔''

(اکابر دیو بند اور عشق رسول ص ۱۵)

لہٰذا لندن کے دارکفر میں جناب دفن ہوئے، اب ہم کہہ سکتے ہیں:۔
''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

کتب کی غیر موجودگی پہ اعتراض

جناب نے اعتراض کیا کچھ کتابیں اعلیٰ حضرت نے وفات پانے سے قبل دیکھی تک نہ تھیں، یہ بھی جناب کا جھوٹ ہے اور اگر کتاب موجود نہ ہو تو کسی سے کہنا یہ قطعاً استفادہ کے معنی میں نہیں آتا اگر یہی اصول ہے تو سنیے:۔

حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:۔

''محترم آپ کو معلوم ہے کہ کتب فتاویٰ میرے پاس نہیں ہیں۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۳)

مزید فرماتے ہیں:۔

''پھر اس جگہ حسب ضرورت ذخیرہ کتب بھی نہیں ہے۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۲۲۳)

نیز:۔

''میرے پاس وہ کتب حدیث موجود نہیں ہیں۔''

(فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۱۷)

اب جس کے پاس کتب احادیث ہی موجود نہ ہوں تو وہ دیوبندی اصول

سے اس پہ درس حدیث کا الزام لگانا فقط بہتان ہی کہلائے گا۔

اعضائے شرمگاہ پہ تحقیق کے حوالے سے اعتراض

پھر جناب نے المیزان کی عبارت نقل کی کہ اعلیٰ حضرت کا مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو نو ۹ ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی کی دلیل ہے۔(دست و گریبان ج ۳ ص ۴،نور سنت کا ترجمہ کنزالایمان نمبر ص ۷۳، ہدیہ بریلویت صفحہ ۱۵۱، رضاخانی فقہ صفحہ ۷۶)

اس عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے حافظ اسلم صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا نے مرد کے آلہ تناسل پر ایسی تحقیق فرمائی کہ پہلے کے سب محققین کو مات کر گئے۔'' (رضاخانی فقہ صفحہ ۷۶)

جواباً عرض ہے کہ یہ اعتراض جہالت کی پیداوار ہے ورنہ اس میں کہیں بھی آلہ تناسل کا ذکر نہیں بلکہ شرمگاہ کے اعضاء کا ذکر ہے مطلب یہ کہ مرد کے کتنے اعضا کو چھپانا ضروری ہے اور وہ شرمگاہ کے زمرے میں آتے ہیں تو اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے مطابق ۹ اعضا ایسے ہیں جو شرمگاہ کے زمرے میں ہیں، نہ کہ آلہ تناسل کے ۹ اعضاء ہیں۔

حرکت نفس پہ اعتراض

اس جگہ ایک عبارت نقل کی جس میں نماز کے دوران انگرکھے کا بند ٹوٹنے کا ذکر تھا دیوبندی اس پہ کافی شور وغوغا کرتے ہیں تو عرض ہے کہ انگرکھا کا بند گلے کی طرف ہوتا ہے اور حرکت جسم سے وہ ٹوٹ گیا جس سے توجہ بٹی جو اعلیٰ حضرت کے خشوع کے خلاف تھی لہٰذا دوبارہ اس کو ٹھیک کروا کر نماز ادا فرمائی۔ مگر دیوبندی

اس پہ یوں تبصرہ کرتے ہیں:۔

''یعنی ذکر کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے انگرکھا جو پہنا ہوا تھا اس کا ایک بند بھی ٹوٹ گیا۔'' (دست و گریبان ج۳ ص ۴)

اگر یہ حضرات لغت دیکھنے کی ہی زحمت گوارا کر لیتے تو یہ جاہلانہ اعتراض نہ کرتے۔ دیوبندی حضرات کی پسندیدہ لغت میں ہے:۔

''انگرکھا، مردوں کی ایک پوشاک مسلمانوں کے انگرکھوں میں داہنی طرف اور ہندوؤں میں باہنی طرف پردہ ہوتا ہے۔'' (نور اللغات ج ا صفحہ ۳۸۲)

اس کو اچکن بھی کہتے ہیں اور اس کے بارے میں مصنف نور اللغات لکھتے ہیں:۔

''ایک قسم کی قبا جس کی آستین آگے سے لٹکتی رہتی ہے اس میں گریبان نہیں ہوتا۔'' (نور اللغات ج ۲)

اس لغت کو جناب سرفراز صاحب نے مشہور مانا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ (عبارات اکابر صفحہ ۷۸)

تو یہاں نفس جسم کو کہا گیا لیکن اگر دیوبندی حضرات اس کو ذکر کے معنی میں لینے میں بضد ہیں تو سنیے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہم تو کہتے ہیں ہمارا نفس موٹا ہے پلا ہوا ہے۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۷ ص ۲۶۳)

اور اگر یہاں دیوبندی تاویل کریں گے تو ماننا پڑے گا نفس ہمیشہ ذکر کے

معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔

فقہی مسئلہ پر اعتراض

پھر جناب نے ایک فقہی مسئلہ پہ اعتراض کیا کہ نماز میں احتلام ہوا اور سلام سے پہلے منی نہ نکلی تو نماز ہوگئی۔ جواباً عرض ہے کہ بعض اوقات کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہوجاتا ہے لہٰذا اگر منی نہ نکلے تو نماز ہوجاتی ہے۔ اور یہ فقہی مسئلہ ہے اگر غلط ہے تو جناب کو چاہیے تھا کہ کسی دلیل کے ساتھ ثابت کرتے مگر جناب ایسا کرنے سے قاصر رہے۔ پھر امام نووی لکھتے ہیں:۔

"وکذا لو صار المنی فی وسط الذکر وھو فی الصلوۃ فامسك بیدہ علی ذکرہ فوق حائل فلم یخرج المنی حتی سلم من صلوتہ صحت صلاتہ فانہ ما زال متطھرا حتی خرج۔"

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۲۰)

یہاں ہم ترجمہ نقل نہیں کرتے بس ساجد صاحب کو دعوتِ فکر کرتے ہیں کہ وہ ہمت فرما کر اس پہ حسب سابق اپنی [یاوہ گوئی] کو دہرائیں اگر نہ دہرا پائیں تو کم از کم شرم سے ڈوب کر ضرور مر جائیں۔ اب ہم آپ کو دیوبندیوں کی عجیب و غریب نماز بتاتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:۔

"اگر وہ وسوسہ ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا تو فرض اور سنتوں سے فارغ ہو کر تنہائی اور خلوت میں وسوسے کو دل سے نکال کر

سولہ رکعتیں پڑھے اور یہ جب ہے کہ ساری رکعتوں میں خیالات کا سلسلہ لگا رہا تھا اور اگر ساری رکعتوں میں وسوسے نہیں رہے تھے بلکہ بعض تو حضور کے ساتھ خیالات سے خالی پڑی تھیں اور بعض خیالات سے آلودہ ہوگئی تھیں تو وسوسے والی رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت کے بدلے چار رکعت ادا کرے۔'' (صراط مستقیم ص ۱۱۹)

اب دیوبندی بتائیں کہ اس نماز کا ثبوت کہاں ہے؟ پھر اسی طرح ایک صاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ یوں بہتان باندھتے ہیں:۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸، غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعی رسائل ج ۳ ص ۵۰)

دیوبندی اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ کتابت کی غلطی ہے تو ہم اس پہ اتنا ہی عرض کرتے ہیں:۔

''اس کو کتابت کی غلطی وغیرہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کاتب کی غلطی ہے۔ یہ سب کچھ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت امت محمدیہ کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش ہے''۔

(کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۱۲)

مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں :۔

''حضرت نے مجبور ہوکر نماز کی امامت کرائی۔مگر عجیب اتفاق یہ پیش آیا کہ پہلی رکعت میں تو قل اعوذ برب الناس پڑھ گئے اور دوسری میں قل اعوذ برب الفلق ۔ختم نماز پر اس مسجد کے ان پڑھ نمازیوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ عجیب آدمی ہے جس نے قرآن ہی الٹا پڑھا دیا۔حضرت نے فرمایا بھائی میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ میں امامت کے لائق نہیں ہوں ۔''

(سوانح قاسمی ج ا ص ۳۹۵،۳۹)

انور شاہ کاشمیری کے بارے میں ہے :۔

''مولانا سید انور شاہ صاحب ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے اور حضرت گنگوہی سے عرض کیا کہ ''حضرت میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے نماز پڑھنی آجائے۔'' (ملفوظات محدث کاشمیری)

اب جناب خود کے گھر والوں کی حالت بھی جناب سے تبصرے کا تقاضا کرتی ہے۔

بصارتِ اعلیٰ حضرت پہ اعتراض

اعلیٰ حضرت کی بصارت پہ ''آنکھ پر آشوب'' کے حوالے سے اعتراض کیا جبکہ وہاں صرف آنکھ پر ضعف کا ذکر ہے نا کہ مکمل طور پہ آنکھ کے چلے جانے کا۔ پھر یہ قابل اعتراض کیسے؟ پھر ضعف کا تعلق بھی عمر کے آخری حصے سے ہے جہاں

اس قسم کی کمزوری ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ۔اور اگر یہ قابل اعتراض ہے تو پھر گھر کا حال سنئے ۔رشید احمد گنگوہی کے متعلق موجود ہے کہ :۔

”جب ظاہری بینائی نہ رہی۔“ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۸۸)

ناظرین! جناب نے یہ اعتراض ”بریلویت“ سے سرقہ کیا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ آخر اس اعتراض کا مقصد کیا ہے۔ پھر مزید سنیئے سرفراز صاحب لکھتے ہیں :۔

”راقم الحروف کبرسنی (عمر قمری حساب سے ۸۳ سال ہے) گوناگوں علالتوں، بے حد مصروفیت اور آنکھوں میں موتیا آنے کی وجہ سے ضعف بصارت کا شکار ہے۔“

(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۲ ۳ ۳)

اب جناب ساجد صاحب ہمت کریں اور جناب خان صاحب کو بھی کانے دجال کے لقب سے نوازیں۔اس کے بعد معترض نے المیز ان کے حوالے سے اعتراض کیا جس کا جواب دیتے ہوئے ابوعبداللہ نقشبندی صاحب لکھتے ہیں :۔

”پورے پیرائے میں آپ کو نظر کی کمزوری اور روٹیاں نظر نہ آئیں کے الفاظ نہیں ملیں گے ۔اس کے برعکس یہ الفاظ ملیں گے کہ چپاتیاں تو میں نے دیکھی ہی نہیں یعنی ان کی طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا اور اپنی مصروفیت کی وجہ سے ادھر توجہ ہی نہیں ہوئی۔ یہ ان لوگوں کی تحقیق للّٰہیت اور فکر آخرت کے نمونے ہیں ۔لیکن سردست اس پارٹی کو تھوڑا سا آئینہ بھی دکھا دیتے ہیں ۔

یہ ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی ہیں وہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں:۔

''خود تھانہ بھون ہی کا میرا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت گھر کا رستہ بھول گیا۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج۶ ص ۱۹۹ ملفوظ نمبر ۲۶۵)

اب بتایئے ایک شخص اپنے ہی علاقے میں اپنے ہی گھر کا رستہ نہیں دیکھ پاتا تو گھمن پارٹی کے اصول کے مطابق اسے اندھا ہی کہا جائے گا ورنہ پاگل وحواس باختہ۔'' (ہدیہ بریلویت پر ایک نظر ص ۲۴)

طبیعت اعلیٰ حضرت

پھر معترض صاحب نے اعلیٰ حضرت کی سخت طبیعت پہ اعتراض کیا جواباً عرض ہے خود دیوبندی حضرات کے امام اہلسنت سرفراز صاحب حدیث نقل کرتے ہیں:۔

''بے شک صاحب حق گرم گفتگو کرنے کا مجاز ہے۔''

(عبارات اکابر ص ۱۵)

اب آیئے ہم دیوبندی حضرات کی طبیعت بھی ذرا صاف کردیں۔تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب بہت تیز مزاج تھے۔''

(قصص الاکابر ص ۱۴۷)

اسی طرح حکیم محفوظ صاحب کے متعلق انظر شاہ لکھتے ہیں:۔

''مزاج اس قدر تیز کہ اردو میں انہیں آگ بگولہ ہی کہا جا سکتا

ہے۔'' (نقش دوام ص ۵۵)

خود تھانوی صاحب اپنے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''لوگ مجھ کو سخت مزاج کہتے ہیں۔'' (ملفوظات ج ۶ ص ۵۹)

اور سخت مزاجی کے متعلق دیوبندی مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مزاج کی سختی انسان کی محمود صفت نہیں یہ اس کی صفت غیر محمود ہے۔'' (غیر مقلدین کی ڈائری ص ۵۱)

اعلیٰ حضرت کے حقہ پہ اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کے حوالہ سے لکھا کہ میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا، اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تا کہ شیطان حقہ نوشی میں ساتھ رہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۳۹)

قارئین یہاں ایک بار پھر اس دیوبندی مولوی نے حسب عادت وحسب ضرورت عبارت پیش کرنے میں خیانت کی، پوری عبارت کچھ یوں ہے کہ:۔

''ہاں! حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا (کہ) طحطاوی میں اس کی ممانعت ہے۔'' (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱، ص ۵)

اب ہم معترض کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اب تک کے آپ کے پیش کردہ حوالہ جات اس بات پہ شاہد ہیں کہ تم سے بڑا خائن بددیانت آدمی دنیا میں شاید ہی ہو۔ ناظرین یہ بندہ ہر وقت یہی رونا روتا رہتا ہے کہ بریلوی خائن ہیں احمد رضا نے خیانت کی ہے۔ مگر جناب معترض نے خود خیانت کے ریکارڈ

توڑے ہیں۔لیکن صرف نقل کی حد تک ہی یہ خائن ہیں کیونکہ اصلی خیانت کرنے والے حضرات اور ہیں ۔(کیونکہ جناب کے اعتراضات زیادہ تر احسان الٰہی ظہیر اور خالد محمود کی کتب سے ماخوذ ہیں)

ملفوظات میں اسی جگہ موجود ہے کہ :۔

''وہ خبیث (شیطان) اگر اس میں شریک ہوتا ہو ضرور ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا، اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا۔ بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۲۹۴)

اگلی بات اگر بسم اللہ نہ پڑھنا شیطان کو شریک کرنے کے مترادف ہے تو آیئے آپ کے حکیم الامت صاحب فرماتے ہیں :۔

''میں نے بھی فلسفہ کی کتابیں پڑھی ہیں مگر کبھی ان پر بسم اللہ نہیں کہی۔'' (قصص الاکابر ص ۲۴۴)

اب یہاں پہ جناب تبصرہ فرمائیں کہ بسم اللہ اس لیے نہیں پڑھتا کہ شیطان کے ساتھ مل کر فلسفہ کی کتب پڑھی جائیں۔ اس کے بعد معترض نے جو انوار شریعت کا فتوی نقل کیا تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ اس کا اعلیٰ حضرت کے حقے سے کوئی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ

''تمبا کو اور حقہ کا ایک حکم ہے جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام، اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو کراہت ورنہ بلا

کراہت، فقط ایک فرق ہے [۱] جو لوگ غیر خوشبو دار تمبا کو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے اس طرح تمبا کو کو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت میں نماز مکروہِ تحریمی ہے [۲] بخلاف [خوشبو دار] حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہوجاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴ صفحہ ۵۵۵)

یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خوشبودار حقہ استعمال کرتے تھے جبکہ انوارِ شریعت میں بدبودار حقہ کی ممانعت ہے۔ چنانچہ وہاں موجود ہے کہ:۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات خوشبودار چیز کو بہت محبوب رکھتی تھی، نہ کہ بدبو [دار] کو اور فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم وصل خام کھا کر مت داخل ہو کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ حرام ہے الخ۔ ملخصاً۔''

(انوارشریعت صفحہ ۳۲۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ انوارِ شریعت کے حقے کا اعلیٰ حضرت سے کوئی تعلق نہیں۔ اب سنیے دیوبندی حسین احمد مدنی اپنے دیوبندی اکابرین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

”یہ جملہ [دیو بندی] بزرگان دین تمبا کو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی وخلاف اولیٰ دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے اور بعض حضرات بوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے۔ چنانچہ متعدد فتاویٰ اور تصانیف میں یہ امر شائع ہو چکا ہے۔“

(الشھاب الثاقب مع غایۃ الماموں:ص ۲۴۵ وہابی عقیدہ نمبر ۹)

یہاں حسین احمد صاحب نے اس بات کا واضح اقرار کیا ہے کہ دیو بندی حضرات حقہ استعمال فرماتے ہیں۔ایسے ہی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

”حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے والد شیخ اسد علی حقہ بہت پیتے تھے جب ضرورت ہوتی ،فرماتے کہ بیٹا قاسم حقہ بھر دے تو مولانا (قاسم) کی یہ حالت تھی کہ فوراً حکم کی تعمیل فرماتے باوجود اس کے کہ مرید اور شاگرد سب موجود [ہوتے]۔“

(الافاضات الیومیہ: ملفوظات حکیم الامت جلد ۵ ص ۲۴)

اسی طرح تھانوی صاحب کے مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی صاحب ”کو پینے کا تمباکو اور کپڑے دھونے کا صابن ہدیہ میں لانا زیادہ پسند ہوتا ہے کیونکہ مولانا حقہ بھی نوش فرماتے تھے“۔ (اشرف السوانح جلد ا ص ۱۷۱)

ایسے ہی ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے کہ:۔

”جب کوئی حافظ محمد ضامن صاحب کے پاس آتا تو فرماتے

دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں۔ اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں حاجی صاحب، ان سے مرید ہو جا اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جا۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۶۰)

اب توجہ سے سنیے جناب سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:۔

''حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک نیک آدمی تھا اس کو تبخیر کی بیماری لگ گئی معدے میں گیس پیدا ہو جاتی تھی۔ حکیم کے پاس گیا اس نے کہا تم حقہ پیا کرو۔ اس نے حقہ پینا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور اس بزرگ کی پیٹھ کے پیچھے تشریف فرما ہوئے۔ وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیٹھ کے پیچھے ہو جاتے وہ بڑا پریشان ہوا۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں خوابوں کی تعبیر کے بڑے ماہر تھے صبح کو ان کے پاس گیا اور خواب سنایا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تو حقہ پیتا ہوگا؟ کہنے لگا جی ہاں! حقہ تو پیتا ہوں۔ فرمایا آنحضرت کو حقے سے نفرت ہے اس لیے سامنے نہیں بیٹھے۔'' (ملفوظات امام اہلسنت ص ۴۱)

توجناب ثابت ہوا کہ دیوبندی حضرات وہ کام کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں۔

گئے حجاب کے دن آؤ سامنے بیٹھو
نقاب رخ سے ہٹاؤ بہار آئی ہے

علمائے دیوبند کی کتاب ''سواطع الالہام'' میں لکھا ہے کہ حضرت غوث ہزارہ کے حکیم حاذق جو کہ بیمار سے کم فیس لیا کرتے ہیں۔اب یہ معلوم ہوا ہے کہ بخاروں میں حضور کشتہ خایہ ابلیس دیا کرتے ہیں۔

اس کے متعلق خود فرمایا انہی دنوں [یعنی صفر ۱۳۶۵ھ جنوری ۱۹۴۶ء] کی بات ہے میں [مجلس احرار اسلام پشاور کے] دفتر میں بخار سے پڑا ہوا تھا، کہ اتنے میں مولانا غلام غوث آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ میں [دیو بندی امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری] نے کہا، بخار ہے! کہنے لگے میرے پاس نجوا ہے، وہ کھالیجیے۔میں نے کہا کڑوا ہوگا ،تو کہنے لگے بخار میں مفید ہوتا ہے۔میں نے کہا دیجئے۔میں نے ہتھیلی پر رکھ کر منہ میں ڈال لیا اور اوپر سے پانی پی لیا۔ جب میں دوا کھا کر پانی پی چکا تو نہایت متانت سے کہنے لگے۔آپ کو معلوم ہے کہ اسے فارسی میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، کہنے لگے۔

اس کا نام ''خایۂ ابلیس'' ہے اور اس پر ایک زوردار قہقہہ لگا۔میں نے کہا خدا کے بندے! یہی کرنا تھا تو کھانے سے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔تو فرماتے ہیں کہ بتا دیتا،تو آپ کھاتے ہی کہاں؟ خیر! کوئی حرج نہیں، چیز مفید ہے۔(سواطع الالہام صفحہ ۹۲، ۹۳) اور یہی حوالہ دیوبندیوں کی کتاب ''سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری''ص ۱۰۳ پر بھی موجود ہے۔اور جناب ساجد صاحب لکھتے ہیں:۔

''خایہ فارسی میں شرمگاہ کے ایک حصے کو کہتے ہیں مطلب خود

سمجھ جائیں۔" (کنزالایمان نمبر ص۳۹)

اب دیوبندی خود ہی سوچیں کہ یہ شیطان کا خایہ جب آپ کے امیر شریعت کے منہ میں گیا وہاں سے معدے میں عمل تبخیر سے گزرنے کے بعد خون میں شامل ہوا تو اس سے کوئی افاقہ بھی ہوا تھا کہ نہیں؟

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں
کرتے نہ کھلتے راز سربستاں نہ یوں
رسوائیاں ہوتیں

وعظ نہ کرنے پہ اعتراض

اس کے بعد معترض نے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت وعظ میں احتراز فرماتے تھے کیونکہ کہیں علم کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔

(کنزالایمان نمبر ص۳۹)

جواباً عرض ہے کہ اگر وعظ سے احتراز علم نہ ہونے کی دلیل ہے تو سینئے نانوتوی صاحب کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ:۔

"صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی وعظ نہ کہتے تھے۔ اگر کوئی بہت ہی اصرار کرتا تو کہہ دیتے تھے۔"

(ارواح ثلاثہ ص ۱۶۴)

لہٰذا اب ہم اس بات کو کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ نانوتوی صاحب اس لیے وعظ نہ کہتے تھے کہ کہیں علم کا بھانڈا پھوٹ نہ جائے۔ آگے چلیے نانوتوی صاحب

فرماتے ہیں:۔

''وعظ کہنا دو شخصوں کا کام ہے ایک محقق کا اور ایک بے حیا کا اور اپنی نسبت فرماتے تھے کہ میں بے حیا ہوں اس لیے وعظ کہہ لیتا ہوں ۔'' (قصص الاکابر ص ۱۶۲)

اور بے حیا کے متعلق بھی اپنے ہی مولوی صاحب کا فیصلہ لے لیں۔ جناب فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت آدم علیہ السلام باحیا تھے اور ابلیس بے حیا۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۶۱)

ایسے ہی جب حیا چلی جائے تو پھر آدمی کو کیا کرنا چاہیئے ،اس کے متعلق مشورہ دیتے ہوئے دیوبندی مفتی رشید احمد لکھتے ہیں:۔

''حیا کا جامہ اتر گیا،بس اب ننگے ناچتے رہو، دولتیاں مارو ٹکریں لگاؤ ،غرض جو چاہو کرتے رہو۔''

(اللہ کے باغی مسلمان ص ۴۶)

اب ان حوالہ جات سے کیا نتیجہ اخذ ہوتا ہے ہمیں اس پہ زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ قارئین خود ہی بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

سیاست میں حصہ نہ لینے پہ اعتراض

اس کے بعد مولوی صاحب نے ''کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا'' کی سرخی قائم کرکے المیزان کا حوالہ دیا۔ جواباً عرض ہے کہ اس میں اعتراض کرنے والی

کون سی بات ہے؟ اگر سیاست میں حصہ نہ لینا قابل اعتراض ہے تو سنیئے آپ کے تھانوی صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

''اس لیے عملی طور پہ سیاسی وملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی۔''

(ماہنامہ الحسن حکیم الامت نمبر ۱۹۸۷ ص ۲۳)

ایسے ہی ادریس کاندھلوی کے بارے میں موجود ہے کہ:۔

''مولانا نے اگرچہ عملاً تو سیاست میں حصہ نہیں لیا۔''

(معارف القرآن ج۱ ص ۵)

اب آیئے دوسری طرف کہ سیاست میں حصہ لینا کیسا؟ تو دیوبندی مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''سیاست اور شرافت ایک جگہ اکھٹے نہیں رہ سکتے۔''

(مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک ص ۳۲۵)

یعنی سیاست دان اور شرافت کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔سیاست دان شریف نہیں ہوا کرتا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس بازار میں کس کس نے اپنی شرافت کو نیلام کیا ہے۔انظر شاہ حسین احمد مدنی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''عمر بھر لوگوں نے صرف ایک سیاسی لیڈر ہی سمجھا۔''

(نقش دوام ص ۶۸)

اسی طرح وہ ابوالکلام آزاد ہو، کفایت اللہ ہو، مفتی محمود ہو یا فضل الرحمن یا پھر مسرور جھنگوی سب ہی شرافت کے دائرہ سے نکل کر اس بازار کی زینت بن

چکے ہیں۔ پھر المیزان کی مکمل عبارت خود ہی اپنا مطلب واضح کرتی ہے، اس میں موجود ہے کہ:۔

''آپ نے عملی طور پر تو کبھی سیاست میں حصہ نہ لیا کیونکہ آپ کے شب و روز کے عملی اور مذہبی تبلیغی مشاغل ہی اس قدر تھے کہ کسی اور شغل کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی تاہم اس دور میں جب بھی کبھی مسلمانوں کو سیاسی طور پر گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں تحریری طور پر مسلمانوں کو خبردار کیا۔'' (المیزان ص ۳۶۸)

زکوۃ نہ دینے پہ اعتراض

یہی اعتراض مطالعہ بریلویت ج ۲، ص ۱۹۶ پہ موجود ہے اس نے بھی حوالہ دینے میں سخت خیانت کا مظاہرہ کیا۔ پوری عبارت میں موجود ہے:۔

''میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا، کیونکہ میرے پاس اتنی رقم جمع ہوئی ہی نہیں کہ سال گزر جانے کے بعد اس پہ زکوٰۃ واجب ہو۔'' (المیزان ص ۳۴۶)

لہٰذا یہ عبارت خود اشکال کو رفع کر رہی ہے اور اعتراض جہالت کا شاخسانہ ہے اور کچھ نہیں۔

اعلیٰ حضرت کی غذا

معترض صاحب کو اعلیٰ حضرت کی غذا پر بھی اعتراض ہے۔ہم حیران ہیں کہ اس سے معترض صاحب ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مولوی کی ذات پہ نہیں اس کی بات پہ اعتراض ہوتا ہے مگر یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے دلائل کے سامنے لاجواب ہوکر آپ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں مگر

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اب آیئے ہم ذرا دیوبندیوں کی خوراک کا نظارہ بھی کروادیتے ہیں۔انظر شاہ کاشمیری دیوبندی مولوی حکیم محفوظ علی شاہ کے بارے میں لکھتا ہے:۔

''کھانے کے اس قدر شوقین کہ ہانڈی میں گھی کے سوا پانی نہ ڈالا جاتا۔الوان واقسام کے کھانے پکاتے۔''

(نقش دوام ص ۵۵)

جبکہ تھانوی صاحب گھی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''علاوہ اس کے قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ گھی زیادہ مرغوب ہونے کے قابل نہیں۔'' (قصص الاکابر ص ۲۳۰)

اسی طرح قصص الاکابر ہی میں موجود ہے کہ گنگوہی سے لوگوں نے کہا کہ دانت بنوا لیجئے تو جناب کہنے لگے ''فرمایا بھائی! اب تو نرم بوٹیاں گرم روٹیاں ملتی ہیں دانت بننے کے بعد یہ نہیں ملیں گی۔'' (قصص الاکابر ص ۱۴۵)

اعلیٰ حضرت کی غذا پہ اعتراض کرنے والے یہ بتائیں کہ اپنی کمائی سے تو گوشت کھانا ناجائز اور قابل اعتراض ٹھہرا یہ جو دوسروں کی کمائی پہ کھانے کا شوق ہے اس پہ کیا فتویٰ لگے گا؟

اسی طرح نہال احمد دیو بندی جن کو تھانوی صاحب نہایت ذکی قرار دیتے ہیں، کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ:۔

''منشی نہال احمد کو (جو نہایت ذکی تھے) دیانند کے پاس شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ منشی صاحب اس کی قیام گاہ پر موجود تھے کہ کھانے کا وقت آ گیا اور اس کے لیے کھانا لایا گیا کئی بڑی بڑی تھالیں پوڑیوں کی تھیں اور سیروں مٹھائی تھی۔ جس کو یہ کئی آدمیوں کا کھانا سمجھے۔ مگر وہ اس اکیلے کے لیے آیا تھا اور اسی تنہا نے سب تھالیں صاف کر دیں۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۸۴)

اب اپنے قاسم العلوم والخیرات کا فیصلہ بھی سن لیں جناب فرماتے ہیں کہ:۔

''کھانا کس کی صفت ہے بہائم اور جانوروں کی۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۱۸۵ حکایت نمبر ۲۳۵)

اور جہاں تک وصیت پہ اعتراض تو اس کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے تفصیل کے لیے قہر خداوندی دیکھیں۔ مختصر عرض ہے کہ ان کی وصیت کی ابتداء میں موجود ہے کہ:۔

''فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ کہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔'' (وصایا)

کیا اعلیٰ حضرت فسادی تھے؟

جناب نے حسن علی رضوی صاحب کی دو مختلف عبارات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت فسادی تھے جبکہ جناب خود لکھتے ہیں:۔

''کسی اور کی عبارت لے کر کسی اور پر فٹ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟'' (سر بکف مجلہ ۲ ص ۹۶)

یقیناً یہ بالکل کہیں کا انصاف نہیں، لہٰذا اگر اعلیٰ حضرت کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنا ہے تو آپ کی اپنی تحریرات پیش کرو، مگر قیامت کی صبح تک ایک بھی مستند حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔

کیا اعلیٰ حضرت مکفر المسلمین تھے؟

جناب نے المیز ان کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مکفر المسلمین تھے۔ جواباً عرض ہے کہ قارئین اس معترض نے حسب عادت نقل پہ نقل مارتے ہوئے پروفیسر مسعود صاحب کے ایک مکمل اقتباس سے کچھ ٹکڑے پیش کیے جن سے آپ کو مکفر المسلمین اور آپ کا نام مذہبی گالی ثابت کرنا چاہا مگر اسی پیراگراف میں موجود ہے:۔

''ان پر تہمتوں کے انبار رہیں۔'' (المیز ان ص ۲۹)

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے یہ سب عبارتیں نقل کیں اور جہاں تک

یہ بات کہ مشہور ہو گیا اس پہ عرض ہے کہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔''

(حفظ الایمان ص ۱۲)

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو جتنی زیادہ معروف ہوں اتنی ہی غلط ہوتی ہیں ان کا کوئی مبدا حسی نہیں ہوتا مگر زیادہ سے زیادہ پھیلتی جاتی ہیں۔'' (مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۳۵۷)

اسی طرح نور الحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا۔''

(بشریت النبی ص ۱۲۷ پرانا ایڈیشن)

اگر مشہور ہونا ہی کسی چیز کے درست ہونے کی علامت ہے تو سنیے، مناظر احسن صاحب لکھتے ہیں:۔

''بہر حال عام طور پہ یہ مشہور ہے کہ کلیۃً مغربی خیالات ہی سے سید صاحب متأثر تھے۔'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۸۰)

ایسے ہی تھانوی صاحب اپنے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''تو میں بد خلق اور سخت مشہور ہوں۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۶۶)

جہاں تک تعلق ہے مولانا اجمیری کا تو آپ رجوع کر چکے ہیں جس کا مفصل تذکرہ محاسبہ دیوبندیت میں موجود ہے وہیں ملاحظہ کریں۔ اب ہم اس کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مکفر المسلمین کون ہے۔ سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''آج کل مسلمانوں کی اکثریت شرک میں مبتلا ہے اور مشرکین مکہ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔''

(ملفوظات امام اہلسنت ص ۲۳۰)

نورالحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''تو یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ پہ ایمان رکھتا ہو، رسول کریم ﷺ کی امت کا فرد ہو، اور پھر بھی مشرک ہو، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج یہ ممکن ہی نہیں بلکہ اکثر ہے، عام مسلمان کلمہ گو شرک میں مبتلا ہیں۔''

(توحید و شرک کی حقیقت ص ۳۵)

یہ بھی ملاحظہ کرلیں کہ جہلا کا پیشوا کون ہے:۔

''اکثر گنوار اور ان پڑھ طالبین کو درخواست کرتے ہی بیعت فرما لیتے۔''
(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۹۱)

جناب کے حکیم الامت لکھتے ہیں:۔

''چھنٹ چھنٹ کر تمام احمق میرے ہی حصے میں آ گئے۔''

(افاضات الیومیہ، ج ا ص ۳۵۷)

مزید فرماتے ہیں:۔

''سارے بدفہم اور بدعقل میرے ہی حصہ میں آ گئے۔''

(افاضات الیومیہ، ج ۴ ص ۵۹)

اظہار عاجزی پہ اعتراض

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عاجزانہ اور تواضع سے بھرپور الفاظ پہ جناب نے اعتراض کیا اس کا جواب ہم ان کے گھر سے پیش کیے دیتے ہیں۔ گھمن صاحب فرماتے ہیں:۔

> ''ایک غیر مقلد اعتراض کرنے لگا کہ قاسم نانوتوی کا قصہ پڑھا ہے؟ مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں میری امیدیں تو لاکھوں ہیں، لیکن سب سے بڑی امید سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ اے کاش! میں مدینہ کا کتا ہوتا، مدینے کی گلیوں میں پھرتا، اور مدینے میں مرجاتا، مدینے کے کیڑے مکوڑے مجھے کھاجاتے۔''

ذرا اعتراض سننا کہ قاسم نانوتوی کہتا ہے اے کاش میں مدینہ کا کتا ہوتا، اس کو انسان ہونے میں عار ہے، وہ انسان کے بجائے کتا بننا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اس اعتراض کا جواب خدا نے صدیق اکبر سے دلوایا ہے۔ کہتا ہے کہ جواب کیا ہے میں نے کہا امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ دیکھا سامنے ایک درخت پر پرندہ ہے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ طوبیٰ لك یا طیر اے پرندے تجھے مبارک ہو۔ انت تاکل شجرۃ تو درخت سے کھاتا ہے۔ وتظل بھا درخت کے سائے میں رہتا ہے۔ وتسیر الیٰ غیر حساب تیرا قیامت کو حساب نہیں ہوگا۔ اے

کاش !ابوبکر بھی تجھ جیسا پرندہ ہوتا۔

میں نے کہا، تو کہہ صدیق کو انسان بننے میں عار ہے۔ میں تجھ پر کفر کا فتویٰ نہ لگاؤں تو مجھے دیوبندی کا بیٹا نہ کہنا، تو کہہ تو سہی ۔کہتا ہے صدیق اکبر نے جو فرمایا وہ خشیت الٰہی کی وجہ سے تھا۔ میں نے کہا نانوتوی نے جو فرمایا، یہ محبت محمدی کی وجہ سے تھا۔'' (خطبات برما ص۱۱۷۔۱۱۸)

اب ہم جناب کو ان کے اپنے گھر کی سیر بھی کرا دیتے ہیں، ایک صاحب اپنے متعلق لکھتے ہیں:۔

''میں کالا کتا اس پاک دیس کو کیسے ناپاک کروں۔''

(اکابر کا مقام تواضع ص ۱۹۲)

مولوی زکریا لکھتا ہے:۔

''میں تو یہاں کا کتا ہوں، زمین پر ہی بیٹھوں گا۔''

(عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علمائے حق ص ۳۰۷)

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''ہمارے محاورے میں ہدہد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ہدہد کے۔''

(ملفوظات ج ۱ ص ۲۶۶، ملفوظ ۴۰۰)

''میں ایسا ناکارہ ہوں کہ کبھی کوئی کام ہی نہیں کیا۔''

(ج ۱ ص ۳۱۱)

حسین احمد مدنی کہتے ہیں:۔

''سگ دنیا ہوں۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۶)

تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ۔

''ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس علم ہے نہ عمل۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۷ ص ۲۶۴)

نیز: ۔

''اور میں خود اپنے اجہل ہونے کا معترف ہوں۔''

(حسن العزیز ج ۱، ص ۳۳)

ایسے ہی خلیل احمد نے کہا کہ: ۔

''حضرت کیسی پیرزادگی میں تو اس دربار کے کتوں کے برابر بھی نہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۷۳)

ساجد صاحب اپنے اصول کے مطابق تواضع کی تاویل کر تو نہیں سکتے مگر پھر بھی ہم ان کی تسلی کیے دیتے ہیں: ۔

''ہم تواضع اور انکساری کے الفاظ اپنی زبان سے منافقانہ طریق پر لکھتے اور کہتے ہیں۔ کیا سب جھوٹ اور نفاق نہیں ہے۔'' (ملفوظات حضرت مدنی ص ۷۷)

''کیا دیدہ دانستہ خلاف واقعہ بات کہنا جھوٹ ہے (معاذ اللہ) یا تواضع؟ یہ نہایت کمزور اور رکیک توجیہ ہے۔''

(تنقید متین ص ۱۶۴)

کیا سبحان السبوح میں ہذیان ہے؟

قارئین! حسب سابق یہاں بھی پوری عبارت پیش نہیں کی ،مکمل عبارت کچھ یوں ہے:۔

”اکیس برس بعد سبحان السبوح کے چند ورقوں کے جواب کا نام لیا اور (۱) پانچ برس پیشتر کی تاریخ ڈال دی حالانکہ در بھنگی تحریریں گواہ ہیں کہ یہ نا شدنی ناہنجار طفل وکذب اب تک پیٹ میں بھی نہ تھا۔ چندروز ہی کی ولادت ہے (۲) سبحان السبوح کی صرف ابتدائی چند ورقوں پر ہذیان ہے وہ بھی محض اوندھے کہ خود سبحان السبوح ہی ان کے ردّ کو کافی ہے۔“ (سوانح صدرالشریعہ ص۸۶)

قارئین یہ ہے وہ پوری عبارت جس کو نقل کرنے میں ایک دفعہ پھر جناب نے خیانت کا مظاہرہ کیا۔اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہذیان مرتضٰی در بھنگی کے جواب کو کہا گیا ہے نہ کہ سبحان السبوح کے بارے میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

پچاس سالہ محنت

پھر سوانح امام احمد رضا کی عبارت کے حوالے سے اعتراض کیا کہ اعلٰی حضرت کی محنت سے دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے۔

قاری احمد علی کی یہ بات خلاف واقع ہے کیونکہ اس سے پہلے ہی داعیان

اسلام دو گروہ میں بٹ چکے تھے۔ اور اس کام کا سہرا مولوی اسماعیل کو جاتا ہے۔ جس پر حوالے ہم پیش کریں گے۔ اور ایک بات عرض ہے کہ قاری صاحب نے جو دو مکاتب فکر کی بات کی تو اس سے مراد ایک وہ طبقہ جو باقاعدہ گستاخانہ عبارات کا دفاع کرتا تھا اور دوسرا جو ان کی تردید کرتا تھا۔ مگر یہ سلسلہ پہلے ہی قائم ہو چکا تھا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ دیوبندی سید احمد رضا بجنوری نے بھی اس بات کا اقرار کیا اور لکھا کہ:۔

> ''افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی، ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔'' (انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۰۷)

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی ہی اس لیے تھی تاکہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر فرقوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس بات کا اقرار خود اسماعیل دہلوی نے کیا اور دیوبندیوں کے حکیم الامت، مجدد، مفسر اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا:۔

> ''اسماعیل دہلوی نے کہا کہ ''مجھے اندیشہ ہے کہ اس [تقویۃ الایمان] کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی ...... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔''

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۸۴)

اور مصنف محاسن موضح قرآن لکھتے ہیں:۔

''مولانا اسماعیل صاحب شہید نے دلی میں بدعات کے خلاف جو تحریک شروع کی اس کے طریقہ کار سے اختلاف کرنے والوں میں مولانا فضل حق صاحب اور مولانا رشید الدین خان صدر مدرس مدرسہ دہلی تھے اور مولانا صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی ان دونوں حضرات کے پس پردہ حامی تھے۔''

''یہ دونوں بزرگ خاندان ولی اللّٰہی کے شاگرد تھے مگر مولانا شہید اور مولانا عبدالحی کی تحریک اصلاح کے طریقہ کار سے انہیں اتفاق نہ تھا۔ اس سے اس وقت کی مذہبی کشیدگی کا اندازہ ہوتا ہے، کہ فریقین باوجود آپس میں یگانگت اور دوستی کے دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۷۰)

اسماعیل دہلوی کے نئے ''وہابی'' مسلک کا ردّ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے خوب کیا، حضرت مولانا منور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اسماعیل دہلوی کے ہم عصر و ہم درس تھے، انہوں نے اسماعیل دہلوی کے ردّ میں متعدد کتابیں لکھیں۔

''اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا۔ تمام

علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔
جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک
طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحئی تھے اور دوسری طرف
مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی از عبدالرزاق ملیح آبادی ص 36)

غور کیجیے یہ مناظرے، فتوے، اختلافات اس وقت شروع ہوئے جب امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی تو خود سوچیے کہ اختلاف کی جڑ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا کہ فسادات اور تفرقہ بازی کی جڑ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی ہے؟

اب جس کے دل میں آئے پائے اس سے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سرے عام رکھ دیا

اس جڑ کو تنا ور درخت میں تبدیل کرنے والے دیوبندی تھے۔ اس تقویۃ الایمان نامی کتاب میں ''امکان نظیر'' کی بحث چھیڑی گئی تھی جس پہ مولانا فضل حق خیرآبادی نے ''تحقیق الفتویٰ'' اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی جس پہ اس وقت کے جید علماء کے دستخط ہیں جن میں مولانا مخصوص اللہ دہلوی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ اسی ''امکان نظیر'' کی تائید میں دیوبندی حضرات نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور امت کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ دیوبندی حضرات کے ''ہم مخرج'' اور ان کے ساتھ عقائد میں متحد غیر مقلدین حضرات کے محمود احمد سلفی لکھتے ہیں:۔

''ایک طرف یہ دیوبندی پارٹی تھی اور دوسری طرف مولوی نقی

علی خان صاحب بریلی میں اور بدایوں میں مولوی عبد القادر تھے یہیں سے بریلوی اور دیوبندی اختلاف نے دو جماعتوں کی صورت اختیار کرلی۔ اگر دیوبندی اپنی انا کا مسئلہ نہ بناتے اور اپنے علمی گھمنڈ کی وجہ سے تکبر نہ کرتے اور اپنے غلط موقف سے رجوع کر لیتے تو حنفی علماء دو فرقوں میں تقسیم نہ ہوتے۔'' (علمائے دیوبند کا ماضی ص ۵۳)

چلبلی طبیعت

پھر جناب نے فتاویٰ مظہریہ کے حوالے سے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت کی طبیعت چلبلی تھی۔ چلبلی چلبلے کی تثنیث ہے جس کا معنی ہے ''شوخا'' یعنی اعلیٰ حضرت کی طبیعت میں شوخی تھی اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مزاج کی شوخی دلیل ہے روح کے زندہ ہونے کی اور نفس کے مردہ ہونے کی۔'' (افاضات الیومیہ ج ۲ ص ۱۳۹)

اسی طرح تھانوی صاحب کے متعلق موجود ہے:۔

''آپ کے مزاج میں شوخی تھی۔'' (حیات اشرف ص ۲۳)

قرآن کا ترجمہ کرنے کے لیے وقت نہ تھا

اس اعتراض کا ہم پہلے ہی جواب دے آئے ہیں، مگر دیوبندی حضرات کو جب تک ان کے گھر کی سیر نہ کروائی جائے انہیں افاقہ نہیں ہوتا۔ تو سنیے حسین احمد مدنی کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

''بعد ازاں انہوں نے مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ کی طرف رجوع کیا۔ مولانا مدنی نے غالباً ایک صورت کے فوائد تحریر فرمائے لیکن مولانا مدنی کی گوناگوں مصروفیتیں اس عظیم الشان خدمت سے محروم رکھنے کا سبب بن گئیں۔''

(کمالات عثمانی ص۹۱)

اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جناب کے پاس کانگریس کے تلوے چاٹنے کا وقت تھا، اکابر دیوبند کی حمایت میں گالی نامہ لکھنے کا تو وقت تھا مگر قرآن کی خدمت کے لیے وقت نہیں تھا۔ اور اگلی بات دیوبندیوں کا اعتراض اس وقت درست ہوتا جب آپ ترجمہ نہ فرماتے میرے امام نے تو ترجمہ قرآن کی خاطر اپنے آرام کو قربان کیا۔ اور پھر بھی یہ حضرات اعلیٰ حضرت پہ اعتراض کرتے ہیں، خدا تعالیٰ انہیں سمجھ عطا کرے۔

منیر احمد اختر کے اعتراضات اور ان کے جوابات

جناب لکھتے ہیں:۔

''علماء حقہ کو قادیانیوں کے ساتھ ملا کر حسام الحرمین کے نام سے دھوکہ دیا۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۳۷)

قارئین جو لوگ اردو کی عبارت نہ سمجھ سکیں وہ عربی کیا خاک سمجھیں گے۔ جس عبارت کی طرف معترض نے اشارہ کیا ہے وہاں منھم کی ضمیر مرتدین کی طرف لوٹتی ہے۔ تفصیل کے لیے حسام الحرمین اور مخالفین ص ۷۱ ۔ ۳ ۷ ۲ ۳

ملاحظہ فرمائیں۔اس کے بعد یہ اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی اس کا جواب تو ہم دیتے ہیں لیکن یہ بھی عرض کر دیں کہ ان کا مخالف کون ہے۔ہم پہلے بھی حاجی صاحب کا حوالہ عرض کر آئے ہیں مزید تفصیلی گفتگو ادریس قاسمی صاحب کے جوابی مضمون میں ملاحظہ کریں۔ یہاں اعلیٰ حضرت کی شاہ عبدالقادر کی پیروی پہ دیوبندی حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے الفاظ کو اس کی روح کے ساتھ نقل کر دیا۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۱۳۱)

''مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی استفہام کے معنی کیے ہیں۔اس میں شاہ صاحب ہی کی اتباع ہے۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۱۲۵)

''مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی شاہ صاحب کے محاورہ کو استعمال کیا۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۱۹۳)

''مولانا احمد رضا خان صاحب متاخرین میں تنہا وہ مترجم ہیں جنہوں نے شاہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ کو پسند کیا ہے۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۳۱۵)

''جب تک خان صاحب مرحوم شاہ ولی اللہ کے خاندانی

تراجم کی پیروی کرتے ہیں اس وقت تک وہ ٹھیک چلتے ہیں۔'' (کنز الایمان پہ پابندی کیوں ص ۲۷)

مفتی نجیب لکھتا ہے:۔

''جبکہ شاہ عبد القادر کا ترجمہ خود احمد رضا بھی استعمال کرتے رہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۴)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مزید لکھتے ہیں:۔

''اس لیے عرب وعجم کے تمام علمائے راسخین نے اس ترجمہ شرکیہ کو قانوناً تمام عرب امارات میں پابندی لگادی گئی۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۱۳۷)

ہمارے قارئین ان حضرات کی علمی حیثیت ملاحظہ کریں کہ جو اردو کی ایک صحیح عبارت تو لکھ نہیں سکتے اور علم وصداقت کے آفتاب پہ تبصرہ کرنے چلے ہیں۔

کرنے لگی زمین ستاروں پہ تبصرہ

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جناب کی یہ بات مکمل طور پہ جھوٹ ہے کہ عرب وعجم کے تمام علماء نے اس پہ فتویٰ لگایا بلکہ جو حوالہ دیا وہاں بھی علما نجد یہ کا ذکر ہے اور اگر ان کا پابندی لگانا جناب کے نزدیک اتنا ہی معتبر و مستند ہے اور جناب خود انہیں علمائے راسخین کہہ چکے ہیں تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ تبلیغی جماعت پہ پابندی بھی انہی علمائے راسخین نے لگائی تھی اور اس کے عقائد کو کفریہ شرکیہ بھی انہی لوگوں نے قرار دیا تھا۔ جس پہ خود دیوبندی حضرات کی طرف سے واویلہ ہوا تھا۔ پھر انہی علمائے راسخین کی شائع کردہ کتاب میں ''تحذیر الناس''

کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :۔

''ایسے عقائد رکھنے والے علماء دیو بند کو اہلسنت کیسے مانا جا سکتا ہے؟۔'' (کیا علمائے دیو بند اہلسنت ہیں ص ۲۹)

نیز :۔

''ان نظریات کے حاملین علماء دیو بند ہرگز اہل سنت نہیں ہو سکتے۔'' (کیا علمائے دیو بند اہلسنت ہیں ص ۳۰)

پھر یہ پوری کتاب علمائے دیو بند کے ردّ پہ ہے جناب منیر صاحب اپنے علمائے راسخین کا یہ فیصلہ بھی قبول کریں۔اور مزید دیکھئے جناب ابوبکر غازی لکھتے ہیں: ۔

''ہم اس کتاب میں یہ تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں ان جیسے عقائد پر مشتمل شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل کی تحریروں کے بارے میں ہم نے علمائے نجد کے فتاویٰ بالتفصیل ذکر کیے۔ یہ تمام عقائد اور افکار تصوف ان کے نزدیک کفر ضلالت شرک اور بدعت فی الدین ہیں۔''

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ ص ۱۸۲)

ہم عاجزانہ عرض کرتے ہیں کہ جناب ذرا ادھر بھی نظر کرم کریں اور لکھیں ایک مضمون کہ علمائے عرب بلکہ علمائے راسخین نے شاہ ولی اللہ اور اسماعیل دہلوی کے نظریات کو کفریہ شرکیہ کہا ہے،اسی طرح سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں: ۔

''علامہ ابن علان نے کتاب لکھی جس کا نام انھوں نے

"المبرد المبکی علی الصارم المنکی" رکھا نہایت
افسوس ہے کہ سعودی حکومت جس پر نجدی علماء کے خیالات کا
غلبہ ہے، جو حافظ ابن تیمیہ کے مسلک کے پیرو ہیں، اس
کتاب کا داخلہ ہی حجاز میں ممنوع قرار دے دیا ہے جیسا کہ
شامی جیسی مفید کتاب ممنوع الدخول ہے۔''

(سماع الموتی ص ۱۳۹۔۱۴۰)

پھر دیکھیں وہاں غیر مقلدین حضرات ہیں جن کی بات تو آپ خود معتبر نہیں مانتے۔ جب ایک مماتی نے اعتراض کیا کہ اگر ان علمائے حرمین نے المہند پہ دستخط کیے تھے تو آج المہند پر دوبارہ دستخط لے کر دکھاؤ تو جواباً حیاتی مولوی لکھتا ہے:۔

''آج وہاں غیر مقلدوں کا تسلط ہے تو وہ اس بارے میں آپ
کے ہم خیال ہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کریں گے؟''

(عقیدہ حیات النبی اور صراط مستقیم ص ۹۶)

جناب نے یہاں اعلیٰ حضرت پہ معنوی تحریف کا الزام لگایا اور ثبوت میں عبد النبی وعبد الرسول نام رکھنے پہ اعتراض کیا اور ملا علی قاری کے حوالے سے لکھا کہ ان ناموں سے شرک کی بو آتی ہے۔ (کنز الایمان نمبر ص ۱۳۹)

لیکن کیا کریں خود دیو بندی حضرات نے ان ناموں کو صحیح اور درست قرار دیا ہے۔ مفتی عمیر صاحب لکھتے ہیں:۔

''دوسری بات یہ کہ اگر باعتبار وسیلہ کے یہ نام رکھے جائیں تو

پھر کوئی حرج نہیں مثلاً کسی کے یہاں اولاد نہیں ہورہی ہے، وہ دعا مانگتا ہے یااللہ میں نا کارہ ہوں، گنہگار رہوں، نافرمان ہوں، اقراری مجرم ہوں، اے اللہ تو فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا کو قبول فرما لے اور مجھے صاحب اولاد بنا دے۔''　(فضل خداوندی ص۱۲۹، ۱۳۰)

اور جہاں تک ملاعلی قاری کی بات ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ سب سے پہلے تو اس فتوے کا وزن دیوبندی حضرات کی گردن پہ ہے۔ پھر خود سرفراز صفدر خان صاحب ملاعلی قاری سے نقل کرتے ہیں:۔

''عبدالنبی جو نام رکھنا مشہور ہے بظاہر یہ کفر ہے مگر یہ کہ عبد سے مملوک مراد ہو تو پھر کفر نہ ہوگا۔'' (تفریح الخواطر ص۳۲۵)

منیر صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''باقی کسی صوفی اور مشائخ میں سے کسی نے اگر ایسی بات لکھ دی ہو تو وہ قطعاً حجت نہیں کیونکہ دین میں فقہاء کی بات معتبر ہوتی ہے نہ کہ صوفیاء کی۔''　(کنزالایمان نمبر ص۱۴۰)

یہاں جناب نے حاجی صاحب کی طرف اشارہ کیا ہے اس سلسلہ میں ہم یہاں تفصیل سے گفتگو نہیں کرنا چاہتے اس مسئلہ کی تفصیل تو آپ شیخ الحدیث قبلہ احمد بدر رضوی صاحب کی کتاب میں ملاحظہ کریں گے اس جگہ صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے، عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اعلیٰ حضرت کی راست گو زبان جو حقیقت میں فرمان رحمٰن

کی ترجمان تھی۔'' (تذکرۃ الرشید ج ا ص ۸۲)

اب صرف اتنی گزارش ہے کہ جو زبان فرمان رحمٰن کی ترجمان ہو کیا دیوبندی حضرات اسے بھی معتبر تسلیم نہیں کرتے؟

آگے لکھتے ہیں کہ ہم اس صوفی پہ فتویٰ اس وجہ سے نہیں لگائیں گے کہ ہو سکتا ہے اس پہ حال آیا ہو۔ (کنز الایمان نمبر ص ۱۴۰)

جناب کی اس تاویل پر ہم کچھ عرض کرنے کے بجائے ان کے حکیم الامت کا قول پیش کرنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک صاحب نے حاجی صاحب کی تکفیر کی تھی۔ حالانکہ حضرت حاجی صاحب ایسے مغلوب الحال بھی نہ تھے جو یہ احتمال ہو کہ غلبہ حال میں کوئی بات خلاف شرع منہ سے نکل گئی ہو گی۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۱۹، حسن العزیز جلد سوم ص ۹۶)

جناب مزید اعتراض کرتے ہیں کہ کنز الایمان سے غلام رسول سعیدی اور صاحبزادہ زبیر نے اختلاف کیا ہے۔ (کنز الایمان نمبر ص ۱۴۸)

جہاں تک سعیدی صاحب کی بات ہے تو اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ انہوں نے صرف چند مسائل میں اختلاف کیا تھا اور کنز الایمان کی حد تک تو صرف ایک آیت کے ترجمہ پہ ہی چند تحفظات کا اظہار کیا تھا باقی خود انہوں نے کنز الایمان کے دفاع میں رسائل لکھے ہیں اور خود معترض نے سعیدی صاحب کا قول نقل کیا ہے:۔

''اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو اسی ترجمہ میں ہوتا۔''

(کنزالایمان نمبر ص۱۴۹)

اور پھر سعیدی صاحب نے ان مذکورہ مسائل سے رجوع بھی کر لیا تھا جس کا ذکر حیات سعید ملت کے صفحہ ۲۴ پہ موجود ہے اس کے علاوہ کنزالایمان کے حوالے سے بھی اپنے الفاظ سے رجوع کیا تھا جو ''کیا حقیقت کیا افسانہ'' کے عنوان سے چھپا ہوا موجود ہے۔ اور جہاں تک زبیر صاحب کی بات ہے تو ان کا قول جمہور کے قول کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتناء اور غیر معتبر ہے کیونکہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور اگر کسی سے لغزش ہوگئی ہو تو جمہور کا قول معتبر ہوگا اور تفرد کے قول کو مول کہیں گے یا باطل کہیں گے۔''

(حکیم الامت ص ۳۴۴)

اور اب ہم جمہور کا قول بھی علمائے دیوبند کے قلم سے نقل کیے دیتے ہیں۔ جناب حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:۔

''سورۂ فتح میں ہے **لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ما تأخر** میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ مگر باتفاق مفسرین مراد اس سے امت ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر نیشا پوری وغیرہ۔''

(معارف وحقائق ص ۲۶۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ جمہور کے موافق ہے اور اس کے باوجود جناب فرماتے ہیں:۔

''پہلے آپ اعلیٰ حضرت کا غلط ترجمہ ملاحظہ فرمالیں جو کہ قرآن وحدیث صریحہ کے خلاف ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۵۰)

اسی طرح مفتی جمیل نے لکھا:۔

''یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔''

(رضا خانی ترجمہ وتفسیر کا جائزہ ص ۵۹)

قارئین اس مشق ستم کو بھی ملاحظہ کریں کہ خود دیوبندی حضرات نے جس ترجمہ کو ''باتفاق مفسرین'' کہا ہے، اس پہ تحریف معنوی اور اس قسم کے دوسرے الزام لگانا سوائے بہتان تراشی کے کچھ نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم ساجد نقشبندی کے مضمون کے تحت کریں گے۔

اس کے بعد جناب نے بھی وہی اعتراض دوبارہ دہرایا کہ ترجمہ قرآن کے لیے وقت نہیں تھا اس کا جواب ہم ماقبل میں دے آئے ہیں۔ پھر یہ اعتراض کیا کہ کنز الایمان کتب تفاسیر اور لغت سے عاری ترجمہ اور دلیل کے طور پہ ''اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت'' نامی کتاب کا حوالہ دیا جو ان کو قطعاً سودمند نہیں کیونکہ آگے صاف موجود ہے کہ:۔

''پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔''

(اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت ص ۴۸)

اس کے بعد جناب لکھتے ہیں کہ کوئی ایسا مترجم نہ ہوگا جس نے قرآن کا ترجمہ لیٹے

ہوئے اور اونگھ کی کیفیت میں لکھوایا ہوگا۔ (کنز الایمان نمبر ص ۱۴۲)

یہ بھی حسب سابق جھوٹ اور بہتان ہی ہے جس کی وضاحت ہم مفتی نجیب صاحب کے مضمون میں کر آئے ہیں۔ ہمارے قارئین یہ بات ملاحظہ کریں کہ ایک ہی اعتراض کو بار بار ہر معترض اپنے مضمون میں کسی نہ کسی حوالے سے دہرا رہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے سوا ان کی پٹاری میں اور کچھ بھی نہیں۔

لفظی ترجمہ سے بغاوت کا اعتراض

یہاں جناب نے لفظی ترجمے کی موافقت اور تفسیری ترجمے کی مخالفت کی ہے ہم یہاں کچھ دیوبندی حوالہ جات پیش کیے دیتے ہیں جس سے تمام شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔ جناب تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''بعض آیات کی مختصر تحقیق جن کے ظاہر الفاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کے معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ آسکتی ہے۔''

(نشر الطیب ص ۲۲۳)

تھانوی صاحب کے ترجمہ کے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں دونوں خوبیاں یکجا ہیں، یعنی ترجمہ صحیح اور اردو فصیح ہے، اس ترجمہ میں ایک خاص بات اور ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اس زمانہ میں کم فہمی یا ترجموں کی عدم احتیاط کی وجہ سے جو شکوک قرآنِ پاک کی

آیات میں عام پڑھنے والوں کو معلوم ہوتے ہیں ان کا ترجمہ ہی اس میں ایسا کیا گیا کہ کسی تاویل کے بغیر وہ شکوک ہی ان ترجموں کے پڑھنے سے پیش نہ آئیں۔''

(حیات اشرف ص۹۱)

''اگر ترجمہ کو تفسیر و ترجمانی بنانا ہے تو پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر کسی کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔''

(محاسن موضح قرآن ص۱۷۳)

''حالانکہ تفسیری ترجمہ تو حضرت تھانوی نے کیا ہے۔''

(کنز الایمان نمبر ص۲۶۳)

ایک دیوبندی مصنف لکھتے ہیں:۔

''لیکن ترجمہ کی شان کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ ترجمہ اس طرح کیا جائے کہ ترجمہ ترجمہ نہ رہے مترجم اس رنگ میں ترجمہ کرے کہ گویا اس نے مصنف کے اصلی جوہر کو اپنے مستقل اور مسلسل مضمون میں اپنا لیا ہے۔'' (حیات عثمانی ص۱۴۳)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

اردو خواں کو ترجمہ دیکھنا حرام ہے۔آج کل اس فتویٰ پر لوگوں کو بڑی وحشت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ دیکھنے کو حرام کہا جاتا ہے۔قرآن تو مسلمانوں کی کتاب ہے اسے دیکھنے کو منع کیا جاتا ہے۔پھر اسلام کس طرح درست ہو قرآن

بے شک مسلمانوں کی کتاب ہے اور اسلام کو درست کرنے کو نازل ہوئی ہے۔لیکن اس سے اسلام درست کرنے کا طریقہ اردو ترجمہ دیکھنا نہیں ہے البتہ قرآن سے اسلام درست کرنے کا طریقہ کسی ماہر قرآن سے اس کا پڑھنا سمجھنا پھر عمل کرنا ہے (سیف اویسیہ ص 155۔ 156)

تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں:۔

''ایک ملاجی میرے پاس مترجم قرآن لائے۔ وہ ترجمہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، جس میں محاورے کی زیادہ رعایت کی گئی ہے اس میں **فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم** کا یوں ترجمہ کیا گیا ہے کہ دھوؤ اپنے مونہوں کو اور ہاتھوں کو اور ملو اپنے سروں کو اور اپنے پیروں کو، جس میں لفظ'' اپنے پیروں کو'' واقعہ میں مونہوں اور ہاتھوں کے ساتھ لگتا ہے جو کہ دور ہے نہ کہ اس فقرے سے کہ'' ملو اپنے سروں کو'' جو کہ نزدیک ہے مگر وہ ملاجی قریب کے سبب یہی سمجھے کہ یہ قریب سے متصل ہے۔تو اب وہ ترجمہ دکھلا کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ قرآن سے پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے، میں بڑا گھبرایا کہ اس جاہل کو کیونکر سمجھاؤں نہ یہ عطف کو سمجھے، نہ اعراب کو، تو میں نے اس سے کہا کہ ملاجی! تم نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ قرآن

ہے اور خدا کا کلام ہے۔کہا علماء کے کہنے سے میں نے کہ اللہ اکبر علماء اس میں تو ایماندار ہیں کہ وہ ایک عربی عبارت کو قرآن کہہ دیں اوراس میں ایماندار نہیں کہ وہ پاؤں دھونے کو فرض کہیں ،بس علماء نے فرمایا کہ پیروں کو دھونا فرض ہے اور مسح کرنا جائز نہیں اور نیز یہ بھی کہا ہے کہ تم جیسوں کو قرآن کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں ۔خبر دار جو تم نے کبھی آئندہ ترجمہ دیکھا ،بس قرآن کی تلاوت کیا کرو،ترجمہ ہرگز نہ دیکھو۔''

(اشرف الجواب ص۱۹۶)

ترجمہ اعلیٰ حضرت اور پانچ مترجمین

اس اعتراض کا تفصیلی جواب تو ہم آگے چل کر دیں گےلیکن ایک بات ہم یہاں ذکر کر دیں، تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ اختلاف وہ مذموم ہے جو عقائد میں ہو جبکہ ان تراجم سے عقیدہ کا اختلاف لازم نہیں آتا۔لہٰذا یہ مذموم اختلاف نہیں۔

کیا امام بخاری گستاخ رسول ہیں؟

پھر جناب نے انوار شریعت کے حوالے سے اعتراض کیا کہ حضرت مصنف نے امام بخاری کو گستاخ رسول کہا ہے جبکہ عرض ہے کہ وہاں الزامی جرح ہے۔عبدالجلیل غیر مقلد نے بوئے غسلین میں کتب فقہ پہ اعتراض کیے تھے،تو جواباً حضرت مصنف نے یہ واضح کیا کہ اگر حسن ظن اور تاویل سے کام نہیں لوگے تو بخاری بھی زد میں آجائے گی۔لہٰذا یہ الزامی جرح تھی۔ جبکہ دوسری طرف خود

دیوبندی حضرات امام بخاری کی گستاخی میں مبتلا ہیں۔مماتی گروہ کے سرغنہ احمد سعید ملتانی نے ایک کتاب بنام ”قرآن مقدس اور بخاری محدث“ لکھی اور اس میں کیا کیا گل کھلائے اس کی تفصیل دیوبندی حضرات کی زبانی ہی پیش خدمت ہے۔عبدالقدوس قارن صاحب نقل فرماتے ہیں:۔

”قرآنِ مقدس اور بخاری محدث میں امام بخاری، بخاری کے راویوں، صحابہ کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی پائی جاتی ہے۔ (امام بخاری کا عادلانہ دفاع ص۱۶)

جناب عبدالحمید حقانی لکھتے ہیں:۔

”پنج پیری مماتی مولانا احمد سعید نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ”قرآن مقدس اور بخاری محدث“ العیاذ باللہ جس کا ناشر مولانا محمد منظور معاویہ خادم مرکز اشاعت التوحید والسنہ ہے۔ اس کتاب میں اس پنج پیری مماتی اشاعت التلبیس والضلالۃ نے اپنی منحوس کتاب میں منکرین حدیث کی اسی قبیح روش کو اختیار کیا ہے اور رافضیوں کی طرح امام بخاری اور بخاری کے بعض مسلّم رواۃ اور خصوصاً امام بخاری کے ۱۔استاد زہری ۲۔ ہشام بن عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۳۔ابوحازم سلمہ بن دینار پر خوب تبرا کیا اور ساتھ ہی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں بھی اس سے گستاخی صادر ہوئی ہے۔ (اظہار حق ص۱۶۱)

پھر سرفراز صفدر کے پسر جناب قارن صاحب نے ''بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں'' نامی کتاب میں غیر مقلدین کی آڑ لے کر امام بخاری پہ جو جرح کی ہے اس کے بارے میں دیوبندی حضرات کیا عرض کریں گے؟ اسی طرح امین صفدر اوکاڑوی نے جو اہل قرآن بن کر بخاری شریف پہ تبرا کیا ہے اس سے کون فائدہ اٹھائے گا؟ ہم اس کتاب سے کچھ چیزیں اپنے قارئین کی خدمت میں بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''دیکھو قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیقاً نبیاً فرمایا، مگر عجمی قرآن بخاری نے ان پر تین جھوٹ تھوپ کر ان کو صدیق سے کذاب بنا ہی ڈالا۔ قرآن عربی نے صحابہ کو رضا کا سرٹیفکیٹ دیا تھا مگر عجمی قرآن نے ان کا مرتد ہونا ثابت کر دیا۔'' (تجلیات صفدر، ج۷ ص ۴۳۹۔۴۴۰)

مزید لکھتا ہے:۔

''قرآنِ پاک نے کافروں کی مذمت کی تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مسحور کہتے تھے۔ مگر اس عجمی قرآن نے ثابت کر دیا کہ کافروں کی بات غلط نہیں تھی۔ واقعی آپ پر جادو ہوا تھا۔''

ک(تجلیات صفدر ج۷ ص ۴۴۰)

اس کے بعد جناب نے حسب عادت بالکل لچر اور فضول قسم کا اعتراض کیا جس کا مختصر جواب یہ ہے کہ خود نجیب نے لکھا کہ کنز الایمان ۱۹۱۲ میں مکمل ہوا لہٰذا آپ کی بنائی ہوئی تمام عمارت زمین بوس ہوئی۔ اس کے بعد دوبارہ سے وقت نہ

ہونے والا اور معین الدین اجمیری کے حوالے سے اعتراض کیا جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

اور اس کے بعد اردو میں قرآن نازل ہونے کا اعتراض کیا جس کا جواب ہم آگے دیتے ہیں اور جہاں تک صاحبزادہ ابوالخیر زبیر کی بات ہے جن کو اس کے بعد آگے چل کر حضرت نے دوبارہ نقل کیا ہے تو ان کو جواب دیتے ہوئے عبدالمجید سعیدی صاحب فرماتے ہیں:۔

> ''صاحبزادہ صاحب موصوف نے معارضہ بالقلب سے کام لیتے ہوئے ترجمہ اعلیٰ حضرت کے مؤیدین کو سخت عیاری سے ایک نئے فرقے کا عنوان دے کر لفظوں کے چکر اور ہیرا پھیری سے اپنی طرف سے ہٹا کر یہ عقیدہ بھی ان کے سر منڈھ دیا ہے کہ وہ امام اہلسنت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر جانتے ہیں (کمامر) جو قطعاً سچ نہیں ہے، موصوف قیامت کے منظر، خدا کی پیشی بارگاہِ رسول کی حاضری کو سامنے اور قرآن پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا ان کا یہ دعویٰ محض جواب برائے جواب اور مکابرہ ومظاہرہ نہیں؟ اگر اس میں صداقت ہے تو بتائیں ایسا گستاخ کہاں ہے؟''
>
> (کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۳۸)

یہ تو تھا تمہارے پیش کردہ حوالے کا جواب اب ہم تمہیں اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں کہ کون اپنے بزرگوں کو نبی سے ملاتا ہے۔ سنو تمہارا مولوی اکبر

آبادی لکھتا ہے:۔

''ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان اوصاف کی شماری میں اس درجہ غلو اور مبالغہ کیا گیا ہے کہ ان کو صحابہ و تابعین سے کیا معنی، انبیا سے بھی ملادیا گیا ہے۔''

(برہان دہلی مئی ۱۹۵۷، دیو بند سے بریلی ص ۱۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اپنے مولویوں کو انبیاء کے ساتھ تم ملاتے ہو۔ اور تمہارے ایک مولوی کے مطابق تم ڈر کے مارے مولوی الیاس کو نبی نہیں کہتے۔ (کلمۃ الہادی) اسی طرح مزید المجید میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک مرید تھانوی نے اقرار کیا کہ میں آپ (اشرف علی تھانوی) کو نبیوں اور ولیوں کے برابر سمجھتا ہوں۔ (مزید المجید ص ۱۸) اب بتاؤ جناب کون اپنے مولویوں کو نبیوں کے برابر سمجھتا ہے؟

چند لچر اعتراضات کے جوابات

جناب نے اس جگہ نہایت فضول قسم کے اعتراضات کیے جن کا مختصر جواب عرض ہے۔ سب سے پہلا اعتراض اعلیٰ حضرت کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معجزہ کہنے پہ تھا تو عرض ہے جناب قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اعتبار نہ ہو تو اہل اسلام کی کتب اور ان کی کتب کو موازنہ کر کے دیکھیں مطالعہ کناں فریقین کو معلوم ہوگا کہ ان علوم میں اہل اسلام تمام عالم پہ سبقت لے گئے نہ یہ تدقیات کہیں

ہیں نہ یہ تحقیقات کہیں ہیں۔جن کے شاگردوں کے علوم کا یہ حال ہو خود موجد علوم کا کیا حال ہوگا؟ اگر یہ بھی معجزہ نہیں تو اور کیا ہوگا۔''

(حجۃ الاسلام ص ۷ ۳، ۸ ۳، حضرت نانوتوی اور خدمات ختم نبوت ص ۱۴۰)

شاہ ولی اللہ کے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں :۔

''معجزہ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(عقائد اہلسنت ص ۱۸۶)

پھر جو حسام الحرمین کے حوالے سے اعتراض کیا کہ اسے کتاب لاریب فیہ کہا گیا ہے تو جناب پوری عبارت ہی نقل کر دیتے اعتراض خود بخود دور ہو جاتا اس میں موجود ہے کہ:۔

"حسام الحرمین کتاب لاریب فیه هدی للمتقین قهر رب العالمین علی المرتدین من الوهابین والنجدین والقادیانیین خذلهم الله انی یؤفکون۔ (الصوارم الہندیہ ص ۷ ۴)

یعنی جناب نے عربی کی عبارت کو قرآن کی آیت بنا دیا جوان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔لیکن اگر ایسا کہنا قابل اعتراض ہے تو جناب کو اپنے آنگن کے اندر بھی جھانکنا چاہیے، مولوی یحییٰ صاحب المہند کے متعلق لکھتے ہیں :۔

لاریب فیه هدی للمتقین الذین یؤمنون۔

(المہند ص 101)

پھر نغمۃ الروح کے حوالے سے اعتراض کیا جو ہمارے نزدیک معتبر نہیں [ملاحظہ ہو آئینہ نجد و دیوبند] مگر اس کے حوالے میں بھی سخت خیانت کی۔ اس کے پورے اشعار کچھ یوں ہیں:۔

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا
تیرا اور سب کا خدا احمد رضا
تیری نسل پاک میں پیدا کرے کوئی
ہم رتبہ تیرا احمد رضا

(نغمۃ الروح ص ۴۳)

یہاں اے محذوف ہے، یعنی اے احمد رضا تیرا اور سب کا خدا تجھ جیسا ایک اور احمد رضا پیدا کرے۔ اس کے بعد تلمیذ الرحمان کے حوالے سے اعتراض کیا تو جناب فیروز للغات ہی اٹھا کر دیکھ لیں حضرت کے علم میں اضافہ ہوگا کہ شعرا کو تلمیذالرحمٰن مجازی طور پہ کہا جاتا ہے۔

پھر احکام شریعت کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کے حوالے سے اعتراض کیا اس کا جواب بھی ہم مسلک اعلیٰ حضرت میں دے چکے ہیں، وہیں سے پیش خدمت ہے:۔

''پھر اس اعتراض کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ہم محفوظ مانتے ہیں معصوم نہیں۔ اور محفوظ سے غلطی کا صدور ہوسکتا ہے۔''

باقی رہ گئی بات ناممکن کی، تو مولوی گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک ہے غلطی کا امکان اور ایک ہے غلطی کا صدور، ضروری

نہیں کہ جس سے غلطی کا امکان ہو اس سے غلطی صادر بھی ہوئی ہو۔''
(جی ہاں فقہ حنفی قرآن وسنت کا نچوڑ ہے ص ۲۰)

اور اگر ہم اعلیٰ حضرت کو معصوم سمجھتے تو علمائے کرام جیسے علامہ غلام رسول سعیدی اور فتاویٰ نوریہ کے مصنف اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیوں کرتے۔

اب سنو تمہارا مولوی اپنی سوانح حیات میں لکھتا ہے:۔

''کیونکہ حضرت (اشرف علی تھانوی) ہمارے بزرگ تھے اور ان سے ناممکن تھا کہ غلط فتویٰ دیں۔''

(سوانح مولانا غوث ہزاروی ص۲٦)

بلکہ دیوبندی مولوی اسماعیل ولیوں کے لیے بھی عصمت تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مقام ولایت میں ایک عظیم مقام عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عصمت کی حقیقت حفاظت غیبی سے ہے۔''

(منصب امامت ص٦٦) (رد اعتراضات مخبث ص۷۹)

قاری طیب لکھتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی کی ذات ستودہ صفات انیسویں صدی کے نصف آخر میں بے شبہ آیت من آیات اللہ تھے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ص ۹۴، ج ۷)

''میرے خیال میں اس سے مراد اولیاء اللہ ہیں کیونکہ وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں ان کے قلوب اور اجسام

دونوں میں ایسی صلاحیت آ جاتی ہے کہ ان سے گناہ کا صدور
نہیں ہوتا۔"　　　(سر دلبراں ص ۹۴، از شاہ محمد سید ذوقی)

احمد رضا کی اردو قرآن ہے بظاہر ترجمہ؟

جناب نے اعتراض کیا کہ بریلوی حضرات کے نزدیک اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو امام اہلسنت والی اردو میں نازل ہوتا۔" تو اس کا سادہ سا مطلب یہی ہے کہ امام اہلسنت نے ترجمہ کرتے وقت قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ مگر ہم جناب کو ایک بار پھر گھر کی سیر کروا دیتے ہیں، شورش کاشمیری ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھتا ہے:۔

"وہ اردو زبان کے پہلے مترجم و مفسر ہیں جنہوں نے قرآن کا ترجمہ قرآن ہی کے الفاظ میں اس شکوہ سے کیا کہ داغ کا وہ شعر بامعنی ہو گیا کہ

احمد پاک کی خاطر تھی خدا کو منظور
ورنہ قرآن بھی آتا بزبان اردو

مزید لکھتے ہیں:۔

"غرض کہ مولانا نے اپنے ترجمہ و تفسیر میں قرآن کا لہجہ اختیار کیا اور عربی آیات کو اردو آیات بنا دیا۔"

ک (ابکلام آزاد ص ۲۱۲)

سرفراز صاحب اپنے امیر شریعت سے نقل فرماتے ہیں:۔

''قرآن اگر ہندوستان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر کی زبان میں نازل ہوتا یعنی صحیح ترجمہ ہے۔''

(ملفوظات امام اہلسنت ص ۳۵۳)

یہاں سرفراز صاحب نے اس فقرے کی وضاحت بھی کردی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ صحیح ترجمہ ہے۔ اسی طرح قاری طیب فرماتے ہیں:۔

''کہ اگر اردو میں قرآن نازل ہوتا تو شاید اس کی تعبیرات وہی یا اسی کے قریب ہوتیں جو اس ترجمہ کی ہیں۔''

نیز کہا گیا:۔

''گویا ان کے نزدیک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کو اردو میں پورا پورا منتقل کردیا ہے۔ گو مفہوم قرآنی جس انداز سے عربی میں ادا ہوا ہے اسی انداز سے وہ اردو میں بھی ادا ہوگیا ہے۔'' (محاسن موضح قرآن ۱۷)

ادریس صاحب لکھتے ہیں:۔

''کسی بزرگ کا قول ہے کہ اگر قرآن اردو زبان میں نازل ہوتا تو انہی محاورات اور الفاظ کے لباس میں نازل ہوتا جو شاہ عبدالقادر نے استعمال کیے ہیں۔''

(معارف القرآن ج ۱ ص ۱۵)

اس کے بعد جو اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ سب سے ہٹ کر ہے تو اس کی وضاحت ہم ماقبل میں کر آئے کہ وہ تو بقول آپ کے قطب ارشاد ''باتفاق

مفسرین'' ہے۔اس کے بعد جو مغفرت ذنب پہ علماء کے حوالے پیش کیے تو اس پہ عرض ہے کہ یہاں ذنب کا ترجمہ حقیقی و مرادی ہوگا نہ کہ لفظی۔جس پہ علمائے کرام نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں ان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو''احمد البیان فی رضا کنز الایمان۔''

مولانا نعیم الدین صاحب اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

''اور تمہاری بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔''

(خزائن العرفان ص ۹۳۹)

اسی طرح مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:۔

''سورۂ محمد میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گناہ سے مراد امت کے وہ گناہ مراد ہیں، جن کی شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہے۔'' (تفسیر نور العرفان ص ۸۱۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نعیم الدین صاحب اور مفتی صاحب نے قطعاً اعلیٰ حضرت کی مخالفت نہیں کی اور جہاں تک سعیدی صاحب کی بات ہے تو ان کے رجوع کا تذکرہ ہم کر آئے ہیں اور زبیر صاحب کی رائے جمہور کے مقابلے میں معتبر نہیں۔اس کے بعد جو مغفرت ذنب کا حوالہ دیا اس کا جواب ہم دے آئے ہیں کہ زبیر صاحب نے صرف الزام لگایا ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ پھر زبیر صاحب نے اعلی حضرت کے متعلق ان الفاظ سے رجوع کر لیا تھا (ماہنامہ سوئے حجاز دسمبر 2001)

اس کے بعد جناب نے احکام شریعت کے حوالے سے اعتراض کیا جس کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے۔ اس اعتراض کے تفصیلی جواب کے لیے ''قہر خداوندی'' یا ''حسام الحرمین اور مخالفین'' ملاحظہ کریں۔ فی الحال اتنا عرض ہے کہ احکام شریعت کی مکمل ذمہ داری اعلیٰ حضرت پہ نہیں ڈالی جاسکتی۔

(ننگے سر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت ص ۱۳، احمد البیان)

لہٰذا یہ حوالہ پیش کرنا محض عبث ہے۔ اور قرآن وحدیث پہ جھوٹ کون بولتا ہے اس کی تفصیل ہم [داستان فرار پہ ایک نظر] کے تحت بیان کریں گے۔ اس کے بعد جناب نے لکھا کہ علمائے دیوبند کے تراجم عرب وعجم میں مقبول ہوئے جس کا جواب ہم پہلے بھی نقل کرآئے ہیں کہ ان کو خود مفتی تقی عثمانی نے ناقابل فہم قرار دیا ہے۔ اور مزید سنیے علمائے دیوبند کی عرب وعجم میں کیا حیثیت ہے اس کا رونا روتے ہوئے ان کے شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں:۔

''عجیب بات تو یہ ہے کہ ہندوستان میں ہم لوگ وہابی، کافر اور نامعلوم کیا کیا کہلاتے ہیں۔ اس کے برخلاف عرب میں ہم بدعتی (کہلاتے ہیں)۔'' (ملفوظات شیخ الحدیث ص ۴۸)

گو چہرہ تاریخ پر تھے نقابوں پہ نقاب
حقیقت پھر حقیقت تھی نمایاں ہوگئی

جناب سرفراز صاحب فرماتے ہیں:۔

''دوسروں کے اکابر کو کوسنا اور ان پر برسنا تو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے لیکن خود اپنے اکابر کی مٹی جس طرح ان یار لوگوں نے پلید

کی ہے، دنیا کے کسی باہوش فرقہ سے اس کی نظیر نہیں ملتی ۔''

(سماع الموتیٰ ص ۲۵۷)

لہٰذا ان حقائق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ دیوبندی حضرات عرب وعجم میں مقبول ہوئے طفل تسلی کے سوا کچھ نہیں۔

تحریف لفظی اور اعلیٰ حضرت

یہ مضمون بھی جناب منیر احمد اختر صاحب کا ہے جنہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ اعلیٰ حضرت تحریف لفظی کے قائل تھے اس سلسلہ میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔ دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

''پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایضاح الادلہ ۱۳۳۰ میں مطبع قاسمی سے چھپ گئی تھی۔ حضرت شیخ الہند نے ۱۳۳۵ ھ میں ترجمہ قرآن لکھا، جس میں یہ آیت بالکل درست چھپی، کیا اگر تحریف ہی نعوذ باللہ مقصد تھا تو پانچ سال بعد وہ آیت کیسے درست ہوگئی۔'' (تجلیات انور ص ۳۳۸)

لہٰذا پہلا جواب ہماری طرف سے بھی یہی ہے کہ اگر تحریف ہی مقصد تھا تو قرآن کے ترجمے میں اعلیٰ حضرت نے تبدیلی کیوں نہیں کی؟ مزید سنیے یہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''کہیں کتابت کی غلطی کو مصنف کی تحریف کہہ دیتے ہیں،

ہوسکتا ہے اب یہ کتابت قرآن کی غلطیوں کو خدا تعالیٰ اور کتب حدیث کی کتابتی غلطیوں کو نبی اقدس علیہ السلام کی طرف منسوب کردیں۔'' (تجلیات انور ص ۸ ۳۳)

اس کے بعد عرض ہے کہ جناب کا تمام مضمون مطالعہ بریلویت سے سرقہ شدہ ہے اس کا دندان شکن جواب ''محاسبہ دیوبندیت'' میں موجود ہے قارئین اس جگہ دیکھیں ہم یہاں دیوبندی حضرات کے تحریف قرآن کے عقیدہ کو طشت از بام کرنا چاہتے ہیں، دیوبندی شیخ الہند لکھتے ہیں:۔

''بلکہ کلام اللہ وحدیث میں بعض آیات وجملے فرقہ ضالہ نے الحاق کیے، چنانچہ سب پر ظاہر ہے۔''

(ایضاح الادلہ صفحہ ۳۵۷)

مولوی انور کاشمیری لکھتا ہے:۔

''میں کہتا ہوں اس بنا پر لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو اس لیے کہ تحریف معنوی تو قرآن میں بھی بہت ہے اور جو چیز میرے نزدیک محقق ہے وہ یہ ہے کہ اس میں تحریف تحریف لفظی بھی ہے۔'' (فیض الباری ج ۳ ص ۹۸ ۳)

اس عبارت پہ دیوبندی بہانوں کا جواب ہم اپنی کتاب ''دفع اعتراضات مخبث'' میں دے آئے ہیں، وہیں دیکھیں۔ اس کے بعد جناب نے جو عبدالحی صاحب کا حوالہ پیش کیا اس میں سخت غلط بیانی سے کام لیا وہ عبارت عبد الحئی کی نہیں کسی دیوبندی کی ہے جو ہمارے لیے حجت نہیں۔

(دیوبندی تراجم کی تائید کا جائزہ بجواب علمائے دیوبند کے تراجم پہ اعتراضات کا تحقیقی جائزہ)

آیت نمبر ۱ - ووجدك ضالا فهدى۔

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجائی۔(شیخ الہند)

اور رستے سے ناواقف دیکھا تو رستہ دکھایا۔(فتح المجید ص ۱۱۳۱)

آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتادیا۔(تفسیر ماجدی)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا اور رستہ بتلایا۔(تفسیر انوار البیان ج ۹ ص ۴۱۲)

قارئین ان مذکورہ بالا تراجم سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے راستے سے ناواقف تھے، بے خبر تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ بے خبر ہی تھے تو پھر غارِ حرا میں سجدہ ریز کیوں ہوتے تھے؟ عام برائیوں کا صدور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہیں ہوا؟ یہ سب باتیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ حضور شریعت کا علم رکھتے تھے ہاں تفصیل ابھی آپ کو نہیں بتلائی گئی تھی مگر ایسا ترجمہ کرنا جس سے مطلقاً شریعت کے جاننے کی نفی ہو قابل اعتراض ہے۔

دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

> ''اس میں جوانی کے انعام کا ذکر فرمایا کہ زمانہ شباب میں گمراہی اور بھٹکنے اور بے راہ روی کا امکان ہوتا ہے خصوصاً جبکہ ہر سو بت پرستی، ظلم، چوری، زناکاری، شراب نوشی، یتیموں کا حق کھانا عام ہو تو گمراہی کا امکان قوی ہوتا ہے لیکن ہمارا کرم دیکھئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ طفولیت سے ہی

رئیس الموحدین بنا دیا خدا پرستی اور مکارم اخلاق آپ کا شیوا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت کے پورے احکام سے بے خبر تھے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان احکام کی رہنمائی کی منصب نبوت پہ فائز کر کے یہ کتنا بڑا انعام کیا ہے۔''

(عنبر الیم ص ۲۲۱)

تفسیری حوالہ جات کا جواب

قارئین کرام! جناب نے جتنے بھی حوالے پیش کیے ہیں ان میں سے کسی میں بھی شریعت سے مطلقاً بے خبری کا ذکر نہیں بلکہ ''احکام شریعت'' سے بے خبر ہونے کا ذکر ہے جس سے رستے سے بھٹکنا لازم نہیں آتا۔ اور پھر ان کے پیش کردہ تمام حوالہ جات ہمارے حق میں ہیں۔ ہم یہاں حوالہ جات کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے:۔

''آپ کو احکام شریعت سے بے خبر پایا۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۲۲۴)

اسی طرح قاضی صاحب، امام عبداللہ نسفی، امام بیضاوی اور دیگر حضرات نے احکام شریعت یعنی اس کی تفصیل کی نفی کی ہے اس سے مطلقاً شریعت سے بے خبر ہونا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا ہمارا اعتراض اس پہ ویسے کا ویسا ہی موجود ہے۔ اور ہماری اس گزارش سے جناب کی یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی کہ علمائے دیوبند کا ترجمہ جمہور کے مطابق ہے۔

ذو معنی الفاظ پہ اعتراض اور اس کا جواب

اس کے بعد ساجد صاحب نے علمائے اہلسنت کی عبارات نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ذو معنی لفظ کا استعمال گستاخی ہے۔

قارئین کرام! یہ اعتراض بھی معترض صاحب اور دیگر دیوبندی حضرات کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ذو معنی لفظ وہ قابل اعتراض ہے جس کا معنی عرف میں قابل اعتراض ہو۔ شرح زرقانی میں ہے:۔

"من سبه او انتقصه وصفه بما يعد نقصا عرفا قتل بالاجماع." (شرح زرقانی ج ۷ ص ۳۳۰)

یعنی جس نے آپ کو گالی دی یا آپ میں نقص ثابت کیا یعنی ایسے امور سے متصف ٹھہرایا جو عرف عام میں نقص شمار ہوتے ہیں تو اس پر علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لہٰذا الفاظ کے گستاخی ہونے کا دار و مدار لغوی معنی پہ نہیں بلکہ عرف پہ ہے۔ اور دیوبندی حضرات کے استعمال کردہ الفاظ عرف میں قابل اعتراض ہیں۔ پھر ہم آگے چل کر بتاتے ہیں کہ ترجمے پہ گرفت نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس بنیاد پہ گستاخی کا فتویٰ لگتا ہے (مگر اس کے باوجود دیوبندی حضرات اپنے اصول سے منحرف ہو کر لفظی ترجمے پہ گستاخی کا فتویٰ لگاتے ہیں) پھر اگر اسی اصول کو سامنے رکھا جائے تو گھر ان کا بھی محفوظ نہیں رہتا۔ حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:۔

''جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگر چہ

کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔'' (الشہاب الثاقب، ص ۲۰۰)

''آپ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے بلا ارادہ بھی گستاخی یا بے ادبی کا پہلو نکل سکتا ہو۔ تو اب سچے مسلمان پہ لازم ہے کہ وہ ایسے گستاخوں اور بے ادبوں کے ساتھ اپنا کسی قسم کا تعلق قائم نہ رکھے ورنہ وہ بھی اسی آگ میں جلے گا جس میں یہ گستاخ جلیں گے۔''

(با محمد باوقار ص ۱۰۴)

ان حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ جس سے گستاخی کا پہلو بھی نکل رہا ہو تو کہنے والا کافر ہو جاتا ہے تو سنیئے محمود الحسن نے بھٹکنا سے ترجمہ کیا جس کا مطلب بیان کرتے ہوئے اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

''بھٹکنا کے معنی اردو میں گمراہ ہونے اور تلاش میں پھرنے کے آتے ہیں۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۳۴۹)

اب دیوبندی اصول کے مطابق دیکھا جائے اور اس کا معنی اگر گمراہ کیا جائے تو یہ یقیناً گستاخی ہوگا کیونکہ دیوبندی حضرات نے اس کو گستاخی قرار دیا ہے۔ ایسے ہی عبد الماجد دریا آبادی نے ترجمہ حضرت یعقوب کے لیے ''بہک گئے'' کے الفاظ استعمال کیے جس کا مطلب ہے:۔

''ہذیان بکنا۔'' (فیروز اللغات ص ۱۳۹)

امید ہے حضرت کی عقل ٹھکانے آ گئی ہو گی۔ پھر اخلاق حسین قاسمی صاحب

لکھتے ہیں:

''پس اس تاریخی شہادت کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس ضلالت کی طرف منسوب کیا جارہا ہے اس کے معنی اور لیے جائیں گے اور مکہ والوں کو جس ضلالت میں مبتلا بتلایا جا رہا ہے۔اس ضلالت کا مفہوم بالکل دوسرا لیا جائے گا۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۳۵۱)

یعنی نسبت کے بدلنے سے معنی بدل جائے گا اور ایوب نے لکھا:۔

''زلیخا کا خود رفتہ ہونا مذموم غیر محمود تھا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا تعالیٰ کی محبت میں خود رفتہ ہونا محمود تھا۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۹۴)

پھر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے متعلق قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اچھا ترجمہ کیا ہے۔'' (محاسن موضح قرآن ۳۵۳)

پھر قاسمی صاحب نے آگے جا کر جو اسے سخت لفظ قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔مطالعہ بریلویت میں موجود ہے:۔

''اب رہا ''خود رفتہ'' تو ''بھٹکے ہوئے'' کے مقابلہ میں یہ لفظ نرم ضرور ہے۔'' (مطالعہ بریلویت ج ۷ ص ۳۲۳)

اور جہاں فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر اعتراض ہے تو ہم اوپر جواب دے آئے ہیں کہ لفظ وہ قابل گرفت ہے جو عرف میں گستاخی کے معنی میں استعمال ہو۔آگے چلیے ہم یہاں تفاسیر سے بھی اعلیٰ حضرت کے اختیار کردہ معنی کی

وضاحت کردیتے ہیں۔تفسیر قرطبی میں ہے:۔

"وقیل ووجدك محبا للهدایه فهداك ایها ویکون الضلال بمعنی المحبة ومنه قوله تعالٰی قالوا انا لله انك لفی ضلالك القدیم۔"

تفسیر کبیر میں ہے:۔

"الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله انك لفی ضلالك القدیم ای محبتك ومعناه انك محب فهدیتك الی الشرائع التی بها تتقرب الی خدمة محبوبك۔" (تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۳)

تفسیر عزیزی میں ہے:۔

''اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ (اس آیت میں) ضلال سے مراد محبت اور مرتبہ عشق ہے جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے ان کی یوسف سے محبت کو (ضلال) سے تعبیر کیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی خودوارفتگی میں ہیں اور (اس آیت میں) ہدایت سے مراد محبوب حقیقی کے وصال کا راستہ بتانا ہے۔'' (تفسیر عزیزی ص ۲۲۱)

تفسیر روح المعانی میں ہے:۔

"وجدك ضالا عن معنی محض المودة فسقاك کأسا من شراب القربة والمودة فهداك به الی

معرفته عزوجل وقال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ
كنت ضالا عن محبتي لك في الازل فمننت
عليك بمعرفتي۔" (تفسیر روح المعانی ج۱۵ ص ۱۸۷)

ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''آپ تعلق مع اللہ اور اس کی محبت میں حیران و مضطرب تھے اور اس معنی کی تائید سورۃ یوسف کی اس آیت سے ہوسکتی ہے جس میں حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے والد کو یوسف کی محبت میں مضطرب و بے چین دیکھ کر کہا:۔

تالله انك لفي ضلالك القديم..."

(معارف القرآن ج ۸ ص ۴۸۱)

یہ تمام حوالہ جات اس بات کی وضاحت کررہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ لفظ محبت میں خود رفتہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کے لیے ان کے بیٹوں نے ان کی یوسف سے محبت کو ضلال سے تعبیر کیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ باقی تراجم پہ فوقیت رکھتا ہے۔

آیت نمبر ۲۔ انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔

''ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔'' (محمود الحسن)

قارئین اس سلسلہ میں عرض ہے آیت مذکورہ میں ذنب کا لفظ اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا اور ترجمہ کرتے وقت اس کی حقیقی مراد کو سامنے رکھا جائے گا۔لیکن اگر کوئی لفظی ترجمہ کر بھی دے تو اس پہ گستاخی کا فتویٰ نہیں۔جیسا کہ شارح بخاری لکھتے ہیں:۔

''بہت سے مترجمین نے اس آیت میں ''ذنب'' کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے۔ترجمے میں کلمات قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے۔

(فتاوی شارح بخاری ج۱ ص ۳۶۲)

لہٰذا صرف لفظی ترجمہ کرنے پہ اعتراض ہرگز نہیں۔اور ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ ترجمہ میں حقیقی اور مجازی معنی کی وضاحت عقیدہ کرتا ہے۔سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''خان صاحب نے یا ایھا النبی کے معنی "اے غیب بتانے والے نبی'' کیے ہیں ہم نے اس پر تنقید متین میں گرفت کی کہ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے لیکن کلی غیب مراد ہے جس میں تمام خبریں شامل ہوں تو یہ درست نہیں۔''

(اتمام البرھان ص۱۸)

دیکھیں یہاں لفظ نبی کا ترجمہ ایک جیسا ہے مگر عقیدہ کے بدلنے سے مطلب بدل جائے گا ایسے ہی جب کسی اہل سنت کے عالم نے انبیاء کی طرف ذنب کی نسبت کی ہے تو اس سے مراد مجازی معنی ہوگا یعنی صورتاً ذنب،خلاف اولیٰ وغیرہ لیکن اگر یہ کام دیوبندی حضرات کریں تو حقیقی معنی مراد لیا جائے گا۔کیونکہ یہ

حضرات انبیاء سے گناہ کا صدور مانتے ہیں۔ جناب قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کو حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔''

(تصفیۃ العقائد ص ۲۲)

یہاں نانوتوی صاحب انبیاء سے دروغ صریح یعنی جھوٹ کا صدور مان رہے ہیں جو گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے جب دیوبندی حضرات ترجمہ میں گناہ کا لفظ لکھیں گے تو اس سے مراد معنی حقیقی ہوگا۔ مزید یہی نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے، اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔'' (تصفیۃ العقائد ص ۲۴)

اور خود جناب قاضی مظہر صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر بالفرض کوئی یہ کہے کہ نعوذ باللہ کفر، کذب اور کبیرہ کا صدور ایک دو بار ہو جاتا ہے تو کیا اس نظریہ کی بنا پر بھی اس کو عصمت انبیاء کا قائل مان لیا جائے گا؟'' (علمی محاسبہ ص ۱۵۷)

لہٰذا اب عصمت انبیاء کے دعوے کرنا صرف حقیقت سے منہ موڑنا اور عوام کی نظروں میں دھول جھونکنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس عبارت کا دفاع کرتے ہوئے دیوبندی حضرات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے اور

نانوتوی صاحب کی عبارات سے ان کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ذیل میں مختصر طور پہ اس کا ردّ پیش خدمت ہے۔نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

''بایں نظر کہ انتساب مذکور کی بھی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا یکساں حکم نہیں منجملہ ان کے تعریضات بھی ہیں جن کی معنی مطابقی تو مخالف واقع نہیں ہوئے مگر اور مؤیدات مخالف واقع کی طرف کھینچ لی جاتی ہے پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں ہر ایک کو حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہیں۔'' (تصفیۃ العقائد ص ۲۲)

قارئین اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے واضح طور پہ معاریض اور دروغ صریح میں فرق مانا ہے اور دونوں کا الگ ذکر کیا ہے۔اور ابراہیم علیہ السلام والا واقعہ توریہ کی مثال ہے اور معاریض کی قسم ہے جیسا کہ ایوب صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے اور نانوتوی صاحب دروغ صریح کی بات کر رہے ہیں۔دیوبندی مؤلف لکھتے ہیں:۔

''جو حضرت ابراہیم کا کلام منقول ہے اس طرح کے کلام کو توریہ کہتے ہیں۔توریہ اور چیز ہوتا ہے اور جھوٹ اس کے علاوہ دوسری چیز کو کہتے ہیں یارلوگوں نے توریہ کو اپنے عنوان میں جھوٹ سے تعبیر کیا ہے حالانکہ یہ سراسر بددیانتی ہے۔''

(حقیقی دستاویز ص ۳۶۴)

مسلم عثمانی دیوبندی ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:۔

''ذو معنی لفظ کا استعمال کر کے ایک معنی کا ارادہ کرنا اور ایک کو چھوڑ دینا کذب نہیں، بلکہ تعریض ہے اور تعریض میں کوئی شرعی نقص لازم نہیں آتا۔'' (احتساب قادیانیت ج ۲۰ ص ۲۷۲)

النجوم الشہابیہ کے حوالہ کی وضاحت

اس لیے النجوم الشہابیہ کے مصنف نے اگر دیوبندی ترجمہ پہ گرفت کی ہے تو ان کے عقیدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی ہے جن کی وہ آغاز میں وضاحت بھی کر چکے ہیں۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:

''وہابیوں دیوبندیوں نے قسم قسم کے نجس خبیث کفریات اپنی کتابوں میں لکھے چھاپے جنہیں بارہا آپ حضرات نے اپنی کتابوں میں دیکھا اور پڑھا۔'' (النجوم الشہابیہ)

''آج آپ حضرات کو وہابیوں دیوبندیوں کے نئے نئے کفریات و ضلالات بتاتا ہوں کہ ان بددین وہابیوں نے قرآن مجید کے ترجمہ کے پردہ میں کیسے کیسے خبیث اخبث کفریات لکھے ہیں کہ غیر مسلم سنتا ہے وہ بھی تڑپ جاتا ہے۔'' (النجوم الشہابیہ)

یہی انداز دیگر کتب کا ہے۔

علمائے تفاسیر کی عبارات کا جواب

ساجد صاحب نے جو علمائے کرام کی عبارات نقل کی ہیں تو اس سلسلہ میں

خود ان کے گھر کے قاضی مظہر حسین صاحب کا ہی بیان پیش خدمت ہے، موصوف لکھتے ہیں :۔

''علامہ آلوسی اور امام مجاہد نے تو لفظ ذنب لکھا ہے جس کا معنی گناہ نہیں ہے تو پھر آپ نے ان اکابر پر یہ کیوں بہتان لگایا ہے کہ انھوں نے انبیاء کی طرف گناہ کی نسبت کی ہے۔ یہ الزام آپ تب لگا سکتے تھے جب آپ یہ ثابت کرتے کہ ذنب بمعنی گناہ ہی آتا ہے اور لغزش کے لیے ذنب کا لفظ مستعمل نہیں۔'' (علمی محاسبہ ص ۱۹۵)

لہٰذا ان کی پیش کردہ عبارات ہمارے خلاف نہیں۔ ساجد صاحب کو چاہیے تھا کہ کوئی ایسی عبارت پیش کرتے جس میں لفظ گناہ کی نسبت حقیقی معنی میں موجود ہوتی مگر جناب ایسا ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکے۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ اعتراض کا جواب

جہاں تک تعلق ہے سورۂ شعراء کے ترجمہ کا تو اس کے حاشیے میں موجود ہے:۔

''انبیاء معصوم ہیں گناہ ان سے صادر نہیں ہوتے تو ان کا استغفار اپنے رب کے حضور تواضع ہے اور امت کے لیے طلب مغفرت کی تعلیم ہے۔'' (خزائن العرفان ص ۶۸۸)

اور یہ بھی دیوبندی حضرات کا ہی اصول ہے کہ حاشیہ سے ترجمہ کی

وضاحت ہو جاتی ہے۔ پھر خود اعلیٰ حضرت نے لکھا کہ:۔

”مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے ،فرمائے۔ دوسرا کہے تو اس کی زبان گدی کے پیچھے کھینچی جائے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۲۳)

مزید عرض ہے کہ اس آیت کے متعلق مفسرین کی دیگر تصریحات موجود نہیں اس لئے امام اہلسنت نے اس نسبت کو قائم رکھا ہے اور اس کی وجہ نعیم الدین مراد آبادی نے بیان کر دی ہے ،اور جہاں تک تھانوی صاحب کا ترجمہ ہے جس میں خطا کی نسبت حضور کی طرف موجود ہے تو دیو بندی حضرات کے امیر شریعت لکھتے ہیں:۔

”نبی سے خطا خدا پر طعن ہے۔“

(خطبات امیر شریعت ص ۱۲۹)

ایسے ہی دیو بندی ترجمان لکھتا ہے:۔

”لیکن زمخشری نے یہ ظلم کیا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گنہگار قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ لکھے:۔

ترجمہ:۔آپ نے خطا کی اور جو اجازت دینے کے الفاظ کہے بہت برے کہے۔“

”یہ عبارت پڑھ کر بہت دھچکا لگا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گنہگار قرار دینا ،کتنا بڑا ظلم ہے۔“

(فرمودات از پروفیسر سعید ص ۳)

اس جگہ دیو بندی مولوی نے یہ بات واضح کی ہے کہ انبیاء کی طرف خطا

منسوب کرنے کا مطلب انہیں گنہگار لکھنا ہے۔اسی طرح جن حضرات نے غلطی کا لفظ منسوب کیا ہے ان کے بارے میں بھی خالد محمود صاحب کے یہ الفاظ پیش خدمت ہیں:۔

''جس طرح آنکھ ذرہ بھر گرد کو برداشت نہیں کرسکتی نبوت غلطی کے بوجھ کو برداشت نہیں کرسکتی۔''

(آثار الاحسان ص ۴ ۲۳)

مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں:۔

''مگر انبیاء علیہم السلام تو غلطی سے پاک ہوتے ہیں۔ان میں غلطی تسلیم کرنا منصب نبوت کی توہین ہے۔''

(پارلیمنٹ میں قادیانی مقدمہ ص ۱۰۵)

قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر دہلوی نے ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اورصورتاً نہ کہ حقیقتاً۔ کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے اوراس دور میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے تعلیم یافتہ لوگ واقف تھے اور علمی طور پر ایسے مسائل حل کیے جاتے تھے اس لیے ذنب کا معنی گناہ لکھنے سے غلط فہمی کا موقعہ کم ہوتا تھا۔لیکن موجودہ دور میں کیونکہ اہل سنت کے عقائد کی تبلیغ کم ہے اور بجائے حق پسندی کے حجت

بازی کا دور ہے اس لیے اب ذنب کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیے
جو اس کی حقیقی مراد ہو چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی نے
ذنب کا ترجمہ خطا لکھا ہے۔'' (علمی محاسبہ ص ۲۹۸)

مگر اس کے باوجود دیوبندی حضرات کے شیخ الہند نے اس کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے، جس سے بقول قاضی مظہر غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اس سے سابقہ اکابر کے تراجم کا بھی جواب ہو گیا۔ پھر اخلاق حسین قاسمی شاہ عبدالقادر کے حوالے سے لکھتا ہے:۔

''شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے
استغفار کا مطلب یہ لیا ہے کہ اپنی امت کے گناہوں کی
بخشش مانگا کیجئے، تا کہ آپ کو محشر کے دن شفاعت کبریٰ کا
درجہ ملے۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۴۵۳)

یہاں تک تو ہم نے کافی وضاحت کر دی اب ہم کچھ دیوبندی حضرات کی تسلی و تشفی بھی کرائے دیتے ہیں، جناب قاضی مظہر لکھتے ہیں:۔

اس کے ترجمہ میں انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ
انہوں نے لفظ ذنب کا ترجمہ گناہ سے کیا ہے تا کہ پڑھنے
والے کے ذہن میں یہ بات آئے کہ حضرت یونس علیہ السلام
سے اس معاملہ میں کوئی گناہ ہوا تھا (علمی محاسبہ ص 31)

یہاں ساجد صاحب توجہ کریں کہ خود ان کے گھر کے قائد یہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں کہ ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے لامحالہ یہ خیال

ذہن میں آئے گا کہ انبیاء سے معاذ اللہ کوئی گناہ ہوا تھا، اسی قسم کی تنقید ہمارے علماء کرام نے بھی کی ہے، جس پہ جناب سیخ پا ہوئے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب اپنے قائد کی بات کو تسلیم کر کے توبہ کرتے ہیں یا ان کے متعلق بھی وہی زبان استعمال کرتے ہیں جو انہوں نے علمائے اہلسنت کے لئے کی ہے۔

پھر جناب حسین احمد مدنی صاحب آیت مذکورہ میں ذنب کی نسبت کے متعلق رقم طراز ہیں:۔

''آیت مذکورہ بالا میں جو لفظ ذنب واقع ہے اس کی نسبت فاعلی پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف صحیح نہیں ہے۔''

(معارف وحقائق ص ۲۶۲)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ چیخ و پکار کرنے والے اب اپنے گھر کو بھی دیکھیں اور اپنے قطب الارشاد کے قول کو ملاحظہ کریں اور اسے بھی تحریف معنوی اور قرآن وحدیث کے خلاف قرار دیں مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

جہاں تک یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی بنیاد خراسانی کی توجیہہ ہے، عرض ہے کہ دونوں میں فرق موجود ہے اعلیٰ حضرت نے اگلوں پچھلوں کی طرف نسبت کی ہے اور انبیاء کا استثناء کیا ہے۔ اب ہم عطاء خراسانی کے قول کی تائید بھی علمائے دیو بند سے کرائے دیتے ہیں۔ علمائے دیو بند کی مصدقہ تفسیر میں ہے:۔

''عطا خراسانی نے کہا ما تقدم سے مراد ہیں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی غلطیاں ما تاخر سے مراد ہیں امت کے گناہ یعنی آپ کی برکت سے اللہ آدم وحوا کی غلطیاں اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے گناہ معاف کر دے۔''

(گلدستہ تفسیر ج ۶ ص ۴۶۸)

اور اسی طرح جناب نے خود نقل کیا کہ:۔

''عطا خراسانی نے کہا کہ ما تقدم سے مراد آدم وحوا کی غلطیاں ہیں۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۸ ۲۳)

اور سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔'' (تفریح الخواطر ص ۲۹)

لہٰذا دوسروں پہ اعتراض کرنے سے پہلے گھر کی حالت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔ اور عطا خراسانی کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کے لیے ''الذنب فی القرآن'' اور ''احمد البیان'' ملاحظہ کریں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی پہ اعتراض کا جواب

اس کے بعد ساجد صاحب نے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب پہ ایک اعتراض کیا اور اعتراض کرنے کے بعد لکھا:۔

''اگر ہے کسی میں جرأت تو اپنے اکابر سے اس کفر اور گستاخی کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۵ ۲۲)

ذیل میں اس کا جواب حاضر ہے۔ مولوی صاحب نے مفتی احمد یار خان کی ایک عبارت پر اعتراض کیا جس کا مفہوم ہے کہ انبیاء سے نسیاناً اور خطاءً گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد جناب نے مفتی صاحب کی ایک اور عبارت نقل کی جس میں لکھا تھا:۔

''اگر پیغمبر ایک آن کے لیے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان میں داخل ہوں گے۔''

(تفسیر نعیمی ج۱ ص ۲۶۳)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''رضا خانیوں نے انبیا سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں سے اسی طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہے کسی میں جرأت تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور منہ مانگا انعام وصول کرے۔'' (ایضاً)

الجواب:۔ جواباً عرض ہے کہ مفتی صاحب نے جاء الحق میں امکان لکھا ہے اور حضرت والا کو پتہ ہونا چاہئے کہ

''امکان وقوع کو لازم نہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ ج۱ ص ۲۰)

جبکہ مفتی احمد یار خان صاحب نے تفسیر نعیمی میں امکان کی بات ہے وقوع کی نہیں، لہٰذا اعتراض ختم۔ اور اب ہم اس وہابی اسماعیلی دیوبندی سے منہ مانگے انعام کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے تو اس کا جواب دے

دیا لیکن مشکل دیوبندیوں کو آنی ہے ملاحظہ ہو۔ ان کا مولوی مفتی صاحب کی اسی عبارت کہ انبیا سے نسیاناً خطاء گناہ کبیرہ صادر ہو سکتے ہیں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

''انبیا سے گناہوں کے صدور کا عقیدہ سراسر باطل اور غیر اسلامی ہے۔'' (راہ سنت شمارہ ۳ ص ۱۳)

اسی طرح ایک مولوی نے اس کو عقیدے کی غلاظت قرار دیا۔

(نور سنت شمارہ نمبر ۴)

خود مولوی صاحب کا تبصرہ بھی قابل دید ہے۔

(نور سنت شمارہ ۱۱۔ ۱۲ ص ۲۴۵)

جبکہ وہابی مولوی نے ملا علی قاری کے حوالے سے اسی قسم کی عبارت نقل کی۔ ملاحظہ ہو:

''جمہور نے انبیا سے گناہ کبیرہ کا صدور سہواً اور صغیرہ کا عمداً جائز قرار دیا ہے۔'' (رضا خانی ترجمہ وتفسیر کا جائزہ ص ۶۵)

اسی طرح انوار الباری میں ہے:۔

''قبل النبوۃ صغائر و کبائر کا صدور ہوسکتا ہے بعد النبوۃ کبائر کا سہواً اور صغائر کا عمداً ہوسکتا ہے۔''

(انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۱۱)

تھی خبر گرم کہ اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پر تماشہ نہ ہوا

اور جہاں تک ہمارے علماء کی بات تو انہوں نے جن عبارات پہ گرفت کی ہے جس کی طرف معترض صاحب کا اشارہ ہے وہاں صدور پایا جاتا ہے اور اسی پہ اعتراض ہے۔

سعیدی صاحب کی وضاحت

سعیدی صاحب نے ان الفاظ سے رجوع کر لیا تھا جس کی ہم پہلے بھی وضاحت کر آئے ہیں مزید تفصیل بھی حاضر ہے۔ جناب سعیدی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے ہر چند کہ اپنی دوسری تصانیف میں اس آیت کا ''کنز الایمان سے مختلف ترجمہ کیا ہے اور ذنب کی نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قائم رکھی ہے، بلکہ آپ نے لکھا ہے کہ تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ اور اس میں اہل سنت کے عقیدہ کی مخالفت نہیں ہے۔''
>
> (تبیان القرآن ج۱۱ ص ۲۰۴)

اور جہاں تک سابقہ اکابر کی بات تو اس کی وضاحت ہم قاضی مظہر کے حوالے سے کر آئے ہیں، وہیں ملاحظہ کی جائے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ یہ نسبت خود اعلیٰ حضرت، آپ کے والد، علامہ احمد سعید کاظمی اور دیگر حضرات نے کی ہے اور جمہور

کا یہ فیصلہ ہے کہ ذنب بمعنی بظاہر خلاف اولیٰ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گستاخی نہیں مگر راجح موقف یہی ہے کہ مراد امت کے گناہ ہیں اور اعلیٰ حضرت نے یہاں حقیقی مراد لکھی ہے جو باتفاق مفسرین ہے لہٰذا اعلیٰ حضرت کے ترجمے کو دیگر تراجم پہ فوقیت حاصل ہے۔ آیت نمبر ۳ پہ تفصیلی گفتگو کے لیے ''تسکین الجنان'' ملاحظہ کریں۔

آیت نمبر ۴: اهدنا الصراط المستقيم

بتلا ہم کو راہ سیدھی۔ (محمود الحسن)

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

کمالین میں ہے:۔

"فان قيل طلب الهداية من المومن وهو مهدى تحصيل الحاصل قلنا المراد طلب الثبات عليه او حصول المراتب المرتبة عليه والزيادة ولى الهدى الذى اعطوه۔"

(حاشیہ کمالین تفسیر جلالین ص ۵۱۰)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:۔

ترجمہ: ''ایمان والوں کی طرف سے یہ دعا کہ باوجود اس کے کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں بمعنی ہدایت پہ ثابت رہنے کی ہوگی اور بمعنی مزید ہدایت طلب کرنے کے ہوگی۔'' (معالم التنزیل ص ۱۰)

تفسیر مدارک میں ہے:۔

''یعنی ہمیں واضح راستے پہ قائم فرما۔''

(تفسیر مدارک مترجم از شمس الدین ج ا ص ۵۲)

تفسیر انوار البیان میں ہے :۔

''ہدایت یافتہ ہوتے ہوئے ہدایت کی دعا کرنا موت تک ہدایت پر جمے رہنے اور ثابت قدم رہنے کا سوال ہے۔'' (انوار البیان ج ا ص ۳۸)

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ یہاں مراد اس ہدایت پر ثابت رہنا اور جو مرتبہ حاصل ہے اس میں زیادتی کی دعا ہے۔ اور یہ صرف اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اعتراض: رضا خانی اب تک سیدھے راستہ پہ چلے ہی نہیں اس لیے راستہ پہ چلنے کی دعا کر رہے ہیں۔ (کنز الایمان نمبر ص ۲۸۸)

اس کا جواب تو ہمارے پیش کردہ تفسیری حوالہ جات میں موجود ہے کہ راستہ چلنے کے علاوہ اس میں زیادتی کی دعا ہے اور جہاں ''رستہ بتلانے۔'' کی بات تو جناب عبدالرشید لاہوری لکھتے ہیں :۔

''یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس طرح محض راہ دیکھ لینا شریعت کی نگاہ میں قابل اعتبار نہیں جب تک اس پر چلا نہ جائے اور عمل نہ کیا جائے ۔'' (تقابلی جائزہ ص ۲۰)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ صرف ''راستہ بتلا۔'' کیا جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ راستہ دیکھنا بغیر عمل کے قابل اعتبار نہیں اور اس سے نہ چلنا لازم آتا ہے۔

اعتراض:۔ اس عمل کا شرعاً اعتبار نہیں جس کی پشت پر علم صحیح نہ ہو۔ ارشاد

خداوندی ہے۔ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ یعنی اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کا تباع کرے۔بہر حال ثابت ہو گیا کہ جس طرح سیدھی راہ دیکھ لینا بغیر اس پر چلنے کے کافی نہیں اسی طرح بغیر علم صحیح کے اس پر چلنا بھی معتبر نہیں۔(تقابلی جائزہ ص ۲۱)

اگر قاری عبدالرشید صاحب نے ذرا غور کیا ہوتا تو انہیں یہ اشکال ہر گز پیش نہ آتا کیونکہ قرآن کی اگلی آیت اس شبہ کا ازالہ کر رہی ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پہ انعام ہوا اور جناب کی پیش کردہ آیت میں جس راستے پہ چلنے کا ذکر ہے وہ خواہش نفس ہے لہٰذا جناب کا اعتراض لغو ہونے کے سوا کچھ نہیں۔

قارئین کرام! حافظ ساجد نے جو جلالین کا حوالہ دیا اس کی وضاحت ہم حاشیہ کمالین سے کر آئے ہیں اور جہاں تک شاہ عبدالعزیز کا ترجمہ ہے تو وہ بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ان دونوں باتوں کو محیط ہے جیسا کہ ماقبل میں ہم وضاحت کر چکے ہیں۔مگر ہم یہاں تفسیر عزیزی کے متعلق اکابرین دیوبند کا نظریہ بھی پیش کر دیں۔مصنف محاسن موضح قرآن تفسیر عزیزی کے متعلق سندھی صاحب کے تاثرات یوں نقل کرتے ہیں:۔

> ''اس تفسیر کے متعلق مولانا عبیداللہ سندھی نے لکھا ہے کہ اس میں بعض چیزیں فن حدیث کی رو سے غیر ثابت بھی آجاتی ہیں۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۵۸)

اور عمر صاحب کا مخاطب کیونکہ وہابی ہے لہٰذا ترجمہ بھی ان کے مطابق کیا

ہے۔ اور جہاں تک شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کی بات تو یہ ترجمہ لفظی ہے مرادی نہیں اس واسطے اعتراض کے زمرے میں نہیں آتا اور پھر کیونکہ یہ تراجم تحریف شدہ ہیں اس لیے ان کا اعتبار بھی نہیں۔ پھر سابقہ مترجمین میں سے شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں:۔

چلا ہم کو سیدھا رستہ۔ (موضح قرآن)

اسی طرح فتح محمد خان نے ترجمہ کیا:

ہم کو سیدے رستے چلا۔ (فتح المجید ص ۲)

مفسر حقانی نے لکھا:۔

ہم کو سیدھے رستہ پر چلا۔ (تفسیر حقانی ج ا ص ۳۴)

دیابنہ کی اعلیٰ حضرت کی پیروی

چلا ہم کو سیدھا رستہ۔ (تفسیر ماجدی ص ۲)

ہمیں سیدھے راستے پہ چلا۔ (تفسیری ترجمہ ص ۲)

دیوبندی حضرات کے متکلم اسلام لکھتے ہیں:۔

''اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پہ چلا۔ ایک ہوتا ہے سیدھا راستہ دکھا دینا اور ایک ہوتا ہے سیدھے راستے پہ چلا دینا۔ ہدایت کا ایک معنی دکھانا ہے جس کو عربی میں ارائۃ الطریق کہتے ہیں راستہ دکھانا۔ ایک ہدایت کا دوسرا معنی ''ایصال المطلوب'' ہے یعنی سیدھے

راستے پہ چلا دے۔ہم یہ نہیں کہتے اللہ ہمیں سیدھا راہ دکھا دے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو سیدھے راستے پہ چلا دے۔'' (دروس القرآن ص ۶۰)

نیز یہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک بات یادرکھیں کہ صرف حق کا معلوم ہونا کافی نہیں بلکہ اس کو ماننا بھی ضروری ہے۔بعض اوقات بندہ حق تو جان لیتا ہے مگر ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔۔۔۔۔اھدنا الصراط المستقیم۔۔۔اے اللہ!صراط مستقیم پر چلا۔''

(مجالس متکلم اسلام ص ۷۳۔۷۴)

ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور اگر راستہ کا قطع کرانا اور منزل مقصود تک پہنچانا مراد ہوتو بلا واسطہ متعدی ہوگا جیسا کہ اس آیت میں بلاواسطہ متعدی ہے۔'' (معارف القرآن ج ۱ ص ۲۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں راستہ پہ چلانا مراد ہے اور ''راستہ دکھلانا'' ترجمہ پہ اس کو فوقیت حاصل ہے۔مگر ان حقائق کے باوجود آج بھی دیوبندی حضرات رستہ دکھلانا ہی ترجمہ کرتے ہیں۔

بتاراہ سیدھی۔(تفسیر فہم القرآن ج ۱ ص ۱)

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔(تفسیر محمود ج ۱ ص ۱۰۳)

بتادیجئے ہم کو سیدھا راستہ۔(درس قرآن ج ۱ ص ۱۰)

ہمیں وہ راستہ دکھلایئے۔ (تفسیر بصیرت القرآن ج ۱ ص ۱۰)

اس کے بعد جو اعلیٰ حضرت کے تراجم کے حوالے سے اعتراض کیا تو عرض ہے کہ سورۃ فاتحہ میں یہ کلمہ دعائیہ ہے اور جناب کی پیش کردہ آیات خبریہ ہیں دعائیہ جملے کو خبریہ پہ قیاس کرنا یہ صرف دیوبندی حضرات کا ہی کام ہے۔

آیت نمبر ۵: و مکر وا و مکر اللہ واللہ خیر الما کرین

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے (شیخ الہند)

عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''بعض اوقات لفظ مکر سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ اردو اور پنجابی میں مکر سے مراد فریب اور دھوکا ہے۔ جب کہ عربی زبان میں یہ لفظ خفیہ تدبیر کے لیے بولا جاتا ہے۔''
>
> (معالم العرفان ج ۴ ص ۱۸۲)

اس لیے جب اردو میں ترجمہ کیا جائے گا تو مکر کا لفظ استعمال نہیں ہوگا اور جہاں تک معترض صاحب کا استہزاء پہ لغت اردو کے حوالے سے اعتراض کرنا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ استہزاء کا لفظ عربی کا ہے اور امام اہلسنت نے اس لفظ کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ جوں کا توں قائم رکھا ہے اور دیوبندی حضرات نے مکر کا ترجمہ چال، داؤ وغیرہ کیا ہے۔

اور داؤ چلا اللہ نے۔ (تفسیر فہم القرآن ج ۱ ص ۲۳۱)

اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (تفسیر جواہر القرآن ص ۱۵۵)

اور اللہ نے بھی داؤ کیا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔(اردو ترجمہ قرآن مجید از امداد اللہ انور، ص ۹۳)

اور اللہ نے بھی ان کے مقابلے میں چال چلی اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔(تفسیری ترجمہ ص ۱۰۷)

اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''مکر۔'' کا ترجمہ ''خفیہ تدبیر'' یا صرف ''تدبیر'' شگفتہ ترجمہ ہے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۷ ص ۳۱۷)

تفسیر خازن میں ہے:۔

واصل المکر صرف الغیر عما یقصدہ بضرب من الحیلۃو قیل ھو السعی بالفساد فی الخفیۃ(و مکر اللہ)ای جازاھم علی مکرھم فسمی الجزاء باسم الابتداء لانہ فی مقابلتہ۔

(ج ا ص ۲۵۰)

تفسیر مدارک میں ہے:۔

(ومکر اللہ)اضافۃ المکر الی اللہ تعالیٰ الاعلی معنی الجزء لانہ مذموم عند الخلق و علی ھذاالخداع والاستھزاء ،کذا فی شرح التاویلات۔ (تفسیر مدارک ج ا ص ۲۵۸)

اس کا ترجمہ دیوبندی حضرات نے کچھ یوں کیا ہے:

’’مکر کے لفظ کی اضافت اللہ کی طرف جائز نہیں مگر صرف جزائے مکر کے مفہوم میں کیونکہ یہ لفظ لوگوں کے ہاں مذمت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی حکم خداع، استہزا کے الفاظ کا ہے۔‘‘ (تفسیر مدارک ج ا ص ۴۴۳)

تفسیر بغوی جس کا ترجمہ دیوبندی حضرات نے کیا ہے اس میں موجود ہے:۔

’’مکر من اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مکر کی سزا دینا جزاء کو مکر کے مقابلہ کی وجہ سے فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اللہ یستہزی بہم..... وھوخادعھم۔" مکر اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق جو خفیہ تدبیر کی۔‘‘

(تفسیر بغوی مترجم ج ا ص ۴۷۱)

گلدستۂ تفسیر میں ہے:۔

’’مکر کہتے ہیں لطیف وخفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لیے ہوتو اچھا ہے۔‘‘ (گلدستہ تفسیر ج ا ص ۵۰۸)

جناب اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’اسی طرح مکر کے معنی عربی میں فریب کے لیے خاص نہیں بلکہ تدبیر خفی کو بھی کہتے ہیں۔‘‘ (میلادالنبی ص ۲۹۴)

ایک ممکنہ اعتراض اور اس کا جواب

’’قارئین! ہم نے ’’استہزا‘‘ کی بحث میں لکھا ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور

امام اہلسنت نے اس کو جوں کا توں قائم رکھا ہے اب اس پہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ لفظ مکر کو بھی تو جوں کا توں قائم رکھا جا سکتا ہے؟ تو اس اعتراض کا جواب دیتے تبسم شاہ بخاری صاحب رقم طراز ہیں:۔

''استہزاء عربی کا لفظ ہے اور پھر قرآن کا۔ اسکا صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ اور اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت بارگاہ الوہیت اور دربار رسالت کا ادب و احترام بھی ضروری ہے۔ چونکہ اس کا معنی جو اردو میں ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف جائز نہ تھی اس لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اصل لفظ ہی رہنے دیا۔ اور آگے لکھ دیا کہ جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ یعنی مزید احتیاط کا تقاضا بھی پورا کر دیا۔ اسی طرح عربی کے کچھ لفظ ایسے ہیں جو ہماری علاقائی زبان میں اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتے جیسے ''مکر'' یہ بھی قرآنی لفظ ہے اس کا بھی اصل مفہوم اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس کے معنی خفیہ تدبیر کے بھی آتے ہیں۔ جو کہ اچھا مفہوم رکھتے ہیں بہ نسبت مکر کے (ہماری زبان میں) کیونکہ ہم لوگ ''مکر'' کو فریب اور دھوکہ کے معنی میں لیتے ہیں یعنی جب لفظ مکر آتا ہے تو ذہن فوراً دھوکے اور فریب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا

بریلوی علیہ الرحمۃ نے کفار کے لیے مکر کا معنی ''مکر'' کیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے خفیہ تدبیر۔۔اب اگر یہ کہا جائے کہ جب لفظ'''استہزا'' کو اعلیٰ حضرت نے ''استہزا'' ہی رہنے دیا تو''مکر'' کو مکر ہی رہنے دیتے اس کا جواب یہی ہے جو دیا جا چکا ہے کہ درحقیقت ہماری بول چال میں لفظ''مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے،اس کی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے۔'' (انوار کنزالایمان ص۳٦٦)

علمائے اہلسنت کے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب

۱۔ جناب نے سب سے پہلے حدائق بخشش حصہ سوم کا حوالہ پیش کیا جو ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔

۲۔ پھر جناب نے فیض احمد اویسی کی عبارت نقل کی جس میں خود اس کی وضاحت موجود ہے کہ وہاں معنی خفیہ تدبیر ہے اسطرح دیگر حوالہ جات کا بھی یہی حال ہے۔سعیدی صاحب فرماتے ہیں:۔

''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت ہو تو اس سے مراد خفیہ تدبیر ہے۔'' (تبیان القرآن ج۲ ص۱۸۰)

اسی طرح مفتی احمد یار خان صاحب نے بھی اس کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

''اور اللہ نے انہیں بچانے کی اہم اور خفیہ تدبیر کی۔''

(تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۴۷۰)

جہاں تک بات سابقہ اکابر کے ترجمہ کی تو ان حضرات نے یہ لفظ عربی اور فارسی میں لکھا ہے جس کا معنی اردو میں خفیہ تدبیر ہے نہ کہ مکر جیسا کہ ہم سواتی صاحب کے حوالے سے وضاحت کر آئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اور علمائے دیوبند

قارئین ! دیوبندی مولوی نجیب اللہ عمر نے ''علمائے اہلسنت اور تکفیر احمد رضا خان کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علمائے دیوبند نے اعلیٰ حضرت کی تکفیر کی ہے مگر ؎ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

جناب لکھتے ہیں :۔

''احمد رضا خان نے علمائے اہلسنت کی تکفیر اسی لیے کی تھی تا کہ اپنے گناہ اور عیبوں اور گستاخیوں پہ پردہ ڈالا جا سکے۔''

(علمائے اہلسنت اور تکفیر احمد رضا خان ص ۴۶)

جبکہ ایک اور صاحب رقم طراز ہیں :۔

''لیکن متحدہ ہندوستان میں ایک شخص جس کو حکومت وقت انگریز عیسائی غاصب حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل تھی، باقاعدہ حکومت کے تنخواہ دار نوکر تھے جماعت قادیانیہ کے عبادت خانوں میں جا کر سالانہ تقریر کیا کرتے تھے، یعنی جناب احمد رضا

بریلوی جو سنت کو مٹانے اور بدعات و کفریہ فتوے کے اشاعت
کے امین تھے، نے اس دین اسلام کو بدلنے میں بھرپور اور ناکام
و نامراد کوشش کی۔ اپنے علاوہ تمام امت کو کفر کی بھٹی میں
جھونکا۔" (اعلیٰ حضرت چند خطرناک غلطیاں ص ۱۰)

قارئین! ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے گناہ اور گستاخیوں پہ پردہ ڈالنے کے لیے دیوبندی حضرات کی تکفیر کی جبکہ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ انگریز کے ایما پہ تکفیر کی۔ یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں۔ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی ذاتی غرض کی بناء پہ تکفیر نہیں کی تھی بلکہ تمہارے مولویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بکواسات کی تھیں جن پہ حکم واضح کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے فتویٰ دیا تھا۔ پھر معترض صاحب نے ایک نقطے کی یہاں کمی کی ہے اگر وہ نقطہ لگا دیتے تو بات صاف ہو جاتی کہ اعلیٰ حضرت نے تو بقول اشرف علی تھانوی تمہیں کافر بتایا تھا بنایا نہیں۔ (افاضات، ج۹، ص ۲۹)

اعلیٰ حضرت نے تمہارے مولویوں کو نہیں کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرو یہ بکواسات خود انہوں نے کی تھیں جن پر علمائے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ جو آج بھی حسام الحرمین کے نام سے تمہارے سروں پر کھلی تلوار ہے۔ اور مرتضی حسن لکھتا ہے:۔

"اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی
ایسے ہی تھے۔ جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب

پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو
وہ خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب
کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب
علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا
فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں
چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدری وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر
ہو جائیں گے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔''

(اشد العذاب ص ۱۴، ۱۳)

یہاں دیوبندی حضرات کے ابن شیر خدا نے اس بات کا اقرار کیا کہ دیوبندی حضرات کی کفریہ عبارات کی وجہ سے تکفیر کرنا اعلیٰ حضرت پہ فرض تھی اور الحمدللہ اعلیٰ حضرت نے اپنا فرض ادا فرمایا، اسی طرح ایک مولوی نے لکھا:۔

''اگر علمائے بریلی نے نیک نیتی سے ٹھیک سمجھ کر علمائے
دیوبند پر یہ الزامات لگائے ہوں تو ان کا کیا حکم
ہے۔الجواب: ایسی صورت میں ان کو ثواب ہو گا۔''

(ضرب شمشیر ص ۶۲)

قاسم نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''جو ہمیں کافر کہتے ہیں یہ ان کی قوت ایمانی کی دلیل ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۲۵۵)

ایسے ہی دیوبندیوں نے تسلیم کیا کہ اعلیٰ حضرت نے عشق رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ان پر فتوے لگائے۔ اشرف السوانح میں ہے:۔

''مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے ان کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کی مخالفت کا سبب واقعی حبّ رسول ہو۔'' (اشرف السوانح ج ا ص ا ۲۳)

ایسے ہی ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ بھئی مولانا احمد رضا خان ہم لوگوں کو برا کہتے ہیں غصہ ہے شاید ان کو۔ شاید وہ یہی سمجھتے ہوں کہ ہم گستاخی کرتے ہیں حضور کی شان میں اس وجہ سے وہ غصہ کرتے ہیں یہ جذبہ اللہ کے یہاں بڑا قابل قدر ہے۔ کیا بعید یہی جذبہ ان کے لیے ذریعہ نجات بن جائے۔'' (مسلک علمائے دیو بند اور حب رسول ص ۶۷)

باقی مسلمانوں کو کافر و مرتد کون بناتا ہے اس کا اقرار خود دیوبندی مولوی کی زبانی سنئے لکھتا ہے:۔

''ہمارا زورِ زبان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے، اس کا کوئی حصہ سرحدات اور اصولِ ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صرف نہیں

ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے بالمقابل ہم سب بنیانِ مرصوص کیوں نہیں بن جاتے؟''

(وحدت امت، ۳۴۳۳)

ایسے ہی حیاتی دیوبندی اپنے مماتی دیوبندی حضرات کی تکفیری مہم کے سلسلہ میں واویلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جس طرح محمد بن عبدالوہاب نجدی مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگا کر حقائق شرعیہ کا انکار کر گئے تھے۔ جیسا کہ بحوالہ المھند علی المفند وہابیوں کی مختصر تاریخ میں گزرا بالکل اسی طرح پنج پیری حضرات بھی انہیں کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں اور اپنی جماعۃ اشلۃ التلبیس والضلالۃ کے ماسوا سب مسلمانوں کی طرف شرک و کفر اور بدعت کی نسبت کرتے ہیں۔''

(اظہار الحق، ص ۱۵۹)

ایسے ہی ایک اور صاحب فرماتے ہیں:۔

''تو تحریف کر کے انہوں نے سارے مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ ملا دیا۔۔۔۔ اور مشرکین مکہ کیطرح ان کو مشرک قرار دیا۔''

(یادگار خطبات ص ص ۲۹۰)

پھر اعلیٰ حضرت نے تو چند معین اشخاص کی تکفیر کی جبکہ تم لوگوں نے امت کی اکثریت کو مشرک بنا ڈالا جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے۔ یہاں پر ایک بات اور بھی عرض ہے کہ ہمارے مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو ایک فریق سمجھ لیا ہے جب کہ وہ

ایک فریق نہیں بلکہ فریق کے ایک وکیل تھے۔اعلیٰ حضرت سے پہلے بھی علماء نے وہابی فرقے کی مخالفت کی تھی اور علمائے دیوبند کی عبارات کو گستاخانہ قرار دیا تھا۔تحذیر الناس کی اعلیٰ حضرت سے پہلے بھی مخالفت کی گئی تھی۔اشرفعلی نے قصص الاکابر میں لکھا کہ جب تحذیر الناس وجود میں آئی تو کسی نے اسکی تائید نہیں کی اور ملفوظات میں لکھا کہ سب نے مخالفت کی اب اس مخالفت کی نوعیت کیا تھی اس کو بھی خود واضح کر دیا لکھتے ہیں:

''مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں۔''

(ارواح ثلاثہ ص۲۰۱)

لہٰذا اس بیان سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کی تکفیر ان کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے تو فقط سابقہ علما کا ساتھ دیا تھا۔مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

''اسی زمانہ میں ''تحذیر الناس'' نامی رسالہ کے بعض دعاوی کی وجہ سے بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا الامام الکبیر پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری تھا''

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۷۰)

ایسے ہی دیوبندی ترجمان لکھتا ہے:۔

آپ کے زمانہ میں ہی یہ کتاب معرکۃ الآراء بن گئی تھی۔متعدد حضرات نے اس پر اعتراضات کئے تھے۔

(ندائے دار العلوم ۱۴۳۶ھ صفر ص ۳۸)

اس بات کا اقرار خود نانوتوی صاحب نے بھی کیا، کہتے ہیں:

''دہلی کے اکثر علماء (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) نے
اس نکارہ کے کفر پر فتوی دیا ہے۔''
(قاسم العلوم ص ۳۰۸، ۳۰۹، ختم نبوت اور خدمات حضرت نانوتوی ص ۳۳۲)

مزید فرماتے ہیں:۔

''مفتیانِ دہلی وغیرہ جو کچھ میری نسبت بوجہ تحذیر الناس فرماتے ہیں تہمت ہی لگاتے ہیں۔ یہ شور عالمگیر جس میں بجز تکفیر وتضلیل قاسم گناہ گار اور کچھ نہیں۔''

(تنویر النبر اس ص ۲۳)

انہی حضرات کے بارے میں نانوتوی صاحب کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں:۔

کیونکہ میں ان (لوگوں) کو اس زمانے کے اہل ایمان کا رہنما جانتا ہوں
(قاسم العلوم ص 309)

خالد محمود صاحب نے بھی تسلیم کیا کہ ابطال اغلاط قاسمیہ کے اندر تحذیر الناس پہ لزوم کفر ثابت کیا گیا ہے۔(مطالعۂ بریلویت، ج ۳ ص ۲۹۸) اور مولوی عبد الحئ صاحب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل ماننے والے کی تکفیر کر رکھی ہے۔
(مجموعہ فتاویٰ عبد الحی ج ۱ ص ۱۰۳)

اسی طرح براہین قاطعہ پر بھی مصنف تقدیس الوکیل نے فتوی دیا تھا جس پر علمائے عرب کی تائید بھی تھی۔ جس کے متعلق اللہ وسایا لکھتے ہیں:۔

''مشہور صوفی، بے مثال عالم دین، کتب کثیرہ کے مصنف

سنیوں کے مناظر بے بدل خواجہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں۔ آپ کی کتاب تقدیس الوکیل رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔''

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت ص ۲۴۴)

پھر خود دیوبندی ترجمان کو تسلیم ہے کہ براہین قاطعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے شیطان کا علم زیادہ مانا گیا ہے (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ ص ۲۰۷) جبکہ دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ کفر ہے (یادگار خطبات ص ۴۳۰)، اس جگہ یہ تاویل کہ [علم غیر نافع] کی بات ہو رہی ہے تو یہ بھی دیوبندی حضرات کا جھوٹ ہے، وہ قیامت کی صبح تک [علم محیط زمین] کو غیر نافع ثابت نہیں کر سکتے۔ جہاں تک بات حفظ الایمان کی تو اس کے بارے میں تو خود دیوبندی حضرات کے ممدوحوں نے کہا کہ اس میں گستاخی کی بو آتی ہے اور اس کی مخالفت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت بھی ہوئی اور آپ نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔

(سیرت النبی بعد از وصال النبی، ج ۶، ص ۶۹۔۱۷۱)

اور خود دیوبندی عبد المجید صدیقی نے یہ لکھا کہ

''اشرف علی تھانوی نے اپنے ایک رسالے ''حفظ الایمان کے اندر علم غیب کی بابت ایک ایسا جملہ لکھ دیا تھا جس پر ہر صحیح الفکر مسلمان نے اعتراض کیا تھا۔''

(سیرت النبی بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ۱/ ۱۶۹)

یعنی حفظ الایمان پہ گرفت تو صحیح الفکر مسلمان ہونے کی علامت ہے مگر

افسوس دیوبندی حضرات پہ جو اس گستاخانہ عبارت کا دفاع کرتے ہیں۔ پھر خود تھانوی صاحب کے مخلصین نے لکھا کہ

''ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو مجانین وبہائم سے تشبیہہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی (بے ادبی) کو مشعر ہے کیوں نہ ایسی عبارت سے رجوع کرلیا جائے۔''

(حفظ الایمان مع بسط البنان مع تغیر العنوان ص۱۱۹)

اور صدیق باندوی کے مطابق یہ اہل علم کا ایک طبقہ تھا (اظہار حقیقت) لہٰذا اب ان حقائق کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے انگریز کے ایماء پہ یا کسی اور وجہ سے تکفیر کی یہ جھوٹ، فراڈ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ پھر جناب نے حسن علی صاحب کی ایک عبارت نقل کر کے کہا:۔

''مندرجہ بالا اقتباس سے یہ ثابت ہوا کہ خود رضا خانی حضرات کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ اکابر اہلسنت علمائے دیوبند نے احمد رضا کے خلاف بے ہودہ گوئی، خرافات و لغویات کا مظاہرہ نہیں کیا۔'' (کنزالایمان نمبر ص ۴۷)

ہم پہلے بھی یہ بات واضح کر آئے ہیں کہ ان صاحب کو اردو کی عبارت بھی سمجھ میں نہیں آتی اور حضرت صاحب خود کو مفتی و محقق کہلواتے ہیں، جناب! آپ کی پیش کردہ عبارت کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ جن الزامات کی بناء پہ تم لوگ آج کل اعلیٰ حضرت کی تکفیر اور آپ کی ذات پہ کیچڑ اچھالتے ہو کیا یہ چیزیں

تمہارے اکابرین کے سامنے موجود نہیں تھیں؟انہوں نے امام اہلسنت کو کافر کیوں نہیں کہا؟اور باقی جو مطلب نجیب صاحب نے تراشا ہے وہ ان کے خبث باطن کا نتیجہ ہے ورنہ خود علامہ حسن علی صاحب لکھتے ہیں:

''مطالعۂ بریلویت کیا ہے؟مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری،مولوی منظور نعمانی مدیر الفرقان،مولوی حسین احمد ٹانڈوی،مولوی خلیل احمد انبیٹھوی،مولوی عبد الشکور کاکوروی کی کتب و رسائل کا مضمون ہے۔''

(محاسبہ دیوبندیت ج ا ص ۲۰)

پھر لکھتے ہیں:۔

''اس نے کمال بے حیائی اور فنکاری سے وہ تمام خرافات سب یکجا کردی ہیں جو آج تک برصغیر پاک و ہند کی کتب و رسائل میں چھپ کر منظر عام پہ آچکی ہیں۔''

(محاسبہ دیوبندیت ص ۲۰۔۲۱)

مزید لکھا:۔

''مرتب مطالعۂ بریلویت اور مذکورہ بالا واہیات کتب و رسائل کے مرتبین خود ساختہ مصنفین کی اس تمام تر مسلسل جدو جہد کا ماحصل اور منشا یہ ہے۔'' (ایضاص ۲۱)

لہٰذا ان حوالہ جات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حسن علی صاحب کے نزدیک دیوبندی حضرات نے بدگوئی کا مظاہرہ نہیں کیا صرف طفل تسلی ہے اور کچھ

نہیں ۔اس کے بعد جناب نے اعلیٰ حضرت کی سخت زبان پہ اعتراض کیا تو عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت نے یہ زبان گستاخان رسول کے لیے استعمال کی تھی اور خود دیوبندی حضرات گستاخ پیغمبر کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''یقیناً حضور کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا گستاخ اور بے ادب بالقطع و الیقین کافر اکفر، بے ایمان دجال، مردود و ملعون، ملحد، جہنمی، ضال، مضل اخبثا الخلائق بد تر از شیطان لعین ہے۔۔۔۔ایسا مردود خنزیر اور مخلوق کی ہر ناپاک اور نجس سے نجس چیز سے زیادہ مردود ہے۔۔۔۔''

(تحفۂ بریلویت ص ۹)

لہٰذا گستاخِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سخت الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔آگے حضرت صاحب نے لکھا کہ ہم نے اس قسم کی زبان استعمال نہیں کی ۔

(کنز الایمان نمبر ص ۴۷)

تو یہ جناب کا کذب عظیم ہے۔سنئے ان کے حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب المعروف گالی نامہ لکھی جس میں چھ سو سے اوپر گالیاں نکالیں ان سب کی فہرست ''ردالشہاب الثاقب'' میں موجود ہے۔اور اس کا اقرار دیوبندی حضرات کو بھی ہے۔عبدالرشید لاہوری نے لکھا ہے:۔

''پھر انہوں نے جواب دینے میں احمد رضا خان صاحب کی بہ نسبت سخت لب ولہجہ اور درشت کلمات استعمال کر کے زیادتی کا ارتکاب کیا۔'' (الشہاب الثاقب صفحہ ۸۰)

اسی طرح لکھا:۔

''اگر جواب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا لب و لہجہ قدرے درشت اور سخت ہو گیا تو ایک قدرتی بات ہے۔''

(الشہاب الثاقب صفحہ ۸۹)

پھر قارئین دیوبندی حضرات کی اسی عادت کو بیان کرتے ہوئے فیاض احمد سواتی صاحب عبدالرحیم چار یاری صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''اور کتاب میں جو زبان انہوں نے اپنے قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل کی ہے، اس پر ان کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بھی سخت نالاں ہیں۔'' (شواہدات صفحہ ۶)

نیز:۔

''افسوس کے ساتھ کہ ہم معترضین کی زبان استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ یہ علماء دین کے شایان شان نہیں ہے۔''

(شواہدات ص ۷)

اب جوابی کاروائی بھی ملاحظہ کریں:۔

''ہم جناب اسامہ مدنی صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ مولانا عبد الرحیم چار یاری صاحب کی کتاب کو اخلاقیات سے عاری قرار دینے سے پہلے آپ اپنی کتاب کی طرف بھی نظر فرمالیں کیونکہ آپ کے الفاظ کے مطابق اس حمام میں سب ننگے ہیں۔'' (مجلہ صفدر شمارہ نمبر ۴۳ صفحہ نمبر ۳۱)

یہ حوالہ اس بات کو واضح کرر ہا ہے کہ بدگوئی کرنا اور اخلاقیات سے عاری زبان استعمال کرنا یہ دیوبندی حضرات کا وطیرہ ہے اور اس حمام میں یہ سب ننگے ہیں۔اسی طرح ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک دفعہ مولانا عبید اللہ سندھی صاحب بیٹھے ہوئے تھے دو تین عالم دین آئے مولانا نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں،مولانا گالیاں دے رہے ہیں۔''

(خطبات صفدر ج ۲ ص ۸۲)

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ غور کریں

اس کے بعد نجیب صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی بدگوئی کا جواب نہ دینا اس بات کی تو دلیل بن سکتی ہے کہ حق والے بدگوئی کے قائل نہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں بنتا کہ گالیاں دینے والے مشرکین و کفار حق بجانب تھے۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۷۴)

یہ بات درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے کبھی بھی گالی کا استعمال نہیں فرمایا مگر جب گستاخ رسول کی باری آئی تو اس کا ردسخت زبان سے ضرور کیا ہے۔اور ابوبکر صدیق نے ایک گستاخ کو جواب دیتے ہوئے کہا:۔

''اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبود لات کی پیشاب گاہ کو چاٹ۔'' (فضائل اعمال ص ۱۷۷)

ایسے ہی شبلی نعمانی لکھتا ہے:۔

حضرت ابو بکر کو اس بدگمانی پہ اس قدر غصہ آیا کہ گالی دیکر کہا کہ کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

(سیرۃ النبی ج 1 ص 279)

لہٰذا گستاخانِ نبی کا ردسخت الفاظ سے کرنا یہ صحابہ سے ثابت ہے اور پھر دیوبندی حضرات کا اعلیٰ حضرت پہ الزام لگانا کچھ عجب نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اخلاقی محاسن سے بے خبر تھے۔عبد الشکور لکھتا ہے:۔

''اخلاقی محاسن کے تین جز ہیں: (۱)تہذیب اخلاق (۲) تدبیر منزل (۳)سیاست مدن۔ ان تینوں سے آپ قطعاً و اصلاً بے خبر تھے۔جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟تو محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہوسکتی ہے۔'' (مختصر سیرت النبوی ص ۴۴)

اب جو لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اخلاقی محاسن سے بے خبر مانتے ہیں وہ اعلیٰ حضرت پہ بدگوئی کا لزام لگائیں بھی تو کچھ شکوہ نہیں۔اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

''اور جہاں تک بات ہے تکفیر کی کہ علمائے دیوبند نے احمد رضا خان کی تکفیر کی یا نہیں ؟تو ہم آنے والے صفحات میں انشاء اللہ اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔''

(کنزالایمان نمبر ص ۴۷)

ہم بھی آپ کے پیش کردہ لولے لنگڑے حوالہ جات کا اگلے صفحات پہ جواب دیں گے فی الحال آپ کی تسلی کیے دیتے ہیں کہ اکابر دیوبند نے اعلیٰ حضرت کی تکفیر کی کہ نہیں۔اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اکابر علمائے دیوبند نے احتیاط کی بناء پر خانصاحب کے بعض مبتدعانہ اور قریب بہ شرک خیالات پر غلبہ محبت کا پردہ ڈال کر خانصاحب کو تکفیر سے بچانے کی کوشش کی ہے۔''

(کنزلایمان پہ پابندی کیوں ص۱۹)

اسی طرح ابوریحان فاروقی لکھتا ہے:۔

''ایسی تحریف کے مرتکب شخص کے لیے علماء دیوبند نے غلبہ محبت وغیرہ کا قول کر کے کفر سے بچایا ہے۔''

(کنزالایمان پہ پابندی کیوں ص ۱۰)

جناب نجیب صاحب غور سے پڑھیں یہ حوالے آپ کے منہ پہ زناٹے دار تھپڑ رسید کر رہے ہیں اور اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ علمائے دیوبند نے اعلیٰ حضرت کے عقائد پہ مطلع ہو کر بھی ان کی تکفیر نہیں کی۔مزید سنئے آپ کے مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

''علماء دیوبند احمد رضا خاں صاحب کو اہل بدعت کا مقتدیٰ سمجھتے ہیں لیکن ان کی تکفیر نہیں کرتے۔''

(فتاویٰ قاسمیہ ج۱ ص ۴۳)

لہذا ثابت ہوا کہ علمائے دیوبند نے کبھی بھی امام اہلسنت کی تکفیر نہیں کی اور ان کے عقائد پہ مطلع ہو کر بھی ان کی تکفیر سے گریز کیا۔ اب سن لیں آپ کے رب نواز صاحب فرماتے ہیں:۔

''جس تقویۃ الایمان کی بنیاد پر تمہیں اعتراض ہے وہی کتاب سب بزرگوں کے پیش نظر تھی لیکن پھر بھی یہ مذکورہ بزرگ شاہ صاحب کو تعظیمی الفاظ سے یاد کر رہے ہیں۔''

(نورسنت مناظرہ جھنگ نمبر ص ۳۵۔۳۶)

لہٰذا اب کہا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے عقائد دیوبندی اکابرین کے پیش نظر تھے جس کے باوجود وہ لوگ امام اہلسنت کی تعریفیں کرتے رہے اور آج دیوبندی حضرات کا اعلیٰ حضرت پہ گستاخی کا فتویٰ لگانا اپنے اکابر کی خلاف ورزی اور انتشار کا باعث ہے اس لیے تو گھمن صاحب نے لکھا:۔

''اکثر فتنوں کا دروازہ کھلتا ہی تب ہے جب انسان اپنے اکابر کی تحقیقات پر اعتماد کی بجائے خود کو محقق سمجھنے لگتا ہے۔''

(مجالس متکلم اسلام ص ۶۴)

لہٰذا نجیب صاحب کا اپنے اکابرین کی تحقیقات کو رد کرنا اور خود کو محقق بنا کر پیش کرنا یہ نیا فتنہ کھولنے کے مترادف ہے۔ پھر جناب نے لکھا:۔

''اور اگر احمد رضا خان کی کتابوں سے بعینہ بلفظہ اصل عبارات لکھ کر ''رضا خانی عقائد'' واضح کرنا الزامات کہلاتا ہے تو اس کا سب سے بڑا مجرم احمد رضا خان تھا جو کہ

بلفظہ عبارات نقل کیا کرتا ایک غیر ثابت عقیدے کو اپنے
مخالفین کے سر تھونپ دیا۔'' (کنزالایمان نمبر ص ۴۷)

پہلی بات تو خالد محمود صاحب لکھتے ہیں :۔

''اختلاف کسے کہتے ہیں جس میں لزوم کے ساتھ التزام
موجود ہو کسی عبارت سے جو بات لازم آئے کہنے والا اسے
تسلیم کرے کہ ہاں میں نے یہی بات کہی ہے اور اگر اس
بات کو دوسرا فریق نہ مانے تو یہ محض الزام ہے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۴۰)

ہم جناب نجیب صاحب کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور خود بتائیں کہ وہ عقائد جو ہمارے سر تھونپے جاتے ہیں وہ اختلافات ہیں یا الزامات کے زمرے میں آتے ہیں۔ پھر جناب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے غیر ثابت عقیدہ دیوبندی حضرات کے سر تھونپا تو عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت سے پہلے جن حضرات نے علمائے دیوبند کی تکفیر کی تھی کیا ان حضرات نے بھی یہی کام کیا تھا؟ یقیناً نہیں کیا بلکہ تمہارے اکابر حضرات کی عبارات ہی گستاخانہ تھیں لہٰذا یہ بات سرے سے غلط ہے۔ پھر جناب نے حسن علی صاحب کی ادھوری عبارت نقل کر کے جواب دینے کی کوشش کی، مکمل عبارت کچھ یوں ہے :۔

''مطالعہ بریلویت کا بس ان دو لفظوں میں جواب ہو جاتا ہے
کہ اگر فی الواقع امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد و افکار ایسے ہی تھے جیسے مطالعہ

بریلویت اور عصر حاضر کی دوسری دیوبندی کتب میں بیان
کیے جارہے ہیں تو اکابر دیوبند نے ان کے خلاف حکم شرعی
کیوں نہ لگایا؟ ان کو صاحب ایمان مومن کیوں تسلیم کیا؟ ان
کی اقتدا کو کیوں جائز قرار دیا۔" (محاسبہ دیوبندیت ج ۱ ص ۲۳)

قارئین یہ ہے وہ مکمل عبارت جس کو جناب نجیب صاحب نقل کرنے کی ہی جرأت نہ کر سکے تو جواب کیا دیتے اور جتنے بھی حوالہ جات نقل کیے ان کا جواب یہ ہے کہ ایک ہوتا ہے کسی شخص کی تکفیر کا منقول نہ ہونا اور ایک ہوتا ہے عقائد پہ مطلع ہو کر مسلمان جاننا اور اس شخص کے پیچھے نماز کو جائز قرار دینا ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ہم کہتے ہیں دیوبندی حضرات قیامت کی صبح تک ایک بھی ایسا حوالہ نہیں پیش کر سکتے کہ کسی غیر جانبدار بزرگ کے سامنے دیوبندیوں کی عبارات رکھی گئی ہوں اور انہوں نے اس کے باوجود انہیں مسلمان مانا ہو جبکہ دیوبندی حضرات نے اعلیٰ حضرت کے عقائد و نظریات سے واقف ہو کر انہیں کافر نہیں کہا بلکہ مسلمان اور عاشق رسول قرار دیا۔خالد صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر یہ باتیں علماء دیوبند کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ کہتے
کہ اس بنا پر وہ مسلمان نہیں۔" (مناظرے و مباحثے ص ۱۵۹)

لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر دیوبندی حضرات کی کفریہ عبارات' پہ بزرگان دین کو مطلع کیا جاتا تو وہ ضرور ان کو کفریہ قرار دیتے مگر کیونکہ ان پہ یہ کتابیں پیش ہی نہیں ہوئی اس لیے اگر کسی نے کسی دیوبندی مولوی کی تعریف کی ہے تو وہ حسن ظن میں کی ہے۔

پھر جناب کا یہ کہنا:

''احمد رضا خان اپنے وقت کی کوئی مشہور شخصیت نہ تھی۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۴۹)

یہ بھی جناب کی حسب سابق غلط بیانی ہے، خالد محمود لکھتا ہے:۔

''فاضل بریلوی اپنے دور کے ایک معروف عالم تھے۔''

(مطالعہ ج ۱ ص ۴۳۱، ج ۳ ص ۳۱۱)

کیوں نجیب صاحب کچھ تسلی ہوئی، پھر یہ کہنا کہ علمائے دیوبند اعلیٰ حضرت کے عقائد نہیں جانتے تھے یہ بھی جناب کا جھوٹ ہے اس پہ ہم اخلاق حسین قاسمی اور ابو ریحان کے حوالہ جات پیش کر آئے ہیں اب ایک اور حوالہ بھی پیش خدمت ہے جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت تھانوی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ آپ بریلویت کی تاریخ سے واقف نہ تھے۔۔۔ ہرگز صحیح نہیں۔''

(مطالعۂ بریلویت ج ۵ ص ۷۲)

لہٰذا اب یہ کہنا کہ علمائے دیوبند اعلیٰ حضرت کے عقائد سے واقف نہ تھے فقط غلط بیانی و کذب کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے بعد جناب نے لکھا کہ علمائے دیوبند تک اعلیٰ حضرت کی کتب نہیں پہنچی تو یہ بھی دھوکہ و فراڈ ہے۔ امام اہلسنت نے تو خود اپنی کتابیں ان کی طرف بھیجیں مگر بجائے جواب دینے کے دیوبندی حضرات نے واپس کر دیں امام اہلسنت لکھتے ہیں:۔

''سوالات گئے جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخل دفتر

پہنچے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرما دیں۔''

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۸۹)

اس قسم کے کئی حوالہ جات موجود ہیں پھر یہی گواہی ہم ان کے گھر سے پیش کرتے ہیں۔ مرتضیٰ حسن لکھتا ہے:۔

''السلام علی المسلمین آج یوم ۲ شنبہ ۲ محرم الحرام ۱۳۲۶ ھ کو ایک رجسٹری بندہ کے نام کسی فاسق بے دین بدگو بدلگام ہدم الدین ظفر الدین نامی کی پہنچی۔''

(رسائل چاند پوری ج ۱ ص ۳۰۶)

لہٰذا یہ صرف دیوبندی حضرات کا بہانہ ہے، پھر عبدالرشید لاہوری لکھتا ہے:۔

''مولانا مدنی کے ''الشہاب الثاقب'' تصنیف فرمانے سے پیشتر احمد رضا خان صاحب کی طرف سے سینکڑوں کتابیں، رسائل، پمفلٹ علماء دیوبند کے خلاف شائع ہو چکے تھے۔'' (الشہاب الثاقب ص ۸۱)

میں کہتا ہوں نجیب صاحب کو یہ حوالہ پڑھ کر ڈوب کر مر جانا چاہئے کہ اعلیٰ حضرت کی کتب دستیاب نہ تھیں یا چھپی نہ تھیں پھر ارواح ثلاثہ میں موجود ہے:۔

''ایک مرتبہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ احمد رضا خان مدت سے میرا رد کر رہا ہے۔ ذرا اس کی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا۔ حضرت نے فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت

ان میں تو گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی گالیاں ہوں تم سناؤ۔ آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم رجوع کرلیں۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۲۱۵)

یہ حوالہ بھی نجیب کے منہ پہ تھپڑ ہے اور اس بات کو واضح کررہا ہے کہ جناب کا بار بار یہ کہنا کہ علمائے دیوبند نے اعلیٰ حضرت کی کتب نہیں پڑھی تھیں یا ان تک پہنچی نہ تھیں یہ جھوٹ اور فراڈ ہے۔ اسی قسم کا واقعہ [حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات] میں بھی موجود ہے۔

دیابنہ کے فتاویٰ جات کی حقیقت

فتویٰ نمبر ا کی حقیقت

جناب نے سب سے پہلے فتاویٰ رشیدیہ کا ایک فتویٰ علم غیب کے متعلق نقل کیا۔ جس میں موجود ہے:۔

''جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۵۳)

قارئین اس فتوے کا ہم کوئی جواب دیں اس کی وضاحت ہم دیوبندی حضرات کی زبانی ہی کر دیتے ہیں صاحب مقامع الحدید لکھتے ہیں:۔

''فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت میں بھی لفظ علم غیب سے یہی ذاتی اور محیط کل تفصیلی مراد ہے۔'' (مقامع الحدید ص ۴۶۔۴۷)

اور منظور نعمانی لکھتا ہے :۔

''خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔''

(فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۶۱)

ایسے ہی سرفراز صاحب لکھتے ہیں :۔

''اور اہلِ بدعت اگر چہ غیر اللہ کے کسی فرد کے لیے ذاتی صفت علم ۔۔۔تو نہیں مانتے۔'' (تفریح الخواطر ص ۳۳۸)

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ فتویٰ امام اہلسنت پہ منطبق نہیں ہوتا۔

دوسرے فتوے کی حقیقت :۔

دوسرا فتویٰ جناب نے تھانوی صاحب کا نقل کیا جس کو نقل کرنے میں بھی سخت خیانت سے کام لیا مکمل فتویٰ کچھ اس طرح ہے :۔

''علم عقائد و کلام کی رو سے تو یہ امر قطعاً محقق ہو چکا ہے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ اس قادر مطلق کے احاطہ قدرت سے باہر ہیں اور اسی لیے خدا تعالیٰ کو اپنے مثل کی ایجاد پر قادر نہیں مانا جاتا لہٰذا یہ دلیل۔

بنا لیا ہے سلطاں آپ سا جس پر عنایت ہو خدا سے
کم نہیں عز و جلال اس دین کے سلطان کا

لغو قرار دیئے جانے کے بعد یہ مضمون رہ جاتا ہے کہ العیاذ باللہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کے ہمسر اور مثل ہیں اور یہ صریحاً شرک ہے اور اس صورت

میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب ومحب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہٰذا شیخ بھی العیاذ باللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی ہو خدا ہی کہوں گا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا۔"

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۸۷)

لہٰذا یہ فتویٰ اس پہ ہے جو مالک کو خدا کے معنی میں لے رہا ہے اور اس شعر کی تشریح پچھلے شعر کے تناظر میں ہو رہی ہے جو امام اہلسنت کا نہیں لہٰذا یہ فتویٰ بھی امام اہلسنت پر نہیں لگتا۔ اگر مطلقاً مالک کہنے پہ فتوی لگانا ہے تو بچتے دیو بندی بھی نہیں۔ محمود الحسن دیو بندی نے آیت پڑھ کر کہا کہ

"آپ بعد از خدا مالک عالم ہیں...... القصہ آپ اصل میں مالک ہیں۔" (ادلہ کاملہ ص ۱۲)

اسی طرح مفتی عمیر لکھتا ہے :۔

"مالک کے دو معنی ہیں ایک مالک حقیقی ایک مالک مجازی مالک حقیقی یہ صرف اللہ رب العزت کا خاصہ ہے اور مالک مجازی یہ عام ہے سب اس میں شامل ہیں ۔"

(فضل خداوندی ص ۱۱۸)

لہٰذا مجازی معنی میں مالک کہنے سے یہ فتویٰ امام اہلسنت پہ چسپاں نہیں ہوتا۔ پھر اشرف علی تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں:۔

''ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔فرمایا (حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے)ہاں ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔''

(قصص الاکابر ص ۲۲۴)

اور تھانوی صاحب کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے دیوبندی کتب میں یہ بات موجود ہے:۔

''جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں حق ہے۔''

(عشق رسول اور علمائے حق ص ۲۰۸)

ایسے ہی غلام غوث ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح احقر نے بریلوی حضرات سے رسول کے حاضر و ناظر ہونے پر گفتگو کی تو انھوں نے اس کا خلاصہ وہی علم غیب بتایا۔علم غیب میں بالواسطہ اور بلاواسطہ کی بحث بھی ہے پھر خدا تعالیٰ کے برابر علم ہونے یا نہ ہونے کی بھی بحث ہے بہرحال خود حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بریلویوں کی تکفیر سے انکار کیا ہے۔''

(احتساب قادیانیت ج ۱۵ ص ۳۷۱)

فتویٰ نمبر ۳ کی حقیقت

یہ فتویٰ عبد الشکور لکھنوی کا نقل کیا جبکہ اس میں کہیں بھی تکفیر کا ذکر نہیں بلکہ حسب عادت الزامات ہی موجود ہیں۔ جن میں پہلا الزام یہ ہے کہ یہ بالکل نیا فرقہ ہے۔ جبکہ یہ جناب کا کذب ہے خود دیوبندی حضرات نے بریلوی حضرات کو اہلسنت تسلیم کیا ہے۔ قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:۔

> ''حالانکہ دیوبندی اور بریلوی کی نسبتیں دیوبند اور بریلی کے دینی مدارس کی بنا پر ہیں جو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے دو مختلف مکتب فکر ہیں۔'' (اتحادی فتنہ ص ۱۱۔۱۲)

مولوی سعید الرحمن علوی لکھتا ہے:۔

> ''پاکستان اور برصغیر کے خصوصی حوالہ سے تحقیق و تجزیہ کرتے ہوئے اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ناگزیر ہے کہ سنی، اثنا عشریہ کشمکش صرف اہل سنت کے حنفی، دیوبندی یا اہل حدیث مسالک تک محدود ہے اور حنفی بریلوی اہل سنت اس فکری و اعتقادی کشمکش سے علیحدہ ہیں اس کتاب کے حوالے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حنفی بریلوی علمائے اہل سنت بھی شیعہ اور اثنا عشریہ کے گمراہ کن عقائد کے بارے میں اپنے افکار و فتوی میں اتنے ہی حساس اور شدید ہیں جتنا کہ دیگر سنی مکاتب بلکہ بعض حوالوں سے ان کے ہاں تکفیر اثنا عشریہ و

رد روافض کے حوالہ سے شدت نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے۔''

(افکار شیعہ ص ۲۰)

ردِ شیعیت پہ خدمات کے اعتراف کے قطع نظر جناب نے بریلوی حضرات کو واضح طور پہ اہلسنت تسلیم کیا ہے۔ ایسے ہی ثناء اللہ نے لکھا:

''اسی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔'' (شمع توحید ص ۳۸)

اب اس گواہی سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے خالد محمود الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق لکھتا ہے:۔

''اس پر خوش ہونے کی کوئی بات نہیں کہ ہندوستان میں سب لوگ تو پہلے بریلوی تھے کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے پہلے یہاں سب لوگ ہندو تھے۔۔۔ہندو اثرات سے بریلویت ترتیب پائی۔'' (مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۳۳۴)

یہاں خالد صاحب نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا، ہم صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ جناب اگر پورے ہندوستان میں بریلوی تھے اور وہ ہندو اثرات کے زیر اثر تھے تو جناب کیا شاہ ولی اللہ خاندان بھی ہندو اثرات کے زیر اثر تھا؟ وہ بھی تو انگریزوں سے پہلے موجود تھے؟ کیونکہ امرتسری نے یہ عبارت ۱۹۳۸ میں لکھی اور اسی سال کے حساب سے ۱۸۵۸ بنتے ہیں یعنی انگریزوں کی باقاعدہ حکومت سے پہلے بھی بریلوی موجود تھے۔ پھر جناب خود لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خاں کو ہم ہندو بھی نہیں کہہ سکتے۔''

(دھماکہ ص ۵۶)

یہاں خود ہی اپنے فتوے کی تردید کردی۔ بہرحال جناب نے بریلویت کا قدیم ہونا تسلیم کرلیا۔ پھر جناب عبدالشکور لکھنوی نے اعتراض کیا کہ یہ فرقہ باہم مسلمانوں کو لڑا رہا ہے تو اس اعتراض کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں وہی دیکھا جائے۔

فتویٰ نمبر ۴ اور ۵ کی حقیقت

جناب نے فتویٰ نمبر ۴ اور ۵ کے عنوان کے تحت مرتضیٰ حسن دربھنگی اور منظور نعمانی کی عبارات نقل کیں جن کا مفاد صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت پہ اسماعیل کی تکفیر کی بناء پہ کفر لازم آتا ہے، یعنی انہوں نے یہ الزامی قول کیا ہے خود تکفیر نہیں کی۔ چنانچہ عطاالقاسمی اسی قسم کی الزامی گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

''ناظرین کرام کو ملحوظ رہے کہ خان صاحب کو ہم نے کافر نہیں کہا ہے۔ نہ ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔''

(الشہاب الثاقب ص ۳۵۴)

ثابت ہوا کہ الزامی قول سے دیوبندی حضرات کے نزدیک کافر کہنا لازم نہیں آتا۔ پھر دربھنگی نے لکھا:

''اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے۔''

(اشد العذاب ص ۱۳)

یعنی کافر ہوجاتے ہیں نہیں۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ مرتضیٰ حسن نے امام اہلسنت کی تکفیر کی فقط طفل تسلی کے سوا کچھ نہیں۔ جہاں تک اسماعیل کی تکفیر نہ

کرنے کا مسئلہ تو اس پہ تفصیل ہماری کتاب ''محاکمہ دیوبندیت'' اور مختصر گزارشات اسی مضمون میں موجود ہیں۔

فتویٰ نمبر ۶

یہ فتویٰ جناب نے حسین احمد مدنی کا نقل کیا۔اس میں پہلی عبارت میں گمراہ جبکہ دوسری عبارت میں بھی تکفیر موجود نہیں کیونکہ ہر تفسیر بالرائے کفر نہیں اور خود حسین احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"سلب اللہ ایمانك" (الشہاب الثاقب ص ۲۴۳)

اگر اعلیٰ حضرت کافر تھے تو جناب یہ سلب ایمان کی دعا کیوں کی؟ لہٰذا اس سے بھی امام اہلسنت کی تکفیر ثابت نہیں ہوتی۔

فتویٰ نمبر ۷

قارئین! یہ فتویٰ فتاویٰ محمودیہ سے نقل کیا اس سے بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ ہمارے عقیدے علم غیب پہ کفر کا فتویٰ دیوبندی حضرات کے نزدیک نہیں لگتا۔ (قصص الاکابر ص ۲۴۴، بریلی فتنے کا نیا روپ)

اور جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور علم غیب اور حاضر و ناظر ایک ہی ہیں۔''

(تفریح الخواطر ص ۱۲۴)

لہٰذا یہ فتویٰ ہمارے لیے نہیں اور جہاں تک غیر اللہ کی نذر کا تعلق ہے تو رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے معنی ہیں کہ اس کا

ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ درست ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۵۴)

اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔اس کے لیے جاء الحق ص ۳۵۵ تا ۳۶۳ ملاحظہ کریں۔

اور اعلیٰ حضرت کے ایمان و عشق رسول پہ دیوبندی حوالہ جات کے لیے کاشف اقبال صاحب کی کتاب [اعلیٰ حضرت اور مخالفین] کی طرف رجوع کریں۔ہم یہاں پہ صرف کوثر نیازی صاحب کا بیان نقل کرنا چاہتے ہیں جناب ادریس کاندھلوی سے نقل کرتے ہیں:۔

''مولوی صاحب! مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو ان فتووں کے سبب ہو جائے گی'' اللہ تعالی فرمائے گا ''احمد رضا خان !تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔''

(اعلیٰ حضرت ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۷)

اور کوثر نیازی کے متعلق دیوبند کے شیخ القرآن فرماتے ہیں:۔

''ان سے سیاسی اختلاف رکھنا کوئی جرم نہیں ہے مگر میں نے ان جیسا باوفا اور صاحب کردار بہت کم دیکھا ہے۔''

(رسائل قاسمی ص ۳۱۰)

ہمیں فی الحال اس حوالہ میں اس سے کچھ بحث نہیں کہ کوثر نیازی صاحب

کا مسلک کیا تھا مگر ان کو صاحب کردار تسلیم کر کے دیوبندی مولوی نے ان کے بیان کی صداقت پہ مہر رقم کر دی ہے۔اور جناب کوثر نیازی صاحب خود اپنے مسلک کے متعلق لکھتے ہیں:۔

> "لیکن میں ان کا احترام کرنے کے باوجود اور دیوبندی مکتب فکر سے تمام تر دینی قربت کے باجود نسبتاً ایک عوامی سیاست میں حصہ لینا چاہتا تھا۔"

(سوانح حیات مولانا غلام غوث ہزاروی ص ۴۰۰)

اور دیوبندی مصنف نے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد اس کی تردید نہیں کی لہٰذا بقول ابوایوب صاحب اس کا وزن ان کی گردن پہ ہے اور ثابت ہوا کہ جناب کوثر نیازی صاحب دیوبندی ہیں۔

داستانِ فرار نامی کتاب پہ ایک نظر

قارئین تکفیر امام اہلسنت کے موضوع پہ ''داستان فرار'' نامی کتاب بھی منظر عام پہ آئی ہے۔اس لیے موضوع کی مناسبت سے اس کتاب کے مندرجات پہ بھی نہایت مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے۔دیوبندی مؤلف لکھتے ہیں:۔

''ہمارے نزدیک بریلویوں سے اختلاف کی سب سے اہم
اور بنیادی وجہ یہ مذکور عقائد ہیں۔ (داستان فرار،ص ۴۵)

جبکہ یہ جناب کا جھوٹ ہے کیونکہ ان عقائد کی بنا پہ نہ تو ہم دیوبندی حضرات کی تکفیر کرتے ہیں جیسا کہ خود جناب نے اکابرین اہلسنت کے حوالہ جات نقل کیے اور نہ ہی دیوبندی حضرات ہماری ان عقائد کی بناپہ تکفیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر حوالہ جات سے ثابت کیا اور وجہ اختلاف کو بیان کرتے ہوئے خود دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

''دیوبندی بریلوی کا اصل اختلاف ونزاع جیسا کہ عرض کیا
گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتووں
سے پیدا ہوا ہے۔'' (فیصلہ کن مناظرہ ص ٦)

اور جہاں تک جناب کا یہ کہنا کہ یہ عقائد شرکیہ ہیں تو ہم یہی عقائد اپنی کتاب ''رد اعتراضات مخبث'' میں دیوبندی حضرات کے گھر سے ثابت کر چکے ہیں لہٰذا انہیں چاہیے کہ گھر والوں پہ بھی شرک کی تلوار چلائیں۔پھر ''فضل خدا وندی''میں مفتی عمیر نے ہمارے کئی عقائد کو تسلیم کیا ہے۔جس کی تفصیل اس

کتاب کے جواب میں موجود ہے۔ پھر مرتب مطالعہ بریلویت لکھتا ہے:۔

مسلمان مسلمانوں اور قادیانیوں یا اہلسنت اور شیعوں کے اختلاف سے اتنے پریشان نہیں جتنے دیوبندی اور بریلوی اختلافات سے پریشان ہیں وہاں عقائد کا اختلاف ہے، اور یہاں الزامات ہی الزامات اساسی عقائد میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا (مطالعہ بریلویت ج 4 ص 263)

اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

''خود ان عبارات کے مفہوم کو کفر یہ بنانے کے لیے قطع و برید کرنے کو بھی جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔''

(داستان فرار ص ۴۹)

یہ جناب کا کذب عظیم ہے اور ہم اس پہ ان سے صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ چلیں آپ کے نزدیک اعلیٰ حضرت یا دیگر علمائے اہلسنت ان عبارات کو کفریہ بنانے کے لیے قطع و برید کرتے ہیں مگر جن حضرات نے اعلیٰ حضرت سے پہلے تمہاری عبارتوں سے اختلاف کیا تھا اور ان کی تکفیر کی تھی کیا ان حضرات نے بھی قطع و برید کیا تھا؟ پھر خود تمہارے گھر والے مانتے ہیں کہ یہ عبارات درست نہیں اور جہاں تک تصنیف را مصنف نکو کند بیان'' کی بات تو آپ کے حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگر چہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔'' (الشہاب الثاقب ص ۲۰۰)

قارئین اس کے بعد جناب نے لکھا کہ سب سے پہلے حسام الحرمین کے راوی کی ثقاہت کو دیکھا جائے گا اگر راوی ثقہ اور معتبر ہو تو حسام الحرمین پہ گفتگو ہو گی وگرنہ اس پہ بحث کرنا ہی لاحاصل ہے۔ اگر راوی کے کذاب ہونے سے کتاب لاحاصل ہو جاتی ہے تو سنیئے آپ کے خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

''قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔''

(المہند ص ۸۳)

جبکہ یہ جناب کا جھوٹ ہے دیو بندی قیامت کی صبح تک مولوی رشید احمد سے قادیانی کی تکفیر نہیں دیکھا سکتے۔ [اس حقیقت کے جواب میں دیو بندی حضرات مرزا قادیانی کا ایک اشتہار پیش کرتے ہیں جس میں تکفیر کا ذکر موجود ہے جبکہ خود گنگوہی صاحب نے اس اشتہار کی تردید کی ہے اور واضح لکھا کہ مرزا کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے (مکاتیب رشیدیہ ص 118۔ 119)] لہٰذا جب المہند کا مرکزی راوی جھوٹا ثابت ہو گیا تو المہند خود بخود ہی لاحاصل ہو گئی۔ باقی جہاں تک اعلیٰ حضرت کے اسلام کی بات تو اس پہ خود آپ کے گھر والوں کی گواہیاں موجود ہے۔ کچھ کا تذکرہ ہم اوپر کر چکے مزید پیش خدمت ہیں۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں۔''

(افاضات الیومیہ ج ۷ ص ۵۶)

ایسے ہی ایک اور دیو بندی لکھتا ہے:۔

''مفتی محمد حسن امرتسری خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت تھانوی نے فرمایا
اگر مجھے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔''

(حیات امداد ص ۳۸، اسوہ اکابر ص۱۸)

اور جناب کی فضول تاویل کا ازالہ کرتے ہوئے خالد محمود صاحب فرماتے ہیں: ۔
''حضرت تھانوی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ آپ بریلویت کی تاریخ سے واقف نہ تھے۔۔۔۔ ہرگز صحیح نہیں۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۷۱۔۷۲)

متین خالد صاحب فرماتے ہیں: ۔
''امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نادر روزگار، عظیم المرتبت فقیہ اور سچے عاشق رسول تھے۔ ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے وقف تھی۔'' (تحفظ ختم نبوت اہمیت و فضیلت ص۴۷۵)

مفتی سلمان اعلیٰ حضرت اور ایک صاحب کے متعلق لکھتے ہیں: ۔
''یہ دونوں شخصیتیں مسلمان ہیں اور کسی مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ ہے، زید کو توبہ کرنی چاہیے اور تکفیر سے باز آنا چاہیے۔'' (کتاب النوازل ج 1 ص ۴۴۲)

لہٰذا قاسمی صاحب سمیت تمام مکفرین اعلیٰ حضرت کو توبہ کرنی

چاہیے۔ قارئین یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر لن ترانیوں کا جواب دینے سے پہلے جناب نے جو تکفیر اعلیٰ حضرت کے حوالے سے گفتگو کی ہے اس کا جواب عرض کر دیا جائے اور آخر میں دیگر شبہات کا ازالہ کر دیا جائے۔ اس کتاب میں دیوبندی مولوی نے تکفیر کے حوالے سے بنیادی طور پہ دو مندرجہ ذیل موضوعات پہ گفتگو کی ہے:

۱۔ علمائے دیوبند کے نزدیک امام اہلسنت کافر ہیں۔

۲۔ اعلیٰ حضرت خود اپنی اور اپنے ہم مسلک علماء کی عبارات اور فتاویٰ جات کی روشنی میں کافر ہیں۔

پہلے موضوع پہ تو ہم کافی و شافی گفتگو کر چکے ہیں۔ اب ہم دوسرے موضوع پہ کچھ گزارشات پیش کرتے ہیں۔ جناب مولوی فاضل صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''نتیجہ اولی۔ مولوی احمد رضا کے فتوے کی رو سے مولوی نقی علی صاحب کافر قرار پائے۔۔۔ اگر کافر بنانے کا یہ طریقہ آپ کو پسند ہے تو پھر میں آپ اور آپ کے تمام بزرگوں کو کافر ثابت کر سکتا ہوں مگر یہ طریقہ آپ جیسے کوڑھ مغز اور کور بین، کمبخت اور اسلام سے ناآشنا احمق تو اپنا سکتا ہے۔ اہل خرد اور صاحب بصیرت کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔۔۔۔ اگر ان تمام امور کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور آپ کی طرح ایک ہی چشم سے دیکھا جائے تو پھر آپ کے کفر کے فتوے سے دنیا کی کوئی شخصیت

بھی محفوظ نہیں رہ سکتی اس لیے ماننا پڑے گا کہ آپ کی سوچ کا
رخ غلط ہے اور میرا انداز اور طرزِ تحریر صرف بھونکنے والے
کتے کے منہ پر پتھر مارنے کے مترادف ہے۔''

(پاگلوں کی کہانی، ص ۷۰)

جتنی دھلائی جناب فاضل صاحب نے کردی ہے امید ہے کہ دیوبندی حضرات کو جو چیز اس موضوع پہ اکسارہی تھی اس کو قرار آ گیا ہوگا مگر ہم ان حضرات کی مزید تسلی بھی کرائے دیتے ہیں۔جانب طاہر گیاوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''شریعت اسلامی میں اس بات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی چیز ایک لحاظ سے عین اسلام ہو اور وہی چیز دوسرے لحاظ سے خالص کفر ہوجائے، اگر ہاشمی صاحب اپنی ناواقفیت سے اس کی مثالیں تلاش کرنے سے عاجز ہوں تو ایک مثال اس موقع پر میں ہی پیش کیے دیتا ہوں امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو ننانوے مرتبہ دیکھا ہے۔''۔۔۔اس بات کو پڑھنے کے بعد اب فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خان کے حوالہ سے امام متکلمین شیخ ابو منصور ماتریدی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں'' اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے تو اہل سنت کے پیشوا ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ میرے

نزدیک ایسا شخص بت پوجنے والے سے بدتر ہے۔''

اب ہاشمی صاحب ارشاد فرمائیں کہ عقائد اہل سنت بالخصوص حنفیوں کے پیشوا الشیخ ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ کے اس قول کی روشنی میں ہم حنفیوں کے امام و مقتدا امام اعظم ابو حنیفہ پر کیا حکم لگتا ہے؟'' (بریلویت کا شیش محل ص ۸۰۔۸۱)

اب جو جواب دیوبندی حضرات کی طرف سے ہوگا وہی جواب ہماری طرف سے بھی سمجھا جائے۔اس کے بعد جناب کے پیش کردہ نام نہاد دلائل کا پوسٹ مارٹم بھی پیش خدمت ہے۔

حوالہ نمبر ا تا ۴۔ تکفیر اسماعیل اور امام اہلسنت

جناب نے ان چاروں حوالہ جات میں یہ اعتراض پیش کیا کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی اس سے امام اہل سنت پہ کفر لوٹتا ہے۔تفصیل تو ہم نے اپنی کتاب ''محاکمہ دیوبندیت'' میں عرض کی ہے یہاں سردست مختصراس اعتراض کا جواب پیش خدمت ہے۔امام اہلسنت نے تمہید الایمان تقریبا ۱۳۲۸ ھ کے قریب لکھی جس میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کیا ہے اس کے بعد امام اہلسنت نے ۱۳۳۸ ھ میں ''آفتاب صداقت'' پہ تقریظ لکھی جس میں اسماعیل دہلوی کی تکفیر ہے۔(انوار آفتاب صداقت ص ۵۲۳)اور اس کتاب کے متعلق امام اہلسنت فرماتے ہیں:۔

''یہ کتاب ''انوار آفتاب صداقت'' خود مصنف کی زبان سے

بالاستیعاب سنی۔''   (انوار آفتاب صداقت ص ۲۳)

اب سنیے جناب گھمن صاحب فرماتے ہیں:۔

''جو فتویٰ آخری دور کا ہوگا۔۔۔۔وہ قابل عمل ہوگا۔''

(جی ہاں فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے ص ۲۲)

لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ امام اہلسنت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کر دی تھی اور یہی قابل عمل ہے۔

ایک اور طرز سے

اب ہم خود دیوبندی حضرات کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں جس میں انہیں اقرار ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی ہے۔ جناب ادریس قاسمی صاحب اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے جب بدعات و رسومات پر کلہاڑا چلایا اور سنت کی تعلیم شروع کی تو انہیں بھی کافر کہا۔''

(نور سنت کا ترجمہ کنز الایمان نمبر ص ۱۶۸)

ایک اور دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

''ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسماعیل شہید کو اپنی بدگوئی اور کفر بازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث عقیدے ان کی طرف منسوب کیے جن کی نقل سے بھی ایمانی روح لرزتی ہے۔ برسوں بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور

فتوے میں راہ خدا کے اس شہید کو ستر ستر اور پچھتر پچھتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوق تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔'' (فیصلہ کن مناظرہ ص۱۸)

ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس سے پہلے بڑے خانصاحب نے ولی اللّٰہی خاندان کے چشم و چراغ علمی و روحانی وارث حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید کی ذات گرامی کو اپنی تکفیری تیراندازیوں کا نشانہ بنایا اور اب تک اس راہ خدا کے شہید کو بلا وجہ و بلا سبب اپنے تکفیری کلاموں اور بدگوئیوں کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔''

(رضا خانیوں کی کفر سازیاں، ص ۱۲۵)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ایک اور طرز سے

قارئین! دیوبندی حضرات کے نزدیک امام اہلسنت کا اسماعیل کی تکفیر نہ کرنا اسماعیل دہلوی کی کرامت ہے جس کا جواب تو آپ دیکھ چکے اب ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ علیہ کی کرامت پیش کرتے ہیں جس سے پرستان دیوبند کی بنائی ہوئی عمارت اپنے ہی گھر کے خودکش حملے سے زمین بوس ہوجائے گی۔ معاملہ کچھ یوں ہے کہ دیوبندی مولوی عطاء اللہ قاسمی نے اسماعیل کی تکفیر نہ کرنے کے حوالے سے اعلیٰ حضرت پہ اعتراض کرتے ہوئے لکھا:۔

''خان صاحب بریلوی اپنے اقرار اور اپنے فتوے سے قطعی کافر ہیں۔''
(الشہاب الثاقب ص ۳۵۴)

اب اس قسم کے فتوے کو خود دیوبندی حضرات تکفیر گردانتے ہیں۔
(کنز الایمان نمبر ص ۵۶)

مگر یہ صاحب کچھ دیر بعد لکھتے ہیں:۔

''ناظرین کرام کو ملحوظ رہے کہ خان صاحب کو ہم نے کافر نہیں کہا ہے۔ نہ ہم ان کو کافر کہتے ہیں۔''

(الشہاب الثاقب ص ۳۵۴)

اس بات کا صاف مطلب یہی ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں بھی کی تو بھی اس سے آپ پہ کفر نہیں لوٹتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کافر قرار نہیں پاتے۔ اگر دیوبندی کفر لوٹنے پہ مصر رہیں تو انہیں اپنے اس گرو گھنٹال کو کافر قرار دینا ہوگا کیونکہ یہ بھی دیوبندی اصول ہے کہ ''جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔''

ایک اور طرز سے

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر کوئی حقیقت میں کافر ہے اور ہم نے نہ کہا تو کیا حرج ہوا۔''
(قصص الاکابر ص ۲۴۴)

لہٰذا اگر اسماعیل دہلوی حقیقت میں کافر تھا بھی تو اس کی عدم تکفیر سے اعلیٰ حضرت کا کچھ نہیں بگڑتا۔

۵۔ مسئلہ مغفرت ذنب اور اعلیٰ حضرت

قارئین ہم پہلے بھی کر چکے ہیں کہ دوبارہ عرض کیے دیتے ہیں کہ ذنب کا ترجمہ گناہ کرنا جمہور اہلسنت کے نزدیک ہرگز گستاخی نہیں۔شارح بخاری لکھتے ہیں:۔

''بہت سے مترجمین نے اس آیت میں۔''ذنب کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے۔ترجمے میں کلمات قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے۔

(فتاویٰ شارح بخاری،ج۱،ص ۳۶۲)

جناب عبد المجید خان سعیدی صاحب ذنب کا ترجمہ ''گناہ'' کرنے پہ شرعی حکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تاہم ترجمہ ہذا پر محض اس اعتراض کی بنیاد پر ان پر حکم کفر لگانا اور ان کی تکفیر و تضلیل و تفسیق کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ اس صورت میں تکفیر و تضلیل کی کوئی صحیح شرعی، معیاری وجہ نہیں پائی جاتی۔'' (احمد البیان ص ۶۲)

لہٰذا ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے تکفیر لازم نہیں آتی اور یہی جمہور علماء کا موقف ہے۔اور اس سے ہٹ کر بیان کرنے والے حضرات کی بات بقول تھانوی صاحب جمہور کے مقابلے میں ناقابل اعتناء ہے۔اس لیے جناب نے جو ترجمہ ''اعلیٰ حضرت'' کے حوالے سے علماء کی تنقید نقل کی وہ ان کا ذاتی تفرد ہے۔پھر مفتی اقتدار صاحب تو ہمارے مسلک کی معتبر شخصیت نہیں۔اور غلام مہر

علی صاحب بھی اس مسئلہ میں جمہور کی تائید سے محروم ہیں۔اور جہاں تک بات ''فتاویٰ یورپ'' کی تو اس میں غیر تلاوت کا ذکر ہے یعنی ترجمہ سے ہٹ کر گناہ کی نسبت کرنا یہ قابل گرفت ہے۔

۶۔ کسی نبی کی طرف خطا کی نسبت

قارئین جناب نے امام اہل سنت کا ترجمہ نقل کیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ''خطا'' کی نسبت ہے اور اس پہ چند کتب کے حوالے دیئے کہ ان میں لفظ ''خطا'' کی نسبت پہ تنقید موجود ہے۔جناب نے ''تسکین الجنان'' کا نام لیا جبکہ اس میں سورۃ شعراء کی آیت نمبر ۸۲ جو زیر بحث ہے پہ کسی قسم کی گفتگو موجود نہیں یہی حال النجوم الشہابیہ کا ہے۔اگر اس آیت کے حوالے سے علماء نے تنقید کی تو جناب کو مفصل اس کا حوالہ دینا چاہیے۔اور تھانوی صاحب کے ترجمہ کے حوالے سے گفتگو ہم ماقبل میں کر آئے ہیں۔تفصیلی گفتگو مقدمہ کتاب میں موجود ہے۔

۷۔ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف معصیت کی نسبت اور اعلیٰ حضرت

اس جگہ دیوبندی معترض نے سخت جہالت کا مظاہرہ کیا۔جناب اعتراض کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے معصیت کی نسبت حضرت آدم کی طرف کی ہے اور پھر خود ہی اسے حرام و کفر کہا ہے۔(مخلصاً)

جناب کے اس اعتراض پہ ہمیں اس بات کا اقرار کرنے میں کوئی عار نہیں کہ تھانوی صاحب نے سو فیصد درست کہا تھا کہ ''چھینٹ چھینٹ کر تمام احمق

میرے حصے میں آ گئے' ' قارئین ان احمقوں کو اردو کی سادہ عبارت ہی سمجھ میں نہیں آتی ۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :۔

''غیر تلاوت میں اپنی طرف سے آدم علیہ السلام کی طرف نا فرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ج۱ ص ۴۲۳)

قارئین اس بات میں اعلیٰ حضرت نے واضح کر دیا کہ ترجمہ میں نسبت کرنا حرام یا کفر نہیں بلکہ ترجمہ وتلاوت سے ہٹ کر اپنی طرف سے اس کی نسبت کرنا حرام ہے۔لہٰذا اعلیٰ حضرت پہ کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں چسپاں نہیں ہوتا۔

۸۔ راعی کہنے پہ اعتراض

معترض نے اعلیٰ حضرت کی عبارت ''اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''نقل کرنے کے بعد اس پہ علمائے کرام کی تنقید نقل کی جبکہ راعی الغنم [چرواہا] اور صرف راعی میں فرق ہوتا ہے۔راعی محافظ اور نگہبان کو بھی کہتے ہیں اور یہ لفظ تو حدیث سے ثابت ہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ألا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ۔۔ترجمہ:۔تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم سب سے ان کی رعیت (اہل وعیال) کے بارے میں (آخرت میں) سوال کیا جائے گا۔'' (تفہیم المسلم ج ۳ ص ۱۳۸)

لہٰذا راعی ذمہ دار اور نگہبان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی میں کہا ہے لیکن ہم دیوبندی حضرات کو ان کے

گھر کی سیر بھی کروائے دیتے ہیں۔ دیوبندی مولوی نے اعلیٰ حضرت کی یہی عبارت اوراس کے ساتھ چند دیگر عبارات کو لکھنے کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ

''اس تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رضاخانیوں کے فتوی کی مثال اس چور کی ہے جو چوری کر کے چور چور کا شور مچاتا ہے جبکہ حقیقت ہے کہ یہ خود گستاخ ہیں۔۔۔احمد رضا خان کی ایسی شرکیہ اور گستاخانہ عبارات کا کوئی شمار نہیں۔''

(حیا کا جنازہ،ص ۲۳)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راعی کہنا یہ گستاخی ہے اوراس کا مطلب بیان کرتے ہوئے گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''راعی کا معنی چرواہااور ہمارا چرواہا کہنے سے صرف چرواہا کہنا زیادہ سخت ہے۔'' (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص ۷۵)

اب توجہ رکھیئے گا،تھانوی صاحب کے خلیفہ فرماتے ہیں:۔

''گرمی کا ہے موسم یہ کڑی دھوپ پڑرہی ہے
جانہ بکریاں چرانے میرے ذی وقار سوجا۔''

(باغ جنت ص ۳۶۸)

یہاں خلیفہ تھانوی نے واضح لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں اور دیوبندی علماء کے فتوے سے گستاخ قرار پائے۔

۹۔ سادہ الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا

جناب نے کنز الایمان سے مختلف تراجم نقل کیے پھر علماء کی تنقید نقل کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سادہ الفاظ میں لینا یہ گستاخی ہے۔اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک تراجم پہ فتویٰ نہیں لگتا۔الیاس گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''اگر اسلاف میں سے کسی نے ترجمہ یوں کیا ہے،تاکہ تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ معاف کرے،تو اعتراض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ترجمہ قرآن ہے اور قرآن مقدس میں اللہ کریم نے اپنے محبوب سے خطاب کیا ہے اور وہ جیسے چاہے اپنے محبوب کو خطاب کرے۔'' (کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۰)

لہذا یہ خطاب اللہ رب العزت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر رہا ہے نہ کہ کوئی امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے رہا ہے اس لیے اس پہ کوئی فتویٰ نہیں۔اور جہاں تک جناب کی نقل کردہ تنقید کی بات تو ان کا تو اس مسئلہ سے تعلق ہی نہیں۔اویسی صاحب کی گفتگو [سادہ الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینا بے ادبی] کا تعلق نداء سے ہے اور سیالوی صاحب نے گستاخی کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ مصنف تقویۃ کے متعلق لکھا ان کو [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] لکھنے سے گستاخی مانع رہی،یعنی جناب کے گستاخانہ انداز نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا،لہذا ان دونوں فتاویٰ جات سے تو گستاخی کا فتویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔اور دیوبندی حضرات حوالہ جات نقل تو کر دیتے ہیں مگر سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔سچ فرمایا تھا مولانا مشتاق نظامی صاحب نے کہ'' دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔''

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت اور اعلیٰ حضرت

اس جگہ جناب نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی اور پھر خود لکھا کہ کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام ماننا کفر ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ ایک دیوبندی مولوی لکھتا ہے:۔

> ''پس جب خود رضاخانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگانِ دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں۔'' (نور سنت شمارہ ۱۴ ص ۵)

ابو ایوب صاحب کے اصول کے مطابق اس عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ دیوبندی حضرات کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ ملفوظات کی کتب معتبر نہیں ہوتیں ان میں اغلاط کی گنجائش ہوتی ہے پھر اسی مولوی کے بقول اس عبارت کو قطعی اور یقینی بنا کر تکفیر تک کا اعتراض کرنا جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں، اور جہاں تک جناب کی پیش کردہ عبارت کا تعلق ہے تو اس میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ اعلیٰ حضرت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی۔ باقی اگر دیوبندی حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جنازے میں شرکت کریں تو وہ مقتدی ہوں گے تو پھر ہم آپ کو آپ کے گھر لیئے چلتے ہیں، جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس عبارت کے پیش نظر آپ تو صرف اپنی امت کے اولیاء
کے جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔'' (تفریح الخواطر، ص ۱۱۱)

اور دیوبندی ترجمان لکھتا ہے:۔

''کیونکہ امام الانبیاء پیغمبر دو عالم ﷺ کی موجودگی میں
امامت فضیلت نہیں اہانت ہے۔ (رضا خانی مذہب ص ۹۹)

اور حضور ﷺ کی اہانت و بے ادبی کفر ہے (با محمد باوقار ص ۱۳۹)

کیا مفتی صاحب کا انداز متکبرانہ تھا؟

قارئین مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے لکھا تھا کہ میرے ''ہم پلہ'' بندے کو سامنے لاؤ تو اس پہ جناب کو اعتراض ہے کہ یہ انداز متکبرانہ ہے اور یہ بات درست نہیں جبکہ جناب اگر گھر کی کتب ہی پڑھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی۔ منظور مینگل صاحب لکھتے ہیں:۔

''کیوں کہ جاہل اور اپنے سے بڑے سے مناظرہ رنا آداب
مناظرہ کے خلاف ہے۔'' (تحفۃ المناظر ص ۴۵)

امین صفدر لکھتا ہے:۔

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں مناظر ہم مرتبہ ہوں، یہ
نہیں کہ ایک طرف بہت بڑا پہلوان ہو اور دوسری طرف بچہ
کھڑا کر دیا جائے۔'' (انوارات صفدر ص ۳۴۱)

لہٰذا مفتی صاحب کی بات خود دیوبندی حضرات کے اصول کے مطابق تھی۔ پھر جناب نے مفتی صاحب کی طرف سے بزعم خود یہ حیلہ نقل کیا ''اس

موضوع پر اٹارسی میں مناظرہ ہو چکا ہے اس لیے اب نہیں کرتا۔''

(داستان فرار ص ۶۲)

جبکہ مفتی صاحب کی عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔قاسمی صاحب خود اپنی حالت کا اندازہ لگائیں کہ جناب ایک سادہ سی عبارت سمجھنے کی تو اہلیت نہیں رکھتے اور چلے ہیں مفتی مطیع الرحمٰن صاحب سے مناظرہ کرنے۔ہماری پنجابی زبان میں کہا جاتا ہے ''ذات دی کوڑھ کلی تے چھتیراں نو جھپے'' اردو زبان میں اس کی ترجمانی کچھ یوں ہے:۔

کرنے لگی زمین ستاروں پہ
تبصرہ ہونے لگا خزاں کا
بہاروں پہ تبصرہ

مفتی صاحب نے لکھا تھا:۔

''اس موضوع پر مناظرہ ۱۰،۱۱۔فروری ۲۰۰8 کو اٹارسی میں ہو چکا ہے، اس میں دیو بندیوں کا جو حشر ہوا تھا وہ نیٹ پر بنام مناظرہ اٹارسی دیکھا جا سکتا ہے، اب کسی کو نیا مناظرہ دیکھنے کا شوق ہو۔'' (داستان فرار ص ۵۹)

قارئین !اب اس عبارت کے کونسے الفاظ جناب کے نقل کردہ حیلہ کی مطابقت کرتے ہیں؟ اگر مفتی صاحب کی عبارت کا مطلب وہ ہوتا جو جناب نے نقل کیا ہے تو مفتی صاحب آگے یہ نہ لکھتے ''اگر کسی کو نیا مناظرہ دیکھنے کا شوق ہو'' لہٰذا جو بندہ اردو کی عبارت سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا وہ خود ہی سوچے کیا وہ

مناظرہ کرنے کے قابل ہے؟ اور جہاں تک بات ہے ''تجانب اہلسنت'' کی تو اس پہ تفصیلی گفتگو آگے آرہی ہے۔اور جو حضرت نے ملفوظات پہ اعتراض کیا وہ بھی جناب کا جھوٹ ہے الملفوظ میں کہیں بھی ''چودہ ہزار برس'' کے الفاظ موجود نہیں اور جھوٹ بول کر جناب اپنے ہی اصول سے غیر معتبر ٹھہرے۔

تجانب اہل السنۃ

ہم اسی کتاب میں دیو بندی حضرات کے حوالہ جات سے یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ''بعض اوقات مصنف معتبر ہوتا ہے لیکن اس کی کسی تصنیف کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ ذاتی مؤقف یا تفرد کہلاتی ہے اور بقول محمود عالم اسے اجتماعی مؤقف قرار دینا یہ دجالیت ہے۔'' پھر تجانب اہل السنۃ کو نہ صرف عبدالحکیم شرف صاحب ہی نے نہیں بلکہ دیگر علماء نے بھی اس کو مصنف کا ذاتی مؤقف کہا ہے۔ چنانچہ مصنف طمانچہ لکھتے ہیں:۔

ہے۔مگر صرف ایک فرد۔'' (طمانچہ ص ۵۴)

مولانا کہنے پہ اعتراض

جناب نے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے ''مولانا کہنے کو کفر لکھا ہے'' حقیقت یہ ہے کہ وہاں صرف مولانا کہنے کو نہیں بلکہ تعظیم کے ساتھ اور وضعی معنی میں کہنے پہ فتویٰ ہے۔ کیونکہ مکمل عبارت کچھ یوں ہیں:۔

''حضور کی توہین کرنے والا ایسا شخص کو مولانا و فخر مسلمانان اور ہادی و رہبر قوم ماننا اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد

ہے خود کفر و موجب غضب رب ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص ۲۶۰)

یہ عبارت خود واضح کرتی ہے کہ مولانا کہنے کا تعلق تعظیم اور وضع معنی میں ہے جس کی وضاحت رہبر و ہادی جیسے الفاظ کر رہے ہیں۔ اور جہاں تک آپ کی پیش کردہ عبارت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نہ تو وہ عبارت ''مفتی صاحب'' پہ فٹ ہوتی ہے اور نہ ہی ہمارے مؤقف کے خلاف ہے۔ بلکہ ہماری مؤید ہے۔ کیونکہ سائل نے سوال میں کہا تھا:

''مولوی صاحب موصوف اور ان کے بھائی مولوی مرتضٰی حسن صاحب سب مولوی ہیں۔ (مولوی عالم فاضل ہیں) سب لوگ ان کا ادب کرتے ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ ج۱۶ ص ۱۶۲)

یعنی سب لوگ انہیں عالم دین سمجھ کر ادب کرتے ہیں بس اسی پہ اعلیٰ حضرت نے فتویٰ لگایا اور مطیع الرحمٰن صاحب نے صاف لکھا ہے: ۔

''دیوبندی جماعت میں مولانا ارشد مدنی صاحب کی حیثیت ذمہ دار عالم کی ہے۔''

اس عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک وہ عالم دین ہیں اس سے مفتی مطیع الرحمٰن صاحب پہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ۔

عامر عثمانی اور دیوبندیت

جناب نے عامر عثمانی کا انکار کرتے ہوئے اسے مودودی قرار دیا، ابو

ایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''تو ان کے پاس بچنے کا کوئی چھٹکارا نہیں ہوتا تو بجائے شرمندگی اور سر تسلیم کرنے کے بے غیرت اور بے حیالوگوں کی طرح اپنے باپ دادا اور جید بریلوی علماء و اکابرین کا انکار کر دیتے ہیں۔'' (دست وگریبان ص ۱۳)

جناب نے بھی یہی کام کیا۔تو آیئے ہم آپ کے گھر سے ہی ثابت کرتے ہیں کہ'' عامر عثمانی'' کو آپ کے دیوبندی علماء نے اپنا دیوبندی عالم و بزرگ تسلیم کیا لہٰذا آپ اس کا انکار ہرگز نہیں کر سکتے چنانچہ مولوی خورشید حسن قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ

''مولانا عامر عثمانی دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلا میں سے ہیں۔'' (دارالعلوم اور دیوبند کی تاریخی شخصیات ص ۱۲۴)

سرفراز خان صفدر لکھتا ہے:۔

''مولانا عامر عثمانی نسلاً بعد نسل دیوبندی مسلک پر کاربند تھے۔'' (اہلسنت کی پہچان ص ۱۵)

اسی طرح نجم الدین دیوبندی صاحب کے نزدیک عامر عثمانی تو صرف دیوبندی نہیں بلکہ گاڑھا دیوبندی ہے۔ (زلزلہ درزلزلہ، ص ۱۵)

ایسے ہی حافظ غلام محمد میمن نے بھی اسے ماہر، بے لاگ جہاندیدہ اور دیوبندی تسلیم کیا ہے۔ملخصاً

(بریلویت حقائق کے آئینے میں، سبب تالیف، ص ۴۷۲،۴۰۵)

جہاں تک مودودی ہونے کا سوال ہے تو داماد انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے عامر عثمانی دیوبندی کی مودودی حضرات کے خلاف خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ (عمدۃ الاثاث ص۶)

اسی طرح انوار الباری میں بھی اس کی خدمات کا اعتراف موجود ہے لہٰذا جناب کا اپنے جید عالم اور گاڑھے دیوبندی کا انکار کرنا بے غیرت اور بے حیاء ہونے کے مترادف ہے اور بے حیاء کون ہوتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہیے اس پہ ہم دیوبندی حوالہ جات عرض کر چکے جس کے مطابق جناب ابلیس ٹھہرے۔ پھر جناب نے ''فتنہ بریلی کا نیا روپ'' نامی کتاب سے اقتباس پیش کیا جس میں کہیں بھی زلزلہ کا رد نہیں۔ اور کہتے ہیں'' عامر عثمانی آپ کے ممدوح ہیں اور ان پہ حجت ہیں'' اب کون بتائے اس جاہل کو ایک جدلی انداز ہوتا ہے اور ایک برہانی۔ مخالف کے مسلمہ خصم سے استدلال کرنا اسے ہرگز معتبر تسلیم کرنے کے مترادف نہیں ہوتا۔ ہم لوگ عامر عثمانی کو اس لیے پیش کرتے ہیں کہ وہ دیوبندی ہے اور دیوبندی حضرات پہ حجت ہے۔ مگر جناب کی علمی اوقات تو یہ ہے کہ خود حضرت دلائل کے اولین اصولوں سے ناواقف ہیں اور اس کے باوجود دوسروں کی علمی حیثیت پہ اعتراض کرر ہے ہیں۔

فحش گوئی کا الزام

قارئین! مفتی مطیع صاحب نے لکھا تھا کہ ''جناب کو خود ہی بیٹھے بٹھائے

مناظرے کا شوق چڑ آیا ہے بلکہ کھجلی ہورہی ہے'' جناب نے اس کو فحاشی سے تعبیر کیا حالانکہ ان الفاظ میں قطعا فحاشی نہیں اور جہاں تک اعلیٰ حضرت پہ فحش گوئی کا الزام ہے تو اس کا جواب ہم دے چکے اور دیوبندی حضرات کے کارنامے بھی منظرعام پر ہم لا چکے ہیں مزید تفصیل ہم ''دست وگریبان'' نامی کتاب کے جواب میں عرض کریں گے۔ پھر تجلیات کے مصنف نے جو کہا وہ ذاتی اور معاصرانہ چپقلش میں کہا اور دیوبندی مصنف لکھتے ہیں :۔

''ہمعصر مخالفین کی جرح کا چنداں اعتبار نہیں ہوتا۔''

(اہل سنت اور اہل بدعت ایک حقیقت ایک جائزہ ص۵۷)

''ابلیس کا رقص'' نامی کتاب کی حقیقت

قارئین! مذکورہ کتاب جعلی ہے اور خود بریلی کے مفتی صاحب نے اسے جعلی قرار دیا ہے۔ مفتی محمد علی کوثری لکھتے ہیں :۔

''اور ماضی قریب میں ایک کتاب بنام ''ابلیس کا رقص'' شائع کی گئی، جس کے ٹائٹل پیج پر حضرت کا نام درج ہے وہ بھی حضور تاج الشریعہ کی تصنیف نہیں ہے، جھوٹ کا سہارا لے کر حضرت کے نام سے یہاں بھی لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا گیا۔''

(جعلسازی کا پردہ فاش (قلمی فتویٰ))

یہ فتوی انٹرنیٹ پہ اسلامی محفل اور دیگر اہلسنت کی ویب سائٹس پہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ خود علامہ اختر رضا بریلوی کی نیٹ پہ آڈیو موجود ہے جس میں

آپ نے اس کتاب کی تردید کی ہے اور اسے جعلی قرار دیا ہے۔ اور جہاں تک جناب کا یہ کہنا کہ اس کتاب پہ تقاریظ ہیں، تو عرض ہے کہ اے تھانوی صاحب کے حصے میں آنے والے احمق! جب کتاب ہی جعلی ہے تو ان تقاریظ کی حیثیت خود بخود ختم ہو گئی۔ ہم حیران ہیں کہ اس بندے کی کتاب پہ تقریظ دیوبندی مولویوں نے کیا سوچ کر لکھی ہے۔ اس جاہل مطلق کو مناظرہ کرنے سے پہلے اپنی جہالت کا علاج کروانا چاہیے۔

دعوت اسلامی کے خلاف نقل کردہ فتووں کی حقیقت

جناب نے دعوت اسلامی کے خلاف جتنے بھی فتوے نقل کیے وہ ان کے اپنے خانہ زاد اصول سے ہمارے لیے حجت نہیں ہو سکتے۔ طاہر گیاوی جن کی تقریظ قاسمی کی کتاب پہ بھی ہے لکھتے ہیں: ۔

> ''پہلی گزارش تو یہ ہے کہ مذکورہ تمام فتوے ہاشمی صاحب نے کسی کتاب کے حوالہ سے نقل نہیں فرمائے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔'' (بریلویت کا شیش محل ص ۵۰)

لہٰذا یہ سارے فتوے نا قابل اعتماد ٹھہرے۔

دوسروں کے نام پر کتابیں گھڑنے کا عادی کون؟

قارئین یہ لوگ نہ صرف جھوٹی عبارتیں، بلکہ کتابیں، یہاں تک کہ جھوٹی احادیث گھڑنے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ اور قرآنِ پاک پر بھی بڑے دھڑلے سے جھوٹ باندھ دیتے ہیں۔ امین صفدر کہتا ہے:۔

''قرآن پاک میں یہ ہے کہ ابو جہل کی پارٹی بتوں والی آیتیں نبیوں کے بارے میں پڑھا کرتی تھی۔ قرآنِ پاک نے ان کو بل قوم خصمون کہا ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۳ ص ۴۰۷)

جبکہ یہ اس کا قرآن پہ بہتان ہے۔

قاری طیب لکھتے ہیں:۔

''صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ هذا خلیفۃ اللہ المھدی۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۹۵)

جبکہ خود دیوبندی حضرات نے مانا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں موجود نہیں۔

(آئینہ قادیانیت ص ۲۳۸)

ضیاء الرحمٰن کہتا ہے:۔

''حضور علیہ السلام کی ایک حدیث ہے اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ (یادگار خطبات ص ۲۵۲)

جبکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود نہیں۔ ابو بلال جھنگوی لکھتے ہیں:۔

''نبی کریم علیہ السلام تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔'' (مشکوۃ)'' (تحفہ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۳)

جبکہ مشکوۃ شریف میں کسی جگہ ایسی حدیث ہرگز نہیں۔ امین صفدر لکھتا ہے:۔

''آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔''

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳)

یہ بھی مولوی امین کا حدیث پہ جھوٹ ہے ایسی کوئی حدیث موجود نہیں۔
مولوی رشید احمد کہتا ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو بھائی کہو۔''

(فتاوی رشیدیہ ج ا ص ۱۳)

اب ہے کوئی دیوبندی جو ہمیں اس حدیث کے اصل ماخذ تک پہنچائے؟
یہی گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:۔

''ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر دو رکعت میں ضروری ہے الا ان یکون وراء الامام۔'' (تذکرۃ الرشید ج ص ۱۳۶)

جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث قطعاً موجود نہیں۔ یہاں ان کی حالت زار دیکھنے کے قابل ہے۔ یہی ہیں علمائے دیوبند کی علمی خدمات۔ جس میں جھوٹی حدیث اور حوالے گھڑنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کی جا رہی۔ قارئین جھوٹے حوالہ جات، جھوٹے الزامات اور جھوٹی احادیث گھڑنے کے ساتھ ان کو جھوٹی کتابیں گھڑنے کی بھی عادت ہے۔ حسین احمد مدنی نے ایک کتاب بنام الشہاب الثاقب لکھی اس کتاب میں اس میں من گھڑت حوالے بغیر تحقیق کیے لکھ دیے اور جس طرح اس نے مکھی پر مکھی ماری اسی طرح دیوبندیوں کے شیخ الہند حسین احمد

مدنی نے بھی مکھی پر مکھی ماری اور جھوٹے حوالے بیان کر دیئے :۔

''علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے دادا یعنی مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں۔ حضور سیّد عالم کو علم غیب بالواسطہ یعنی بذریعہ وحی کے تعلیماً معلوم ہوتا تھا اور یہ علی قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق و بالذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف اس میں تاویل اور ہیر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے الخ۔

(الشہاب الثاقب ص ۷۸ ۲)

اب ملاحظہ کیجئے کہ مولانا ٹانڈوی صاحب اس خود ساختہ عبارت کے سہارے کس طرح سیاہ کو سفید کر رہے ہیں :۔

''اب مجدد صاحب اپنے دادا صاحب کی بھی تکفیر کریں وہ بھی سب کو علم غیب بتاتے ہیں اور وہ اس تصریح سے تو گدھے کتے مچھر بندر وغیرہ وغیرہ سب کو آپ کا شریک عالم الغیب ہونے میں کر رہے ہیں بقول اس مجدد بریلوی کے پھر ہم تعجب کرتے ہیں کہ بالفرض محال اگر مولانا تھانوی نے ایسا کہا بھی ہو اور ان کی تحریر کا وہی مطلب ہو جو مجدد صاحب نے سمجھا ہے جب اپنے ہر دو دادوں کی یہ عبد الدینار تکفیر نہیں کرتا تو مولانا تھانوی پر کیوں ہاتھ صاف کرتا ہے۔

(الشہاب ثاقب ص ۲۴۶)

مفتی محمد اجمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''اب باقی رہا مصنّف شہاب کا حال تو یہ خرفہ بھر میں افترا ٔ کی مشین کا ٹھیکیدار اور کذب کی ایجنسی کا مالک مختار رہے۔ اس نے تو اپنی اس کتاب شہاب ثاقب کی بنیاد ہی کذب وافترا ٔ پر قرار دی ہے، اس کی تعمیر ہی انتہائی دجل وفریب پر رکھی ہے۔ چنانچہ میں اپنی اس کتاب میں ثابت کروں گا کہ شاید اس مصنّف نے بوقت تصنیف یہ قسم کھائی تھی کہ وہ بھول کر بھی کبھی سچ نہ بولے گا اور کذب وافترا ٔ کی کسی نوع وصنف کو باقی نہ چھوڑے گا۔''

''یہ میرا دعویٰ ہے اور اپنے اس دعوے پر کم از کم دو شاہد ایسے پیش کردوں جو اس کے صریح کذب ہونے اور جیتا افترا ٔ ہونے میں بے نظیر ہوں تا کہ ہر ناظر کو میری اس صداقت پر کسی طرح کا شک باقی نہ رہے اور ہر مخالف کو وہ اس دعوے کے تسلیم کرانے پر جری ودلیر رہے۔''

(ردشہاب ثاقب ص ۱۴،۱۵)

مصنف الشہاب الثاقب کی چوری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مسلمانو! مصنّف شہاب ثاقب کے ان دو جیتے جھوٹ اور کذب اور صریح افترا و بہتان کو دیکھو کہ دنیا میں حضرت شاہ

حمزہ صاحب مارہروی قدس سرہ کی نہ کوئی کتاب بنام
خزینۃ الاولیا تصنیف ہوئی نہ وہ مطبع کانپور میں طبع ہوئی نہ اس
کا صفحہ ۱۵ ہے نہ اس عبارت کا وجود ہے۔ اس طرح جہاں
بھر میں حضرت مولانا مولوی مفتی رضا علی خاں صاحب کی نہ
کوئی ہدایۃ الاسلام کتاب ہے نہ وہ سیتاپور کے مطبع صبح صادق
میں طبع ہوئی نہ اس کے صفحہ ۳۰ پر اس عبارت کا وجود ہے۔
لیکن اس مصنّف شہاب ثاقب کی دروغ گوئی و کذب بیانی و
افترا پردازی و بہتان طرازی اور بے شرمی و بے حیائی ملاحظہ
کیجئے کہ اس نے محض اپنے دل سے یہ دونوں کتابیں گڑھ لیں
اور خود ہی ان کے مطابع بنا لیے اپنے آپ ہی ان کے صفحات
تجویز کر لیے محض اپنی طرف سے یہ عبارت تصنیف کر لیں
اور کس جرأت و دلیری سے ان کو اپنی کتاب شہاب ثاقب
میں چھاپ کر شائع کر دیا اور پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ نہایت
جسارت اور ڈھٹائی کے ساتھ اپنے خصم کے مقابل الزام دے
رہا ہے کہ مجدد صاحب آپ تو یہ کہتے ہیں اور آپ کے دادا پیر
شاہ حمزہ صاحب مارہروی اور آپ کے جد امجد حضرت مولانا
رضا علی خان صاحب بریلوی آپ کے خلاف یہ لکھتے ہیں۔''
''مسلمانو! اور نہ صرف مسلمانو بلکہ جہاں کے تمام انصاف
پسندو ذرا سوچو تو کبھی کسی بے شرم سے بے شرم و بے حیا سے

بے حیا نے بھی اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں، ایسا منہ پھاڑ کر بولا ایسا سر بازار شائع کیا واقعی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بے حیا باش آنچہ خواہی کن۔"

(ردّ شہاب ثاقب ۱۵، ۱۶)

صرف حسین احمد مدنی نے ہی نہیں بلکہ فردوس قصوری بھی اسی مرض کے مریض نظر آتے ہیں اور حسب سابق مکھی پہ مکھی مارتے ہوئے جناب لکھتے ہیں:۔

" حضرت مولانا تھانوی کی انتہائی شرافت اور امن پسندی ہے کہ عبارت کو بدل دیا ورنہ بعینہٖ اسی مضمون کی عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر جناب حمزہ شاہ صاحب کی کتاب خزینۃ الاولیا کے صفحہ ۱۵ پر ہے اور اس سے صاف تر عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حقیقی دادا مولوی رضا علی صاحب کی کتاب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتا پور کے صفحہ ۳۵ پر ہے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔"

(چراغ سنت ص ۲۷۰)

ہم تمام علما اصاغرین سے لے کر اکابر دیوبند کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ان دو کتابوں کا وجود ثابت کریں۔ مگر۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

پھر لطف کی بات یہ کہ خود دیوبندی حضرات کو تسلیم ہے کہ یہ کتابیں گھڑی ہوئی تھیں۔ دیوبندی منظور سنبھلی نے اس بات کا اقرار ان الفاظ میں بیان کیا

کہ:۔

''اس [شہاب ثاقب] میں ایک خاص کمزوری یہ ہے کہ اس میں ''سیف النقی'' کے اعتماد پر ۲ حوالے غلط دے دیئے گئے ہیں، اس غلطی نے ''الشہاب الثاقب'' کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا۔'' (نقوش رفتگان ۲۹۹، ۴۰۰ تقی عثمانی)

اسی سنت پہ عمل کرتے ہوئے حسین علی لکھتے ہیں:۔

''مسلمانو! حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:

"من یعتقد ان محمد ﷺ یعلم الغیب فھو کافر لان علم الغیب صفت مختصته باالله.."

(مراۃ الحقیقت ص۱۸ سطر مطبوعہ مصر بلغۃ الحیر ان ص ۴، اتمام البرہان ۱۷۹)

جبکہ مراۃ الحقیقت نامی کوئی کتاب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ہرگز نہیں لکھی ۔یہ پاگلوں کی داستان یہاں ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک اور صاحب مولوی محمد فاضل صاحب المعروف مولوی پاگل مولانا نقی علی خان صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

آپ کی دو کتابیں مشہور ہیں:۔

۱۔تحفۃ المقلدین ۲۔ہدایۃ البریہ

''مولانا نقی علی صاحب مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مولوی احمد صاحب محدّث گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

علمائے دین اور مؤمنین صادقین سے ہیں۔''

(تلخیصًا تحفۃ المقلدین ص 15 مطبوعہ صبح صادق پریس سیتا پور)

(پاگلوں کی کہانی ص ٦٧)

اس جگہ مولوی فاضل نے خدا خوفی سے بالکل آزاد ہوکر اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی طرف ایک بے بنیاد کتاب منسوب کی، جبکہ اس کتاب کی کوئی حقیقت نہیں۔

یوسف رحمانی موصوف نے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کچھ اس انداز سے کیا ہے:۔

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے والد ماجد کا فتویٰ مولانا نقی احمد صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی علمائے دین اور مومنین صادقین میں سے ہیں۔''

(تحفۃ المقلدین ص١٥ منقول از رسالہ صدائے حق، سیف رحمانی علی عنق رضا خانی ۴ ۳، ۸۹)

ایک اور صاحب اسی سنت کو ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مولوی احمد رضا بریلوی جو حضرت نانوتوی سے بغض، منفرت، حسد، عداوت، کینہ رکھنے میں سب سے اوّل ہیں۔

جنہوں نے دھوکہ فریب اور مکاری سے علمائے عرب سے حضرت کے خلاف کفر کا فتویٰ لیا اور اس کی تشہیر کی انہی کے والد مولوی نقی علی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی علمائے دین اور مومنین صادقین میں سے ہیں۔''

(تلخیصًا تحفۃ المقلدین، ص 15 مطبوعہ صبح صادق پریس سیتاپور) (ماہنامہ الفرقان لکھنو نومبر ۲۰۱۵ ص ۳۸)

اسی طرح مولوی سرفراز نے امام سیوطی کی طرف تیسیر المقال نامی کتاب منسوب کی ہے۔ (راہ سنت ص ۲۳۸)

جبکہ امام صاحب کی ایسی کوئی کتاب نہیں۔ نور الحسن بخاری لکھتے ہیں:۔

''[البلاغ المبین] حضرت محدث دہلوی (شاہ ولی اللہؒ) کی عجیب تصنیف ہے۔'' (توحید اور شرک کی حقیقت ص ۲۷۶)

اسی طرح ایک اور کتاب میں ہے:۔

''چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب البلاغ المبین میں تحریر فرمایا ہے۔''

(رضاخانی مذہب ج۳ ص ۶۹)

مفتی مجاہد نے بھی اسے شاہ ولی اللہ کی کتاب قرار دیا ہے اور بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ (ہدیہ بریلویت ص ۶۲)

جبکہ یہ شاہ صاحب کی کتاب نہیں۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

''یہ شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے ہی نہیں بلکہ کسی نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔'' (تذکرہ سلیمان ص ۴۶۹)

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''بعض حضرات نے جن میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی بھی شامل ہیں ''البلاغ المبین کو شاہ ولی اللہ کی تصنیف تسلیم نہیں کیا۔'' (گلدستہ توحید ص ۱۵۴)

اسی طرح ان حضرات نے جھوٹ بولنے کی بھی انتہا کی ہے۔خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

''اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب بالذات کا محقق ومشہور ہے۔''

(براہین قاطعہ ص ۲۸)

یہ اس کذاب کا بہت بڑا جھوٹ ہے قیامت کی صبح تک اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ایسے ہی ابو ایوب لکھتا ہے:۔

''بریلوی حضرات اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کو عالم الغیب مانتے ہیں۔'' (پانچ سو باادب سوالات ص ۱۱۳)

جبکہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔جناب مزید لکھتے ہیں:۔

''جبکہ رضا خانی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کو بھی عالم الغیب مانتے ہیں۔''

(پانچ سو باادب سوالات ص ۱۵۵)

مزید لکھتا ہے:۔

''آپ لوگ صریح نصوص کو چھوڑ کر ضعیف وشاذ ونادر پر کیوں عمل کرتے ہیں۔'' (ایضا ص ۵۰)

یہ بھی اس بدبخت کا کذبِ عظیم ہے ہم ہرگز صریح نصوص کے مقابلے میں ضعیف یا شاذ روایات پہ عمل نہیں کرتے۔ہم اسی پہ اکتفا کرتے ہیں ان صاحب کے مزید اکاذیب ملاحظہ کرنے کے لیے ہماری کتاب ''ردّ تائید تحذیر الناس'' ملاحظہ کی جائے۔

مولوی امین صفدر اوکاڑوی لکھتا ہے:۔

''۱۳۲۶ھ میں ایک آدمی ہندوستان سے مکہ مکرمہ پہنچا، مدینہ منورہ گیا اور اس نے جا کر وہاں کے لوگوں کو بتایا کہ ہمارے ملک میں ایک مدرسہ ہے جس کا نام دارالعلوم دیوبند ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی اقدس اپنے روضے میں حیات نہیں۔ مکہ اور مدینہ کے علماء نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ان علماء نے سوالات لکھ کر دیوبند میں بھیج دیئے کہ ہم خود ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ چھبیس (۲۶) سوالات کیے۔''

(یادگار خطبات ص ۴۷۔۴۸)

اس چھوٹی سی عبارت میں اوکاڑوی صاحب نے جھوٹ بولنے کی حسب عادت انتہا کر دی ہے۔ اور جناب اتنے بڑے کذاب ہیں کہ ان کے اکاذیب کو طشت از بام کرنے کے لیے پوری کتاب بھی منظر عام پہ لائی جائے تو بھی کم ہے، بہرحال اوکاڑوی صاحب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت ۱۳۲۶ھ میں مکہ مکرمہ گئے یہ جناب کا جھوٹ ہے، پھر یہ کہا کہ اعلیٰ حضرت نے علماء دیوبند کے متعلق لکھا کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ اقدس میں حیات نہیں۔'' یہ بھی جناب کا جھوٹ ہے۔ حسام الحرمین میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔ اور یہ کہنا کہ علمائے حرمین نے سوالات بھیجے یہ بھی جھوٹ ہے۔ دیوبندی مولوی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''اسی زمانے میں مولانا حسین احمد مدنی بھی وہیں تھے حجازِ مقدس میں انھوں نے اٹھائیس سوالات لکھ کر بھیجے سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے پاس۔''

(مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ص ۶۸)

یعنی سوالات حسین احمد مدنی نے بھیجے تھے۔ اسی طرح ضیاء الرحمٰن لکھتا ہے:۔

''بریلویوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موت ہی نہیں آئی۔''

(یادگارِ خطابت ص ۲۴۵)

یہ بھی جھوٹ ہے اور قیامت کی صبح تک دیوبندی حضرات اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

اور شورش کاشمیری لکھتے ہیں:۔

''قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے بار بار جھوٹے پر لعنت کی ہے اور کسی کے لیے لعنت نہیں۔'' (ابوکلام آزاد ص ۶۴)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مجھے تو جھوٹ سے بڑی ہی نفرت ہے اور کاذب سے نفرت ہونا بھی چاہیے اس لیے کہ اس سے تو کچھ امید نہیں کہ کب دھوکہ دے۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۲ ص ۲۷)

عبد الطیف مسعود لکھتے ہیں:۔

''جھوٹ کسی بھی مذہب وملت میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا،لیکن دین حق میں تو اسے منافی ایمان قرار دیا گیا۔''

(احتساب قادیانیت ج ۲۴ ص ۶۳۰)

قارئین ! ہم نے یہاں علمائے دیوبند کے اس موروثی مرض کی طرف اشارہ کیا ہے ورنہ ان کے کارنامے احاطہ تحریر میں لانے کے لیے دفتر درکار ہیں۔اب ہم جناب قاسمی صاحب کے اعتراضات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔سب سے پہلا اعتراض جناب نے''حسام الحرمین'' پہ کیا کہ''اعلیٰ حضرت نے گنگوہی صاحب کے نام ایک جھوٹا فتویٰ منسوب کیا۔''اس اعتراض کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے تفصیل کے لیے قارئین''چراغ ہدایت،محاسبہ دیوبندیت،، حسام الحرمین اور مخالفین اور حسام کے ۱۰۰ سال'' ملاحظہ ہو۔ہم صرف اس اعتراض کے حوالے سے ایک حوالہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ارواح ثلاثہ میں موجود ہے:۔

''ایک مرتبہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ احمد رضا خان مدت سے میرا رد کر رہا ہے۔ذرا اس کی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو۔میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہو سکے گا۔حضرت نے فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ان میں تو گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی گالیاں ہوں تم سناؤ۔آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم رجوع کر لیں۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۲۱۵)

اس حوالہ کو غور سے دیکھیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں دلائل ہوئے تو ہم رجوع کرلیں گے ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ گنگوہی صاحب پہ الزام کیا تھا؟ وقوع کذب کا ہی تھا اور اسی سے ہی انہوں نے رجوع کی بات کی ہے۔لہٰذا دیوبندی حضرات کا اس کو من گھڑت کہنا ان کا اپنا کذب و دجل ہے۔اس کے بعد جو جناب نے ''رضوان داودی'' کا حوالہ پیش کیا پہلی بات تو یہ ہمارے نزدیک مستند و معتمد نہیں اور پھر معرفت نامی کتاب ہم نے دیکھی ہے اس میں قطعا یہ بات موجود نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ہی فتویٰ گھڑا ہے بلکہ وہاں تو یہ واضح لکھا ہوا ہے:۔

''اور یہ چار دیوبندی علماء مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی پر ان کی کفریہ عبارات اور پھر نام بنام ان پر کافر ہونے کا فتویٰ لگا۔'' (معرفت ص ۹۳)

پھر جو علمائے بدایوں کا حوالہ نقل کیا اس پہ عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ مفتی خلیل ہمارے نزدیک معتبر نہیں پھر ہم عرض کر چکے کہ یہ سب معاصرانہ چپقلش ہے جس کا دیوبندی مذہب میں کوئی اعتبار نہیں۔اس کے بعد جناب نے ''الشہاب الثاقب'' کے حوالے سے تاویل کرتے ہوئے لکھا ''کیونکہ مصنف نے یہ حوالہ جات سیف النقی سے نقل کیے لہٰذا مصنف ہذا پہ کوئی اعتراض نہیں۔'' جبکہ یہ بھی جناب کا دجل اور فراڈ ہے کیونکہ الشہاب الثاقب کے پہلے ایڈیشن میں کہیں بھی

''سیف النقی'' کا حوالہ نہیں بلکہ یہ سب کچھ تب شامل کیا گیا جب جناب کی پکڑ ہوئی۔

ہدایۃ البرایہ

قارئین !ایک دفعہ پھر جناب نے جہالت کا مظاہرہ کیا اور ایک دفعہ پھر اعلیٰ حضرت کی عبارت سمجھنے میں ٹھوکر کھائی۔ امام اہلسنت لکھتے ہیں:۔

> ''جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی [ہدایۃ البرایہ] سے ایک فتویٰ گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ کی مہر بھی دل سے تراش لی۔''
>
> (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۱۹۱)

یعنی اعلیٰ حضرت نے مطلقاً ''ہدایۃ البرایہ'' کو من گھڑت نہیں کہا بلکہ ''لاہور کی فرضی چھپی ہوئی۔'' ہدایۃ البرایہ کو من گھڑت کہا ہے لہٰذا اس جاہل مطلق کا یہ سمجھنا کہ اعلیٰ حضرت نے مطلقاً اس کتاب کو من گھڑت کہا ہے یہ جناب کے جاہل ہونے کی ایک اور دلیل ہے۔ پھر جناب نے جو حضرت کچھوچھوی کے حوالہ سے اعتراض کیا تو اس کا جواب ہم اسی کتاب میں عرض کر چکے ہیں وہی دیکھا جائے اور جناب نے جو اشرفی جیلانی صاحب کا حوالہ دیا تو اس میں قطعاً اس عبارت کے متعلق گفتگو ہی نہیں، جناب کا جیلانی صاحب کی عبارت کو کچھوچھوی صاحب کی عبارت پہ فٹ کرنا سوائے جہالت کے مظاہرے کے اور کچھ بھی نہیں، کیونکہ جیلانی صاحب کی عبارت کا تعلق محال عادی اور جیلانی صاحب کی عبارت کا تعلق محال

بالغیر کے ساتھ ہے۔ پھر مفتی اقتدار صاحب ہرگز ہماری کوئی معتبر شخصیت نہیں جن کو ہمارے خلاف بطور حجت پیش کیا جا سکے۔ اور جوجاء الحق کا حوالہ پیش کیا اس میں قدرت کا بیان ہے صدور کا نہیں اور ہم اسی کتاب میں با حوالہ عرض کر چکے کہ دیوبندی حضرات کے نزدیک انبیاء تو گناہوں کی طرف مائل ہوتے ہیں بلکہ دروغ صریح کی ہر قسم سے معصوم بھی نہیں مگر ان کے اپنے گناہ کے خیال سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

وہابی کسے کہتے ہیں؟

قارئین! آج کل کے دیوبندی شد و مد سے اپنی وہابیت کا انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے اکابر نے بخوشی اپنی وہابیت کا اقرار کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی نے محمد بن عبدالوہاب کی کتاب ''کتاب التوحید'' سے متاثر ہوکر ''تقویۃ الایمان'' لکھی جس میں محمد بن عبدالوہاب کے نظریات کا پرچار کیا۔ اس کتاب کو دیوبندی حضرات اپنا عین اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے نظریات پہ کاربند ہیں۔ اب کیونکہ ان کے عقائد محمد بن عبدالوہاب جیسے ہیں اس لئے ان کو وہابی کہا جاتا ہے۔ لیکن جناب نے یہ تاویل کی کہ ''وہابی متبع سنت اور بدعات سے منع کرنے والے کو کہتے ہیں'' اور عوام ہر بدعت سے منع کرنے والے کو وہابی سمجھتی ہے۔'' تو یہ جناب کا دجل ہے ہم ان کے گھر کے حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ وہابی کون ہیں۔ مفتی فرید لکھتے ہیں:۔

> ''وہابی محمد بن عبدالوہاب نجدی، ابن قیم، ابن تیمیہ وغیرہ کے اتباع ''متبعین'' کو کہا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ فریدیہ ج ا ص ۱۵۸)

اسی طرح رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :۔

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ج۱ ص۱۱۹)

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ جناب سائل امریکہ کا تھا یا ترکی کا؟ جس کو آپ کے مفتیان کرام نے یہ جواب دیا جب سائل برصغیر کا ہی ہے تو دیوبندی مولویوں نے جواب بھی اسی تناظر میں دیا ہے کہ وہابی محمد بن عبدالوہاب کے پیرو کار کو ہی کہتے ہیں۔ اور خلیل احمد سہارنپوری کا یہ صریح جھوٹ ہے جس کا رد ہم نے خود ان کے گھر سے کر دیا۔ اور جہاں تک دیوبندیوں کو وہابی کہنے کی وجہ ہے تو وہ بھی نظریاتی قربت ہے۔

منظور نعمانی فرماتے ہیں :۔

''ہم خود اپنے بارے میں بڑی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر ہے یہ مسجد ہے۔'' (تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحب ص ۲۲)

اسی طرح زکریا صاحب لکھتے ہیں :۔

''مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں، میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے در و دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

(ایضاً ص ۲۴)

قارئین ان دونوں عبارات سے واضح ہوگیا کہ اقرار وہابیت کی وجہ عقائد ہیں دونوں حضرات نے بزرگوں کے تبرک کا انکار کیا ہے اور جناب خود اسے وہابیت قرار دے چکے ہیں۔

جناب کے پیش کردہ عقائد پہ ایک نظر

قاسمی نے وہابیوں کے کچھ عقائد نقل کیے اور کہا کہ ہمارے یہ عقیدے نہیں۔ہم اس پہ تفصیلی گفتگو سے اعراض کرتے ہوئے چند گزارشات پیش خدمت کرتے ہیں۔

قارئین !پہلی بات تو یہ کہ سعودی عرب والوں کے متعلق دیوبندی حضرات نے لکھا ہے کہ وہ غیرمقلد ہیں،اور جناب نے جوعقائد بیان کیے ہیں ان میں سے اکثر کے قائلین کے پیچھے خود دیوبندی حضرات کے فتوے سے نماز نہیں ہوتی۔مثلاً عقیدہ حیات النبی کے متعلق ان کا یہ عام فتویٰ ہے کہ منکر حیات النبی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اب دیوبندی بتلائیں کہ اگر ان کی سعودی عرب والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو پھر ہم پہ اعتراض کیوں کرتے ہیں؟ پھر ابوایوب لکھتا ہے:۔

> ''احادیث میں یہ بات واضح ہے کہ مدینہ پاک ہمیشہ اسلام کا مرکز رہے گا۔اور قیامت کے نزدیک اسلام پوری دنیا سے سمٹ کر مدینہ پاک میں ایسے آجائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں آجاتا ہے۔'' (پانچ سو باادب سوالات ص ۱۰)

قارئین! ابوایوب صاحب کے بقول مدینہ اسلام کا مرکز ہے مگر ان

حضرات کے جو عقائد ہیں، دیوبندی حضرات اس کے منکر ہیں اب خود ہی سوچیں وہ کس نرغے میں آتے ہیں۔ پھر جب مصنف الشہاب الثاقب نے وہابی حضرات کے اسی قسم کے عقائد لکھے تو دیوبندی حضرات نے جناب کا رجوع پیش کیا جس میں جناب فرماتے ہیں:۔

''اور بعض باتیں کچھ اصل بھی رکھتی ہیں مگر نہ ایسی کہ جن کی وجہ سے ان کو فرقہ ناجیہ سے نکالنا جائز ہو سکے یا جمہور اہل سنت و جماعت کا مخالف قرار دے۔''

(فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۱۷۸)

اسی طرح ان کے گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''عقائد ان کے عمدہ تھے۔۔اور عقائد میں سب متحد ہیں۔''

اس جگہ گنگوہی صاحب نے نہ صرف ان کے عقائد کو عمدہ مانا بلکہ یہ بات بھی فراخ دلی سے تسلیم کر لی کہ دیوبندی اور وہابی حضرات عقائد میں متحد ہیں۔ پھر جناب نے جو جاء الحق کا حوالہ پیش کیا ہے اسی جگہ مفتی صاحب نے دیوبندی حضرات کے وہابی ہونے کا ذکر کیا اور خود علامہ کاشف نے دیابنہ کے وہابی ہونے پہ بحث کی ہے اور کسی کے مفصل حوالے کے ہوتے ہوئے مجمل سے اپنا پسندیدہ مطلب تراشنا دیوبندی اصول سے خیانت کا ارتکاب ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے جو اعتراض کیا تو عرض ہے کہ ان حضرات نے رجوع کر لیا تھا اور ہم نقل کر چکے کہ معاصرانہ چپقلش کا کوئی اعتبار نہیں۔ جہاں تک حسن علی رضوی کے حوالے کی بات ہے تو عرض ہے کہ یہ بات درست ہے دیوبندی حضرات نے

وہابیوں کا رد بھی کیا ہے مگر از روئے تقیہ خود کو چھپانے کے لیے، ورنہ ان کا اقرار وہابیت پیش کیا جاچکا ہے۔اور اس کے بعد جو گفتگو کی ہے اس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

پیر مہر علی شاہ اور علمائے دیوبند

پیر مہر علی شاہ صاحب پہ کیونکہ عبارات پیش نہیں ہوئیں اس لئے آپ سے تکفیر بھی ثابت نہیں، اور جہاں تک سیف العطاء کے حوالے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے اصول سے ایسے حوالہ جات پیش ہی نہیں کر سکتے ، کیونکہ سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

> شرعاًوقانوناًواخلاقاًیہ ضروری نہیں کہ جو رائے آدمی کسی دوسرے کے بارے میں خود قائم کرے تو وہ دوسرے پر نافذ ہو (اظہار العیب ص 108)

پھر مصنف سیف العطاء نے لکھا کہ پیر صاحب نے مرزا قادیانی کے سوا کسی کی تکفیر نہیں کی، جب کہ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ پیر صاحب سے اہل تشیع کی تکفیر بھی ثابت ہے جس کو خود دیوبندی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں، لہذا مصنف کی اس بات کو تحقیقی ہرگز تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

مناظرہ کرنے سے دل سیاہ ہوتا ہے

مولوی اشرف علی تھانوی حاجی صاحب سے نقل کرتے ہیں:

''اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو اس سے مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔'' (قصص الاکابر ۱۰۹)

اور جناب والا بھی بہت بڑے مناظر بنتے ہیں، لہٰذا اس فتوے کے مطابق خود ہی حکم لگا لیں۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ادریس قاسمی کی تلبیسات کا علمی جائزہ

سب سے پہلے تو جناب نے قرآن کی حفاظت اور اس کی فصاحت کو بیان کیا۔

(کنز الایمان نمبر ص ۱۶۳)

جس پہ عرض ہے کہ لفظی تحریف کے تو خود دیوبندی قائل ہیں جس پہ حوالہ جات اسی کتاب میں موجود ہیں۔ اور جہاں تک قرآن کے فصیح و بلیغ ہونے کی بات ہے تو اس کے متعلق حسین علی لکھتے ہیں:۔

''اس جگہ مفسرین یہ معنی کرتے ہیں کہ قرآن بلیغ اور فصیح کلام ہے۔ اس کی مثل کوئی ایسی بلیغ اور فصیح کلام لاؤ۔ لیکن یہ خیال کرنا چاہئے کہ کفار کو عاجز کرنا کوئی فصاحت و بلاغت سے نہ تھا۔ کیونکہ قرآن خاص واسطے کفار فصحاء بلغاء کے واسطے نہیں آیا تھا۔ اور یہ کمال بھی نہیں۔'' (تفسیر بلغۃ الحیران ص ۱۲)

اس کے بعد غیر متعلقہ گفتگو کرنے کے بعد پہلا اعتراض یہ کیا کہ یہ کوئی

معتبر ترجمہ وتفسیر نہیں۔ (کنز الایمان نمبر ص۱۶۶)

ہم پہلے نجیب صاحب کے مضمون میں حوالہ جات سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ نہ صرف مشہور ترجمہ بلکہ دیوبندی حضرات نے اسے معتبر تفسیر بھی مانا ہے۔اس کے بعد وہی اکابر مفسرین سے الگ رہنے کا اعتراض کیا جس میں کتنا وزن ہے یہ ہمارے قارئین نے اب تک محسوس کرلیا ہوگا اس کے بعد لکھا کہ شیخ الہند کا ترجمہ دیکھیں ان کا ترجمہ شاہ عبد القادر سے موافق ہوگا اور وہی معتبر سمجھا جائے گا۔ (کنز الایمان نمبر ص۱۶۷)

قارئین !ہم اس جگہ صرف دو مثالیں ہی پیش کرتے ہیں ۔دیوبندی شیخ الہند اھدنا الصراط کا ترجمہ لکھتے ہیں:

بتلا ہم کو راہ سیدھی۔ (محمود الحسن)

جبکہ شاہ صاحب لکھتے ہیں: ۔

چلا ہم کو سیدھا رستہ۔ (موضح قرآن)

اسی طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وما اھل بہ لغیر اللہ

(المائدہ نمبر ۳) کا ترجمہ کیا:

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا

شاہ صاحب نے یہاں "اھل" سے مراد ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارنا لیا ہے، جبکہ محمود الحسن صاحب اس کا ترجمہ کچھ یوں کرتے ہیں: ۔

اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۴۰)

لہٰذا دیوبندی اصول سے یہ ترجمہ بالکل معتبر نہیں اور جن دیوبندی

حضرات نے یہ ترجمہ کیا ہے غلط کیا ہے۔ پھر ابو کلام آزاد موضح قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''باقی رہا مطالب قرآن اور اس کی مہمات کا معاملہ تو اہل نظر سے مخفی نہیں کہ اس باب میں ان کے سامنے عام سطح سے کوئی بلند تر مقام موجود نہ تھا۔ انہوں نے کہیں بھی جلالین اور بیضاوی سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ اس لیے وہ کمزوریاں ان کے تفسیری اختیارات میں موجود ہیں جو عام طور پر متد اول تفاسیر میں پائی جاتی ہیں۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۸۱۶)

ہم اسی پہ اکتفاء کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں ورنہ:

جو کچھ ابھی بیاں ہوا آغاز باب ہے

آگے اعلیٰ حضرت پہ تحریف قرآن کا الزام لگا کر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(۱) خاندان شاہ ولی اللہ سے مخالفت

(۲) سنت سے دشمنی

(۳) بدعت کا ثبوت

(۴) اپنے خود ساختہ مذہب کا پرچار (کنز الایمان نمبر ص ۱۶۸)

قارئین یہ چاروں الزامات کا اگر ہم تفصیل سے جواب دیں تو بات لمبی ہو جائے گی صرف چند گزارشات عرض کرتے ہیں۔

(۱) خاندان شاہ ولی اللہ سے مخالفت:

یہ جناب کا مکمل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان دہلوی سے دشمنی کی بلکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد وہی تھے جو شاہ صاحب اور دیگر خاندان دہلوی کے تھے جن سے شاہ اسماعیل نے اختلاف کیا اور علمائے دیوبند نے اس کی پیروی کی۔ دیوبندی ترجمان مولوی اسماعیل اور منور الدین کے درمیان مباحثہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

''لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مباحثہ بالکل بے نتیجہ تھا، کیونکہ فریقین میں صرف مسائل ہی میں نزاع ہی نہ تھی بلکہ اصول و مبادیات میں بھی بون ثلع تھی۔ مولانا منور الدین اور ان کی جماعت جا بجا استناد و استشہاد بعض علماء کی کتابوں، شاہ عبدالعزیز کے خاندان کے طرز عمل، اور مختلف مکاتیب و ملفوظات سے کرتے تھے اور اسے دلیل و حجت سمجھتے تھے۔ مولانا اسماعیل صرف قرآن و حدیث سے سند مانگتے تھے۔ظاہر ہے ایسی حال میں نتیجہ محال تھا۔''

(آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی ص ۳۶)

یہ عبارت اس بات کو مکمل طور پہ واضح کر رہی ہے کہ اسماعیل دہلوی کے نزدیک خاندان دہلوی کے عقائد و مسائل قرآن و حدیث کے مطابق نہیں تھے اس لیے تو وہ سند مانگ رہے تھے پھر ظاہری بات ہے وہ ان سے اختلاف رکھتے تھے اس واسطے ہی انہیں قبول نہیں کر رہے تھے۔

اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں:۔

''ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کو تقویۃ الایمان کے اسلوب بیان سے اختلاف تھا۔''

(شاہ اسماعیل اور ان کے ناقد ص ۷۳)

ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

''مختصر واقعہ یہ ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی عادات کے موافق حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب و مولانا مخصوص اللہ صاحب، مولانا رشید الدین صاحب رحمہم اللہ کو علامہ شہید کا مخالف بنالیا۔'' (الجنۃ لاھل السنۃ ص ۶۳)

اور سنیئے اخلاق حسین قاسمی صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا شمار وہابی علماء میں نہیں ہے۔مولانا فضل حق خیر آبادی نے شاہ صاحب سے فیض حاصل کیا ہے اور حدیث پڑھی ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح کے لب ولہجہ اور طریقہ کار سے اختلاف کیا تھا۔'' (کنز الایمان پر پابندی کیوں ص ۲۴)

یہاں اخلاق حسین قاسمی صاحب نے اس بات کا واضح اقرار کرلیا کہ شاہ اسماعیل کے عقائد وہابیوں والے تھے اور شاہ عبد القادر وہابی نہیں اور ان کے

شاگردوں نے شاہ اسماعیل سے اختلاف کیا مزید سنیئے شاہ اسماعیل نے ۱۸۲۴ میں حج کیا اور تقویۃ الایمان ۱۸۲۷ میں چھپی یعنی جناب حج کر کے واپس آ گئے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۶۔۱۸ مقدمہ از غلام رسول مہر)

وہاں وہابی نظریات سے متاثر ہو کر یہ کتاب لکھی جس میں کتاب التوحید کے نظریات کا پرچار ہے۔ اس پہ تفصیل "محاسبہ دیوبندیت" اور ہماری کتاب "شاہ اسماعیل اور تاریخی حقائق" میں ملاحظہ کریں۔ پھر انہی نظریات کی پیروی دیوبندی حضرات نے کی اور ان کے گنگوہی صاحب نے اسے عین ایمان قرار دیا جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں۔ لہٰذا خاندان شاہ ولی سے خود دیوبندی حضرات نے اختلاف کیا اور جناب انظر شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ صرف ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے بانی نہیں بلکہ فکر کے امام ہیں۔"

(حیات محدث کاشمیری ص۳۸)

اس بات کا واضح مطلب ہے کہ دیوبندی حضرات کی باقاعدہ ابتداء نانوتوی سے ہوئی۔ اسی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے جناب زکریا صاحب فرماتے ہیں:۔

"حضرت تھانوی وحضرت مدنی کو آفتاب ومہتاب سمجھتا ہوں ان دونوں میں جس کی اتباع کرو مفید ہوگا۔ ہمارے اکابرین حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے **جو دین قائم** کیا تھا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اب رشید وقاسم پیدا ہونے سے

رہے پس ان کے اتباع میں لگ جاؤ۔''

(صحبت اولیاء صفحہ نمبر ۱۲۶)

اب اس دین کی وضاحت کرتے ہوئے گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے......اس کا رکھنا اور پڑھنا اور اس پر عمل کرنا **عین اسلام** ہے اور موجب اجر کا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ۱۲۱۹۔تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صفحہ ۲۳۴)

جناب حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح دہلی کا مشہور خانوادہ جس کے امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بدعت کے خلاف محاذ پر ان کی کوششیں بھی اس تاریخی وقعت کو حاصل نہ کر سکیں جس کی بجا طور پر وہ مستحق تھیں۔ ہند میں اسلام کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا امتیاز دیوبند کو حاصل ہوا کہ آج بدعت کے خلاف ایک مضبوط محاذ دیوبند ہی ہے۔'' (نقش دوام ص ۱۴۶)

مزید فرماتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی مرحوم کی تحقیقات نہایت ہی بلند پایہ اور مفید ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف میں بھی تحقیقات اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں اور نہایت مفید اور بلند پایہ ہیں مگر مجھ کو جو طمانیت اور بلند پائیگی حضرت نانوتوی کی تصانیف میں ملتی تھیں وہ وہاں نہ تھی۔''

(نقش حیات ج ۱ ص ۱۷)

مندرجہ بالا عبارات کسی تبصرہ کی محتاج نہیں، اس لیے ہم اتمام حجت کے لیے آخری حوالہ پیش کرتے ہیں ۔جناب انظر صاحب لکھتے ہیں:۔

''دیوبند کی تاریخ پر انصاف اور احتیاط کے ساتھ جب کبھی غور کیا تو اس جدوجہد کا امام حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت نانوتوی کو تسلیم کرنا پڑا۔'' (نقش دوام ص ۱۵۴)

جناب قاری طیب فرماتے ہیں:۔

''کلامی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ علماء دیوبند میں قاسمیت غالب ہے۔'' (مسلک علمائے دیوبند ص ۴۹)

مزید فرماتے ہیں:۔

''علمائے دیوبند کا آغاز دارالعلوم دیوبند سے ہے۔''

(مسلک علمائے دیوبند ص ۶۵)

لہٰذا ہماری اس ساری وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ خاندان دہلوی سے دیوبندی حضرات کا کوئی تعلق نہیں، یہ ایک نیا فرقہ ہے اور ان کے عقائد وہابیوں والے ہیں۔اس لیے تو جناب گنگوہی نے فرمایا کہ:۔

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے۔۔۔اور عقائد سب کے متحد ہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۱۹)

اس جگہ تو دیوبندی قطب الاقطاب نے یہ بات واضح کر دی کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد بالکل ایک جیسے ہیں ۔اور جناب سرفراز صاحب محمد بن

عبد الوہاب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

''لیکن ان کے بارے میں صحیح نظریہ وہی ہے جو علامہ آلوسی اور حضرت گنگوہی کا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۶۶)

اور کیوں نہ ہو گنگوہی صاحب خود اعلان کر چکے ہیں:۔

''حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔'' (ارواح ثلاثہ ص ۲۲۲)

مزید فرماتے ہیں:۔

''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔''

(تذکرۃ الرشید ج ا ص ۳۴)

لہٰذا ان کے اس حق والے بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ دیوبندی حضرات اعتقادی طور پہ وہابی ہیں۔ اب ادھر ادھر کے بہانے کرنا صرف وقت گزاری ہے مگر حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

گو چہرہ تاریخ پر تھے نقابوں پہ نقاب
حقیقت پھر حقیقت تھی نمایاں ہو گئی

یہاں ہم اس بات کی وضاحت کرتے جائیں کہ علامہ آلوسی نے ہرگز نجدی خیالات کو عمدہ نہیں کہا اور بقول دیوبندی حضرات یہ سب نعمان آلوسی کی کارستانی ہے۔ قاضی زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

''علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری مصری (متوفی ۱۳۷۱ھ) نے فرمایا کہ علامہ سید محمود آلوسی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے نعمان

آلوسی نے اس تفسیر میں کچھ ردو بدل کیا ہے جو کہ مفسر مرحوم
کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخہ کے تقابل سے معلوم ہو سکتا
ہے علامہ آلوسی کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ استنبول میں راغب
پاشا کے کتب خانہ میں موجود ہے۔"

(تذکرۃ المفسرین ص ۱۸۰۔۱۸۱)

اور جہاں بدعت کے ثبوت اور سنت کی مخالف یا نئے دین کے پرچار کا الزام ہے تو تھانوی صاحب امام اہلسنت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اگر سارے علماء ایسے مسلک کے بھی ہو جائیں جو مجھ کو کافر
کہتے ہیں (یعنی بریلوی صاحبان) تو میں پھر بھی ان کی بقاء
کے لیے دعائیں مانگتا رہوں...... وہ تعلیم تو قرآن و حدیث
ہی کی کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے دین تو قائم ہے۔"

(اشرف السوانح ج ۱ صفحہ ۱۹۲، حیات امداد صفحہ ۳۸، اسوۂ اکابر صفحہ ۱۵)

اور تھانوی صاحب کے متعلق یہ بات موجود ہے:

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں
نہایت نیک انسان ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں حق
ہے۔" (عشق رسول اور علمائے حق ص ۲۰۸)

یعنی تھانوی صاحب کا ہر کہا اور لکھا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حق ہے تو دیوبندی حضرات کو یہ حق تسلیم کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی مخالفت سے توبہ کرنی چاہیے۔

"آگے فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے شاہ ولی کے فرزندوں

پہ کفر کا فتویٰ دیا۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۶۸)

یہ جناب کا کذب عظیم ہے اور قیامت کی صبح تک اس کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتے اور جہاں تک شاہ اسماعیل کی بات ہے تو ہم وضاحت کر آئے ہیں کہ اس کے نظریات خاندان شاہ ولی اللہ سے ہٹ کر تھے پھر جناب کی تقویۃ الایمان گستاخانہ عبارات سے بھری پڑی ہے جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے اس پہ گرفت کی مگر تمہید الایمان میں تکفیر سے کف لسان کیا۔ مگر جناب کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے شاہ اسماعیل کو کافر کہا دیوبندی تابوت میں ایک ایسی کیل ہے جس سے ان کی بچی بچائی عمارت خود بخود ڈھیر ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ پہ جو اعلیٰ حضرت کے حوالے سے اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب خود جناب نے دے دیا۔ اور ہم وضاحت کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی ذاتی رنجش یا انگریز دوستی کی بناء پہ نہیں بلکہ ان کی گستاخیوں کی وجہ سے فتویٰ دیا اور آپ سے پہلے بھی دیگر حضرات نے یہ کام کیا تھا اور خود دیوبندی حضرات نے اس تقویۃ الایمان کے متعلق اعتراف کیا کہ اس کے الفاظ میں شدت ہے۔ چنانچہ محمود حسن لکھتے ہیں:۔

''لیکن ان میں بعض الفاظ سخت ہیں جو کہ اس زمانہ کی
جہالت کے علاج کے طور پر لکھے گئے یں۔۔۔۔ بلا ضرورت
ان الفاظ کو استعمال کرنا جیسے بعض کی عادت ہوگئی ہے۔
گستاخی ہے اس سے احتیاط چاہیے۔'' (فتاوی محمود یہ ج ۴ ص ۱۱۴)

شاہ اسماعیل دہلوی صاحب خود کہتے ہیں کہ 'میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ (ارواح ثلاثہ

صفحہ ۸۴،اکمل البیان) دیوبندی امام رشید احمد گنگوہی کے مطابق "تقویۃ الایمان" کے بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۲۶) اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے مطابق "تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہیں۔" (امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۱۵) اس کے بعد جناب نے امام اہلسنت کے ترجمہ پہ اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے ید کا ترجمہ قوت اور بصر کو علم کے معنی میں لیا ہے، تو جناب عرض ہے آپ کے عبد الحمید سواتی صاحب فرماتے ہیں:۔

> "امام رازی اور دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دو قسم کی قوتیں رکھی ہیں یعنی قوت عملی اور قوت علمی یا نظری۔ قوت عملی کا مظاہرہ ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ تمام کام ہاتھوں سے انجام دیئے جاتے ہیں اور قوت علمی یا نظری آنکھوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔"
>
> (معالم عرفان ج ۱۶ ص ۹۶)

اسی طرح تفسیر مظہری جس کا اردو ترجمہ دیوبندی حضرات نے کیا ہے اس میں مترجم صاحب رقم طراز ہیں کہ:۔

> "خلاصہ یہ کہ تینوں حضرات عملی اور علمی قوتوں کے مالک تھے۔"
>
> (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۸۶)

اور جہاں تک مفتی صاحب پہ یہ اعتراض ہے کہ آپ نے خدائی طاقت تسلیم کی ہے یہ بھی غلط ہے۔ مفتی صاحب نے خود وضاحت کی ہے کہ ایسی صفات غیر مستقل اور مجازی ہوتی ہیں۔ (سلطنت مصطفیٰ ص ۵۳۔۵۴)

اس کے بعد جناب نے قل انما انا بشر مثلکم کے ترجمہ پہ اعتراض کیا،جس کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے مگر کیا کریں جب تک ان کو نیا انجکشن نہ دیا جائے افاقہ یہ بھی محسوس نہیں کرتے لہٰذا چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔جناب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی احمد رضا خان نے اپنی بات قرآن میں داخل کرتے ہوئے حضور ﷺ کو ظاہری صورت بشری میں کافروں جیسا قرار دیا حضور ﷺ صورت بشر میں کافروں جیسا تھے استغفر اللہ۔العیاذ باللہ۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۷۱)

قارئین!بشر کا مطلب ہے ظاہر الجلد تو اس ترجمے کا مفاد صرف اتنا ہے کہ میں ظاہر الجلد ہونے میں تم جیسا ہوں نہ کہ تم جیسا بشر ہوں۔جناب اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں:۔

''اس حقیقت پر تمام مسلم فرقے متفق ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بظاہر بشر ہونے کے باوجود ایک منفرد اور بے مثال بشریت کے مالک تھے کمالات و اوصاف باطنی وظاہری کے اعتبار سے نہ آپ جیسا بشر پہلے ہوا نہ قیامت تک ہو سکے گا۔اسی کی طرف خود حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا۔

جب بعض صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی تقلید میں صوم وصال کا سلسلہ شروع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

ایکم مثلی،یطعمنی ربی و یسقینی۔--تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کو خداوند تعالیٰ نے جو امتیاز عطا فرمایا ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ صاحب نے آیت کہف کا ترجمہ کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس کی رعایت کی ہے۔۔۔

لکھتے ہیں:۔

''تم فرماؤ۔ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔'' مطلب کی حد تک یہ ترجمہ صحیح ہے۔۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۴۶۳۔ ۴۶۴)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

لہٰذا یہاں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو نہ صرف درست تسلیم کیا بلکہ یہ بھی واضح کیا کہ آپ کا ترجمہ شاہ صاحب کے مطابق ہے۔اسی طرح قاضی زاہد حسینی لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کا نبی باوجود بشر ہونے کے بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کو ما فوق البشر صفات منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں حق ہے۔'' (رحمت کائنات ص ۲۶۴)

یعنی بشر ہونے کے باوجود ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو اسے عام انسانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

قاسم نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک اور امت کی ارواح کے درمیان اتحاد اور اشتراک نوعی قائم نہیں ہے دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے اگرچہ ظاہری شکل وصورت میں اور احکام جسمانی میں مماثل اور ایک جیسا کہا جائے اور یوں کہا جائے:

انما انا بشر مثلکم

لیکن حضور اور ایمان والوں کے درمیان مساوات اور برابری کا عقیدہ قائم کرنا منجملہ اضغاث احلام اور خیالات واہیات سے ہے۔جس طرح آفتاب اور اس کی شعاؤں میں مثلیت ذاتی نہیں،لاکھوں عکس بھی مثل آفتاب نہیں ہو سکتے۔اگر چہ صورت اور رنگ میں نور آفتاب اور اصلی آفتاب سے مشابہت ہے لیکن برابری کا خیال ایک باطل خیال ہے۔''

(آب حیات ص ۲۴۴)

جناب اخلاق حسین قاسمی مزید فرماتے ہیں:۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری اور جسمانی قوتوں میں اور روحانی اور ذہنی قوتوں میں ۔۔۔ بالکل ممتاز اور مثالی شان کے مالک تھے۔

خداوند عالم نے ایک صاحب جمال وکمال صورت بشری میں جو جسمانی ذہنی،علمی اور عملی قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائی

تھیں ان میں رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری نوع انسانی میں یکتا اور منفرد تھے۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۷۹۴)

نیز

''یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکمل طور پر ایک عام بشر جیسے تھے۔ایسا سمجھنا نبوت سے بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۷۹۶)

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

''آپ کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے۔'' (نشر الطیب ص ۲۳۷)

سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مماثل ہونے کا دعوی کرے یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلی ہے ہماری بشریت کو اس سے کچھ مناسبت نہیں۔۔۔ یہ جو کچھ کہا ہے بالکل بجا اور درست ہے۔''

(تنقید متین ص ۷۷)

اکرم اعوان صاحب لکھتے ہیں:۔

''بشر کہنے والا اپنی طرح بشر نہ کہے جو عام بشریت کے لیے بھی ننگ و عار ہے اور فخر بشریت ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(نور و بشر کی حقیقت ص ۱۰)

مگر اس کے باوجود دیو بندی حضرات یہ بھی لکھتے ہیں کہ:۔

''آنحضرت ﷺ نے بار ہا اپنی بشریت اور دوسروں کے ساتھ شریک فی النوع ہونے میں اپنی مثلیت کو بیان فرمایا۔''

(فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۴۴، مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۲۴۹)

سرفراز صاحب فرماتے ہیں:۔

''اپنے جیسے سے اگر مراد جنس بشر اور نوع انسانیت کے لحاظ سے مراد ہے تو قل انما انا بشر مثلکم کی نص قطعی اس مماثلت کو مومنوں اور کافروں سب کے لیے ثابت ہے۔''

(اتمام البرہان ص ۳۴۵)

اسماعیل دہلوی نے لکھا:۔

''اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مثلکم کا خطاب مشرکین کی طرف ہے پس اللہ تعالی نے اپنے نبی کو بشریت میں مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جن کی نجاست قرآن سے ثابت ہے۔''

(تذکیر الاخوان ص ۳۹۶)

حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

''اب دیکھئے کہ کفار جن کی نجاست کا صریح اظہار قرآن میں آ گیا ہے ان کی بے عقلی و نقائص کا ذکر بار بار آیتوں میں کیا گیا ہے ان کی مماثلت ظاہر کی جاتی ہے مگر کیونکہ یہ

مماثلت فقط بشریت میں ہے۔'' (الشہاب الثاقب ص ۲۵۰)

عاشق الٰہی صاحب رقم طراز ہیں:۔

''حضرات انبیاء کرام تو فرمائیں کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں لیکن بریلوی مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرح کا بشر نہ کہو۔ آخر قرآن کے اعلان سے ایسی کیا ناراضگی ہے۔''

(بریلوی علماء و مشائخ کے لیئے لمحہ فکریہ ص ۵۰)

ان دونوں میں تیری کونسی آواز ہے

اور تھانوی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا:۔

''میں تو تم جیسا ہی بشر ہوں۔''

بجائے اس کے کہ ہم ان عبارات اور تھانوی صاحب کے ترجمے پہ کچھ عرض کریں اخلاق حسین قاسمی صاحب کا تبصرہ ہی نقل کیے دیتے ہیں۔ جناب لکھتے ہیں:۔

''بخلاف ''تم جیسا آدمی'' کہ اس میں مکمل تشبیہ اور پوری مثلیت کا مفہوم نکلتا ہے، ظاہر ہے کہ آیات بشریت کا خطاب خاص طور پر مشرکین عرب کی طرف تھا تو معاذ اللہ۔۔کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مخاطب مشرکین کے ساتھ مکمل تشبیہ رکھتے تھے؟ پھر جن حضرات نے (ہی) لفظ حصر بڑھایا انہوں نے مثلیت پہ اور زیادہ زور پیدا کر دیا۔۔۔جس سے شاہ صاحب کا اتفاق معلوم نہیں ہوتا۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۲۹۶)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دیوبندی ترجمہ اور عقیدہ شاہ عبدالقادر کے مطابق نہیں اور ترجمہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے امتیاز کو واضح کر رہا ہے۔

اس کے بعد جناب نے ووضعنا عنك وزرك الذى انقض ظهرك کے ترجمہ ''جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔'' پہ اعتراض کیا اور گستاخی قرار دیا۔ (کنزالایمان نمبر ص ۱۷۲)

سب سے پہلے تو یہ عرض ہے کہ یہ ترجمہ دیوبندی حضرات نے بھی کیا ہے۔ تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔ (آسان ترجمہ قرآن ص ۱۹۳۸)

اسی طرح ایک اور صاحب لکھتے ہیں:۔

جس نے آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ (تفسیر بصیرت القرآن ج ۶ ص ۵۱۴)

عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:۔

جس نے آپ کی پشت توڑ رکھی تھی۔ (تفسیر ماجدی ص ۱۱۷۷)

عاشق الٰہی صاحب لکھتے ہیں:۔

جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ (تفسیر انوار البیان ج ۹ ص ۴۱۷)

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۳ ص ۲۶۶)

مزید لکھا:۔

''اور جس بوجھ نے آپ کی کمر توڑ دی تھی۔ (امثال عبرت ص ۴۴)

عبدالحی صاحب لکھتے ہیں :۔

جو آپ کی کمر توڑے دے رہا تھا۔(آسان تفسیر ص ۳۶۲)

اسی طرح ایک اور صاحب لکھتے ہیں :۔

جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔(درسی تفسیر ص ۲۷۳)

ہم یہاں قاسمی صاحب سے گزارش کرتے ہیں ان حضرات پہ بھی گستاخی کا فتویٰ لگایا جائے اور جہاں تک پیٹھ توڑنے کی بات تو یہ ایک محاورہ ہے جو آلام و مصائب کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے لہٰذا یہ الفاظ گستاخی نہیں۔

اس کے بعد جناب نے سورت والضحیٰ کی آیت نمبر ۳ کے ترجمے پہ اعتراض کیا۔اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا:۔

''تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا۔''

جناب نے اعتراض کیا:۔

''پھر نبی کی طرف مکروہ نفی کے ساتھ استعمال کرنا بھی نہایت گستاخانہ انداز ہے۔'' (کنزالایمان نمبر ص ۱۷۲)

ہم حیران ہیں جن کے نزدیک نبی کو بدحواس، چمار سے ذلیل، بے خبر اور نادان، کہنا گستاخی نہیں وہ مکروہ جیسے لفظ جو نفی کے ساتھ موجود ہے پر فتویٰ لگا رہے ہیں۔

اگر یہی اصول ہے تو دیوبندی حضرات کے تراجم بھی ملاحظہ ہوں :۔

آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا نہ دشمنی کی۔(تفسیر انوار البیان ج ۹ ص ۴۱۲)

اسی طرح مولوی عبد الحی صاحب لکھتے ہیں:
آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔
(آسان تفسیر ص ۳۱۷)

اب ہم قاسمی صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ حضرت ادھر بھی نظر کرم کریں اور لفظ دشمنی اور بیزار پہ بھی فتویٰ لگائیں۔ کیونکہ بیزار کا لفظ مکروہ سے زیادہ سنگین ہے۔ وگرنہ

چپ رہو اس میں تمہارا ہی رہے بھرم
یوں تو نہ سب کے سامنے ہکلاؤ دوستوں

اس کے بعد جناب نے لذنبك کے ترجمہ پہ اعتراض کیا جس کا تفصیلی جواب ہم نے ساجد صاحب کے مضمون میں دیا ہے وہی ملاحظہ ہو مگر یہاں جناب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کو کوتاہیوں اور لغزشوں سے تعبیر کیا، اور یہی لفظ جب مودودی صاحب نے لکھا تھا تو ان کے متعلق قاضی زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

''مودودی صاحب کا قلم یہاں بھی شان نبوت کو اجاگر کرنے کی بجائے بہت بڑی لغزش کر گیا۔'' ک(رحمت کائنات ص ۳۸۳)

اس کے بعد جو خزائن العرفان اور نور العرفان پہ اعتراض کیا ہے ان کا جواب متعلقہ ابواب میں ملاحظہ کریں۔

دیوبندی تراجم کی تائید کا جائزہ (حصہ دوئم)

ان ربك لبا لمرصاد

بے شک تیرا رب ہے گھات میں۔ (محمود الحسن)

بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔ (اعلیٰ حضرت)

دیوبندی ترجمہ پہ قابل گرفت یہ بات تھی کہ گھات میں ہونے کا مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے سے نظر بچا کر چھپ کر بیٹھنا اور یہ معنی اللہ کی شان کے لائق نہیں اور اس جگہ وہی معنی مراد ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں موجود ہیں۔ اب جناب ایوب صاحب اس ترجمہ پہ کی گئی گرفت کا جواب تو دے نہیں پائے، اور اپنی اس ناکامی پہ پردہ ڈالنے کے لیے جناب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ اعتراض کیا۔

لکھتے ہیں:۔

''فاضل بریلوی نے سرکار علیہ السلام کو بھی خود رفتہ لکھا اور زلیخا کو بھی جبکہ زلیخا کا خود رفتہ ہونا مذموم اور غیر محمود تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا تعالی کی محبت میں خود رفتہ ہونا محمود تھا۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۱۹۴)

عرض ہے کہ الفاظ کے گستاخی یا نازیبا ہونے کا معیار عرف عام ہے لغوی معنی نہیں۔ اور گھات کا لفظ عرف عام میں ''چوری چھپ کر بیٹھنے'' وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ''خود رفتہ'' کے لغوی معنی پہ اس کو قیاس کرنا قیاس مع

الفارق ہے۔اور نسبت بدلنے سے معنی کی نوعیت بدل جاتی ہے اور اسی کے مطابق ہی ترجمہ ہوتا ہے۔لفظ ضالا کا ترجمہ کفار کے لیے گمراہ کیا جاتا ہے کیا ابو ایوب صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہی ترجمہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟؟

پھر جناب نے تفسیر عثمانی سے جو اقتباس نقل کیا وہ بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو تقویت دیتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں مراد لکھ کر پیدا ہونے والے اشکال کو ختم کر دیا۔اور اس بات کو خود دیوبندی حضرات نے لائق تحسین قرار دیا ہے جس کی ہم پہلے بحوالہ گفتگو کر آئے ہیں۔اس کے بعد جناب نے سورت الشعراء کی ایک آیت کے ترجمہ پہ اعتراض کیا۔اعلیٰ حضرت نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''موسیٰ نے فرمایا میں نے وہ کام کیا جبکہ راہ کی خبر نہ تھی۔''

قارئین !اس جگہ قبطی والے واقعہ کا بیان ہورہا ہے۔اور قبطی کے قتل ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے مندرجہ بالا الفاظ کہے جس کا صاف مطلب یہی ہے مجھے اندازہ نہ تھا کہ قبطی میرے گھونسے سے اپنی جان گنوا بیٹھے گا۔اور اگر جناب کو ہماری بات تسلیم نہ ہو تو ہم جناب کو ان کے گھر لیے جاتے ہیں۔مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''اللہ میاں'' کہنا درست ہے۔اردو میں یہ لفظ اس موقع پر تعظیم کے لیے بولا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۶۷)

فتاویٰ حقانیہ میں ہے:۔

''پشتو زبان کے محاورے کے مطابق کمینہ کا لفظ متواضع اور

منکسر المزاج شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(لہٰذا اس کا
قائل گنہگار نہیں) (فتاویٰ حقانیہ ج ۱ ص ۱۷۰)

جناب مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں :۔

''مگر عرفی بے ادبی کا مدار عرف عام پر ہے۔اور اسی پر حکم
دائر ہوتا ہے'' (کفایت المفتی 1/ 126)

لہٰذا ثابت ہوا کہ گستاخی کا معیار عرف عام ہے لغوی معنی نہیں۔اور شرح زرقانی میں ہے:"من سبه او انتقصه و صفه بما يعد نقصا عرفا قتل بالاجماع۔" (شرح زرقانی ج ۷ ص ۳۳۰)

اس عبارت کا مفاد بھی یہی ہے کہ گستاخی کا دار و مدار عرف پہ ہے الفاظ کے لغوی معنی سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔ پھر خود دیوبندی حضرات نے اس بات کو واضح طور پہ تسلیم کیا ہے کہ ترجمہ کا عقیدہ کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا اور لفظی ترجمہ پہ فتویٰ بھی نہیں لگتا۔

اس کے بعد جناب نے اعتراض کیا مقیاس الحنفیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ناکام کہا گیا ہے۔جبکہ مقیاس الحنفیت کی عبارت کا مفاد صرف اتنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد اللہ کا دیدار تھا جو آپ کو نہ ملا، یہی بات حضرت شیخ عبدالحق نے لکھی ہے اور جہاں تک معاملہ ہے تفسیر نعیمی کی جلد ۱۶ کے حوالے کا تو جناب اقتدار احمد صاحب کی ہمارے مسلک میں اتنی پوزیشن نہیں کہ ان کا دفاع کیا جائے اور خود دیوبندی حضرات نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اقتدار احمد نعیمی سے انکار کیا گیا ہے۔ (ہدیہ بریلویت ص ۲۵۳)

اس کے بعد جناب نے ''انوار شریعت'' پہ اعتراض کیا کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نا کام کہا گیا ہے تو عرض ہے جناب نظام الدین ملتانی صاحب نے وہاں مرزائی کو الزامی جواب دیا ہے۔ مرتضیٰ حسن صاحب نے مرازئیوں کا عقیدہ نقل کیا ہے:۔

''ان کی کاروائی کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب نا کام رہے حاشیہ ازالہ ۵۔۱۲۸۔'' (اشدالعذاب ص ۲۵)

لہٰذا نظام الدین صاحب نے اس پس منظر کے ساتھ ایک مرزائی کے ۱۳ سوالوں کا جواب دیا جس میں سوال نمبر ۱۲ کا جواب الزامی دیا کہ۔

''دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ نا کامیاب رہا ہو۔''

(انوار شریعت ج۲ ح۹ ص ۳۸)

نا کام ہونے کا مؤقف مرزا قادیانی کا ہے۔ اور مولانا نے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے مرزائی کو یہ الزامی جواب دیا تھا۔ مولانا آل حسن موہانی پہ جب مرزائی حضرات نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کا الزام لگایا تو جناب خالد محمود صاحب ان کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اور مذکور عبارت حضرت مولانا آل حسن کی نہیں ہے، انہوں نے اناجیل کے مسلمات سے ان باتوں کا لزوم ثابت کیا ہے۔'' (کتاب الاستفسار ص ۶۰)

لہٰذا اسی طرح یہ نظام الدین صاحب کا عقیدہ نہیں بلکہ انہوں نے مسلمات خصم پہ مبنی جواب دیا ہے۔ پھر جناب کو گھر کا آنگن بھی دیکھنا چاہیے سعد

کاندھلوی لکھتے ہیں:۔

''نبیوں کو بھی اللہ رب العزت اپنے تعارف کے لیے ان کے اسباب میں ناکام کر دیتے ہیں حالانکہ وہ نبی ہیں۔''

(کلمہ کی دعوت ص ۴۱)

مزید لکھتے ہیں:۔

''نبی کا تجربہ وہ آج فیل ہو گیا۔''

(کلمہ کی دعوت ص ۴۱)

اس کے بعد جناب نے جو سعیدی صاحب کا حوالہ دیا اس کی وضاحت خود انہوں نے کر دی ہے اسی عبارت میں موجود ہے:۔

''اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی درپردہ بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۹۶)

لہٰذا جناب کا سعیدی صاحب کے حوالے سے اعتراض اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

آیت نمبر ۲:

احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا۔ (التحریم آیت ۱۲)

جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے جان۔ (ترجمہ محمود الحسن)

اس ترجمہ میں جناب محمود الحسن نے فرج کا ترجمہ شہوت کیا ہے جو لغوی اعتبار سے ٹھیک ہے مگر اردو میں یہ ترجمہ کچھ زیب نہیں دیتا لہٰذا اس پہ فوقیت اعلیٰ

حضرت کے ترجمہ ''پارسائی'' کو ہی ہے۔
جناب عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''بات یہ ہے کہ فیہ کا مرجع کیا ہے؟اس مقام پرتو یہ مذکر کا صیغہ ہے جب کہ سورۃ الانبیاء میں مونث کا صیغہ ہے۔۔۔۔فیہ اور فیہا دونوں کے پیچھے فرجھا کا لفظ آیا ہے جو ان کا مرجع ہے۔فرج کا معنی مقام شہوت بھی ہوتا اور گریبان بھی۔۔۔اس لحاظ سے فیہ اور فیہا دونوں کا یہی معنی زیادہ موزوں ہے کہ ہم نے حضرت مریم کے فرج یعنی گریبان میں ایک روح پھونکی۔'' (معالم العرفان ج ۱۸ ص ۵۷۶)

لہٰذا اس واسطے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ موزوں اور بہتر ہے۔ایسے ہی تفسیر حقانی میں موجود ہے:۔

''التی احصنت فرجھا جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔یہ اس لیے فرمایا کہ یہود ان پر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے۔اس کی پاک دامنی کے سبب فنفخنا فیہ من روحنا ہم نے اس میں اپنے ہاں کی روح پھونک دی جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے اور فرج کا اطلاق اس جگہ عضو مخصوص پر نہیں اس لیے کہ محاورہ عرب میں کُرتے یا اس کے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں۔ابن عباس

فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک دیا تھا۔'' (تفسیر حقانی ص ۶۱۹ ج ۴)

جہاں تک یہ اعتراض کہ:

''فاضل بریلوی نے تو مرادی ترجمہ بنالیا ہے۔جس کو امام رازی نے قیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ اصول تو بریلوی ملاؤں نے بھی لکھا ہے قیل کے ساتھ قول مرجوح کو لکھا جاتا ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۱۹۷)

اس پر عرض ہے کہ قیل کے ساتھ قول ضعیف بیان کرنا یہ آئمہ فقہا کی اصطلاح ہے اس کا طبقہ مفسرین سے کچھ تعلق نہیں اور جناب نے جو یہ لکھا کہ بریلوی حضرات کو بھی یہ تسلیم ہے تو حضرت کو کم از کم ان بریلوی حضرات کی نشاندہی کرنی چاہیے تھی۔ جبکہ خود علامہ کاظمی اور مولانا اختر رضا خان نے اس اصول کا رد کیا ہے۔ پھر جناب نے تفسیر جلالین کے متعلق لکھا کہ جس کو بہت ہی معتبر سمجھا جاتا ہے جبکہ ڈاکٹر حبیب اللہ چترالی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تفسیر جلالین میں موضوع احادیث پہ اعتماد کیا گیا ہے۔شان نزول میں من گھڑت قصے اور کہانیاں ہیں جن کو عقل ونقل کی کسوٹی قبول نہیں کرتی۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۷۲)

اسی طرح ابن عباس کے متعلق موجود ہے:۔

''اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ متوفی ۸۶ھ کے نام سے جو

تفسیری روایات ہیں ان کی کل تعداد ۱۲۶۰ ہے جن میں امام شافعی کے دلائل کے مطابق صحیح ماننے کے لائق سو سے زیادہ نہیں۔'' (برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۵۳)

''جس سند سے تنویر المقیاس مروی ہے، اسے محدثین نے سدی کی وجہ سے سلسلۃ الکذب قرار دیا ہے۔لہٰذا یہ نا قابل اعتبار ہے۔'' (مبادیات تفسیر ص ۷۰)

اوران دونوں تفاسیر کے پیش کردہ حوالے جناب کی تائید نہیں کرتے۔وہاں کہیں بھی فرج بمعنی شرمگاہ موجود نہیں اور قاضی ثناءاللہ کا قول امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۳۴۹)

اگلی بات عرض ہے کہ اس قول کا موزوں ہونا خود دیوبندی حضرات تسلیم کر چکے ہیں جس کی موجودگی میں مزید تفصیل میں جانے کی حاجت نہیں۔پھر دوسرا سقم دیوبندی شیخ الہند کے ترجمہ میں یہ ہے کہ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا کی شرمگاہ میں پھونکا گیا۔جبکہ ہم واضح کر آئے ہیں کہ پھونکا گریبان میں تھا۔تھانوی لکھتے ہیں:۔

''ہم نے ان کے گریبان میں دم کر دیا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔'' (میلادالنبی ص ۲۹۵)

اب یہاں جناب نے یہ اعتراض کیا کہ فاضل بریلوی کے ترجمہ کا مطلب بھی یہی بنتا ہے جس پر بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے کچھ عرض کریں جناب اخلاق حسین قاسمی صاحب کے الفاظ ہی نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:۔

فرج کے معنی گریبان کے ہیں ۔لغت عربی میں ''فرج'' کہتے ہیں ''کشادگی، دراڑ، شگاف'' کو۔کرتے کا گریبان اسی طرح کشادہ اور پھٹا ہوا ہوتا ہے،اس لیے عرب کے لوگ اسے بھی فرج کہتے ہیں۔

عربی کا محاورہ ہے نقی الضیب طاھر الذیل، وہ شخص گریبان کا صاف اور دامن کا پاک ہے''۔ اس سے پاک دامنی اور عفت مراد ہوتی ہے۔اردو میں پاک دامن کہا جاتا ہے۔عربی میں جیب ودامن دونوں کی پاکیزگی بولی جاتی ہے۔اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہانے اپنے گریبان تک بھی کسی کا ہاتھ نہیں جانے دیا، کجا ان کے دامن کو کوئی ہاتھ لگاتا۔اسی تاویل کی بنا پر کسی نے ''دامن خودرا'' ترجمہ کیا۔کسی نے ''اپنی عصمت''اور کسی نے اپنی ''ناموس'' ترجمہ کیا۔اور بریلوی صاحب نے ''اپنی پارسائی'' لکھاہے۔ اس تاویل کی بناء پر فنفخنا فیہ میں فیہ کی ضمیر فرج بمعنی گریبان کی طرف لوٹے گی۔'' (بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص ۳۴۸۔۳۴۹)

قارئین! اخلاق حسین صاحب کی گفتگو سے جہاں یہ واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں جہاں فیہ کا مرجع گریبان ہے وہاں یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ اس ترجمہ سے جب دامن کو ہاتھ لگانے کی ہی نفی ہوگئی تو اس میں حلال وحرام دونوں چیزیں شامل ہوگئیں۔پھر مندرجہ ذیل دیوبندی حضرات نے بھی اس ترجمہ کو ترجیح دی ہے۔

تفسیر محمود ج ۳ ص ۳۸۰،تفسیر بصیرت القرآن ج ۶ ص ۱۷۷،تفسیر ماجدی ص ۱۱۱۳،آسان ترجمہ قرآن ص ۱۷۶۹،ترجمہ قرآن از امداداللہ انور ص ۹۲۵۔

آیت نمبر ۲۳:۔ **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین**

آپ کو اور کسی کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کے لیے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اس ترجمہ کے اندر ''مکلفین'' کا لفظ جناب تھانوی صاحب کے ذہنی بگاڑ کی عکاسی کر رہا ہے جس کی بدولت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت محدود ہو جاتی ہے۔ اب اس اعتراض کا جواب جناب ابوایوب صاحب تو کیا دیتے ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مصداق شکوہ کرنے لگے:

تو یہ رضاخانی افترا ہے کہ یہ لوگ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ رحمت کو تنگ کرتے ہیں۔ (کنز الایمان نمبر ص ۱۹۹)

جبکہ یہ افترا نہیں بلکہ چمکتے آفتاب کی مانند واضح حقیقت ہے جس پہ تھانوی صاحب کا ترجمہ شاہد ہے۔ ہم اس پہ ایک اور گواہ پیش کیے دیتے ہیں۔ جناب گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ کیا لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے یا نہیں تو جناب فرماتے ہیں:

''الجواب لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹)

اب ہم یہاں ابوایوب صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ جناب کیا آپ کے قطب ارشاد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت خاصہ کا انکار کر کے رحمت کے دائرہ کو تنگ کیا کہ نہیں؟؟ پھر جناب کی پیش کردہ تفاسیر میں ایک بھی ایسا حوالہ نہیں جس میں کسی مفسر نے قید لگائی ہو۔ وہاں مطلقاً ذکر ہے جبکہ تھانوی صاحب نے تو

با قاعدہ قید لگا کر حسب عادت اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ پھر وہ ایک احتمال ہے وہاں اس کے راجح ہونے کا قول موجود نہیں جو جناب کے گھر کے اصول سے قابل اعتناء نہیں۔ اور جہاں تک اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے تو اس پہ کیونکہ قادری صاحب نے اعتراض نہیں کیا لہٰذا اس بحث کی اس جگہ حاجت نہیں۔ جو حضرات تفسیری حوالہ جات دیکھنا چاہتے ہوں وہ ''تسکین الجنان'' کی طرف رجوع کریں۔

آیت نمبر ۴:۔ **فظن ان لن نقدر علیہ**

یوں سمجھا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

قارئین اس ترجمہ پہ علمائے اہلسنت نے یہ گرفت کی کہ اس ترجمہ سے قدرت ربی کا انکار لازم آتا ہے۔ ایسی بات تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا تو پھر یہ اللہ کے نبی سے کیسے ممکن ہے۔ ہماری اسی بات کی تائید کرتے ہوئے سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''قدر یقدر کا مصدر قدر بھی ہے اور قدرت بھی۔ یہاں پر لن نقدر کا معنی ''ہمیں قدرت نہیں'' درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے اور اسے ہر چیز پہ قدرت حاصل ہے تو یہاں قدر کا معنی ''تنگ کرنا'' ہے یعنی اللہ کے نبی نے گمان کیا کہ ہم ہرگز اسے تنگی میں نہیں ڈالیں گے۔ ویسے قدر کا معنی مقدر کرنا یا تقدیر بھی آتا ہے مگر اس مقام پر پر ''تنگ کرنا'' ہی مراد ہے۔'' (معالم العرفان ج ۱۳ ص ۳۷۳)

اس جگہ سواتی صاحب نے بھی اپنے شیخ الہند کے ترجمہ کی مخالفت کرتے ہوئے اس کو غلط قرار دیا اور صاف لکھا کہ اس جگہ ''تنگ کرنا'' ہی مراد ہے۔اس کے بعد ابو ایوب صاحب کے پیش کردہ تفسیری حوالہ جات کے متعلق عرض ہے کہ ان سے بھی جناب کا کام نہیں بننے والا۔ کیونکہ علامہ آلوسی کی عبارت میں یہ بات واضح طور پہ موجود ہے:۔

''پھر یہ اعمال قدرت سے مجازی ہوگی یعنی اس نے گمان کیا کہ ہم اپنی قدرت کو عمل میں نہ لائیں گے۔''

پھر علامہ آلوسی نے ایک احتمال نقل کیا ہے اس کو راجح قرار نہیں دیا لہٰذا ان کے اپنے اصول کے مطابق یہ احتمال جناب کے لیے سود مند نہیں۔

(بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ)

اور جہاں تک بات جلالین کی تو اس کی مکمل عبارت کا ترجمہ خود دیوبندی حضرات نے یوں کیا ہے:۔

''اور سمجھے کہ ہم ان پہ تنگی نہ کریں گے (یعنی ہم ان کے لیے کوئی ایسا فیصلہ نہیں کریں گے۔ جیسا کہ ہم نے مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا کیا اور یہ کہ ہم ان سے کوئی مواخذہ نہیں کریں گے)''

(کمالین ترجمہ و شرح جلالین ج ۴ ص ۱۷۴)

اور مفتی اقتدار احمد نعیمی کی شخصیت ہمارے نزدیک مسلمہ نہیں جس کی وضاحت ہم پہلے کر آئے ہیں لہٰذا ان کو ہمارے نزدیک بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور تفسیر درمنثور کے متعلق ڈاکٹر حبیب صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس تفسیر میں صرف تفسیری اقوال و آثار کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اپنی رائے کو جگہ نہیں دی گئی۔''

(برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ ص ۱۶۵)

پھر ابوایوب کے ہم مسلک لکھتے ہیں:۔

''نیز سوال یہ ہے کہ جمہور مفسرین کی تفسیر کو کون سا ترجمہ زیادہ جامعیت کے ساتھ پیش کرتا ہے؟۔''

(بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ ص۶۹)

اور اعلیٰ حضرت کا ترجمہ جمہور مفسرین کے مطابق ہے۔

آیت نمبر ۵:۔ ولقد همت به و هم بها

اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت۔ (محمود الحسن)

اب سنیئے جناب بخاری صاحب فرماتے ہیں:۔

''یہاں بعض لوگ [هم بها] سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کر لیا تھا۔ اب کون سمجھائے قرآن پاک کے اسلوب بیان کو، یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تو خطا و عصیان کے تصور اور ارادے ہی سے معصوم ہوتے ہیں۔''

(خطبات امیر شریعت ص ۴۹)

کیوں جناب ابوایوب صاحب! آپ کے امیر شریعت کے نزدیک تو ارادہ ہی کی نفی ہے اور مزید سنئے یہیں پہ بس نہیں ہوتی بلکہ مفتی عاشق الٰہی صاحب فرماتے ہیں:۔

''ساری امت کا اس پر اجماع ہے نبی سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا اور گناہ کا ارادہ کرنا بھی گناہ ہے لیکن قرآن مجید میں و لقد همت به کے ساتھ و هم بها بھی مذکور ہے اس وهم بها کا کیا مطلب ہے اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے و هم بها لو لا ان رای برهان ربه یہ ایک جملہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو وہ بھی اس عورت کے ساتھ جوانی کا تقاضا پورا کرنے کا ارادہ کر لیتے لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی اس لیے ارادہ نہیں کیا۔ہم نے اوپر جو ترجمہ کیا ہے وہ اسی قول کے مطابق ہے اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔'' (انوار البیان ج ۵ ص ۳۱)

پھر تھانوی صاحب نے رغبت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:۔

''مگر احقر نے تفسیر متن کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس میں یوسف علیہ السلام کا کمال زیادہ ہے کہ باوجود رغبت کے جس کا منشا قوت طبیعت وصحت بدن و تعدیل مزاج وسلاست قوی ہے رک گئے۔'' (تفسیر بیان القرآن)

ایسے ہی عبدالماجد دریا آبادی اس آیت کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:۔

''اور انہیں بھی اس عورت کا خیال ہو چلا تھا۔''

(تفسیر ماجدی ص ۵۲۲)

اس جگہ بھی ارادہ کو تسلیم کیا ہے اور دونوں حضرات دیوبندی فتوے سے صدور گناہ مان کر عصمت انبیاء کے منکر ٹھہرے۔قارئین یہ بھی ملاحظہ کریں کہ ان حضرات کے نزدیک اللہ کے نبی علیہ السلام نے تو گناہ کا ارادہ کرلیا تھا مگر اپنے گھر کے بندوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے:۔

''میاں صاحب کے نانا شاہ محمد حسین صاحب ایک نہایت پارسا اور نیک صفت انسان تھے۔ان کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ وہ شخصیت ہیں کہ ان کے ذہن میں گناہ صغیرہ کا خیال تک کبھی نہیں آیا۔یہ جانتے ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج ا ص ۲۴۴)

بہرحال اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تائید کرتے ہوئے مفتی محمود لکھتے ہیں:۔

''اور جن الفاظ سے ھم کی نسبت یوسف کی طرف کی گئی ہے وہ قضیہ شرطیہ ہے اثبات ھم یوسف مشروط ہے عدم روئیت برھان سے۔اور جب رویت برہان ثابت ہو چکی ہے تو ھم یوسف کا سلب لازم آتا ہے۔۔۔لہٰذا یوسف کا ارادہ ہوا ہی نہیں۔''

(تفسیر محمود ج ۲ ص ۲۵۶۔۲۵۷)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے بھی امام اہلسنت کی تائید کی ہے۔

تفسیر بصیرت القرآن ج ۳ ص ۲۸، تفسیر محمود ج ۲ ص ۲۵۵، تفسیری ترجمہ ص ۴۵۱، اردو ترجمہ قرآن ص ۱۳۹۲

اس واسطے فوقیت امام اہلسنت کے ترجمہ کو ہی ہے۔ اور اگر کسی نے اس کو ہٹ کے کیا ہے تو یہ ان کا تسامح ہے۔

الزامی حوالہ جات کا جواب

۱۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تو کیا اس خیال سے بھی محفوظ ہے۔'' (جاء الحق ص ۴۳۲)

۲۔ پھر جو تفسیر نعیمی کا حوالہ نقل کیا اس میں بھی واضح طور پہ موجود ہے:۔

''اگرچہ میں ان سے متفق نہیں۔''

(تفسیر نعیمی ج ۱۲ ص ۴۳۸)

۳۔ پھر جناب نے جو سعیدی صاحب کا حوالہ نقل کیا اس میں عورت کا قصد نہیں بلکہ اس سے بچنے کا قصد مراد لیا گیا ہے جس کا جناب کو کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح اصول ترجمہ و تفسیر میں بھی عورت سے بچنے کا قصد ہے جبکہ آپ کے اکابرین کے ترجمہ سے عورت کا قصد لازم آتا ہے۔

۴۔ پھر جناب نے تعلیقات رضا کے حوالہ میں بھی حسب عادت خیانت سے کام لیا اور مکمل عبارت نقل نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ عبارت اعلیٰ حضرت

نے ''شفا شریف'' سے نقل کی ہے جس میں مصنف مختلف اقوال نقل کر رہے ہیں۔اور جناب کی پیش کردہ عبارت کے متصل ہی موجود ہے:۔

''جبکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلا م نے ارادہ نہیں فرمایا۔'' (تعلیقات رضا ص۲۲۹)

اور امام اہلسنت نے صاف لکھا:۔

''حالانکہ صحیح بات اس کے خلاف ہے (یعنی آپ نے قصد نہیں فرمایا تھا) اور شفاء شریف میں اس مسئلہ کی تحقیق ملاحظہ کی جائے ۔۔'' (تعلیقات رضا ص۳۰۱)

آیت نمبر۶:۔قال یا قوم ھٰؤلاء بناتی

بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔(ترجمہ محمود الحسن)

بولے اے میری قوم یہ میری بیٹیاں (بھی تو موجود ہیں)(عبدالماجد دریابادی)

اس کی تفسیر کرتے ہوئے جناب لکھتے ہیں:۔

''اور کہا کہ اے بھائیوں ایسا برا کام نہ کیجیو اب دیکھو میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں مرضی ہوتو ان کو نکال لاو۔'' (تفسیر ماجدی ص ۵۰۷)

قارئین اس آیت میں ہمارے نزدیک قوم کی بیٹیاں مراد ہیں،حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا یہاں تذکرہ نہیں۔اور یہ تفسیر راجح ہے۔جبکہ دیوبندی مترجمین نے لوط علیہ السلام کی بیٹیوں والی تفسیر پہ اعتماد کر کے ترجمہ کیا ہے۔اب اس پہ بھی ہم خود دیوبندی حضرات کا تبصرہ ہی پیش کرتے ہیں۔

عبدالحمید سواتی صاحب لکھتے ہیں :۔

”مفسرین کرام فرماتے ہیں اگر بیٹیوں سے لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں مراد ہیں تو قوم کو برائی اور بے حیائی سے بچانے کے لیے یہ پیشکش بھی درست تھی، مگر صحیح بات یہ ہے کہ اس سے تو لوط علیہ السلام کی اپنی بیٹیاں مراد نہیں تھیں کیونکہ آپ کی تو صرف دو ہی بیٹیاں تھیں اور وہ لوگ بہت زیادہ تعداد میں تھے تو اس پیش کش سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اے بدنصیبو قوم کی بچیاں میری بچیاں ہیں۔“

(معالم العرفان ج۱۰ ص ۴۹۴)

لہٰذا درست ترجمہ امام اہلسنت کا ہی ہے اور جہاں تک گستاخی کی بات تو نیازی صاحب کی عبارت میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نیازی صاحب نے اس قول کو گستاخی کہا ہے۔ بلکہ یہ قول مرجوح ہے جس پہ اعتماد کرتے ہوئے دیوبندی حضرات نے ترجمہ کیا ہے۔ اور ایک دفعہ پھر ان پہ فوقیت امام اہلسنت کے ترجمہ کو ہے جو خود دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی درست ہے۔ اور جو ترجمہ ان حضرات نے کیا ہے اس کو دیوبندی حضرات بھی مرجوح مانتے ہیں۔ اب ابوایوب صاحب اس قول کا دفاع کیا کرتے الٹا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو درست تسلیم کرتے ہوئے تفسیر عثمانی کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ وہاں یہ بھی موجود ہے کہ :۔

”اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید ان

میں سے بعض ممتاز لوگوں کے نکاح کے لیے پیش کی ہونگی اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔''

(تفسیر عثمانی ص ۳۰۵)

اور جہاں تک روح المعانی والے کی بات تو مفسر آلوسی نے بھی اس سے مراد قوم کی بیٹیاں لی ہیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۰۶) اور علامہ رازی نے بھی اسی قول کو مختار قرار دے کر اس پہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۷)

پھر ایک بات جناب کو یاد رکھنی چاہیے:۔

''اب اختر رضا اس کے مقابلے میں تفسیر مدارک پیش کرتا ہے تو عرض خدمت ہے کہ یہ تفسیر ہے اور تفسیر میں بعض اوقات ایک احتمال کو نقل کیا جاتا۔'' (بریلوی قرآن کا علمی تجزیہ ص ۶۸)

اس کے بعد جناب نے علامہ سعیدی کا حوالہ پیش کرنے میں سخت خیانت سے کام لیا مکمل عبارت یوں ہے:۔

''اور مجاہد اور سعید بن جبیر کی تفسیر کے مطابق حضرت لوط نے اپنی قوم کی بیٹیوں کو نکاح کے لیے پیش کیا تھا، ہمارے نزدیک مجاہد اور سعید بن جبیر کی تفسیر راجح ہے۔''

(تبیان القرآن ج ۵ ص ۸۹۹)

تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن عباس کی وضاحت ہم کر آئے ہیں دوبارہ حاجت نہیں۔

آیت نمبر ۷:۔ **حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا**

یہاں تک کہ نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ پہنچی ان کو ہماری مدد۔ (مولانا محمود الحسن)

قارئین اس جگہ بھی دیوبندی مترجمین نے ایک مرجوع قول کے تحت ترجمہ کیا ہے جس پہ اعتراض وارد ہوتا ہے، جبکہ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ راجح قول کے مطابق کیا۔ تفسیر کبیر میں ہے:۔

"اعلم انه قرأ عاصم و حمزة و الکسائی کذبوا بالتخفیف و کسر الذال والباقون با لتشدید و معنی التخفیف من و جهین احدهما ان الظن واقع بالقوم ای حتی اذا استیأس الرسل من ایمان القوم فظن القوم ان الرسل کذ بوا فیما و عدوا من النصر وا لظفر۔" (تفسیر کبیر ج۶ ص ۵۲۱)

اب اس جگہ امام رازی نے لوگوں کی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ رسولوں نے غلط کہا تھا۔ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی اسی قول کے مطابق ہے اور جس قول کی بنا پہ دیوبندی حضرات نے ترجمہ کیا ہے امام رازی نے اس کا رد کیا ہے۔ ہم صرف ترجمہ پہ اکتفا کرتے ہیں۔

''اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بے شک رسولوں نے گمان کیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا اس میں وہ جھٹلائے گئے یہ تاویل ابن ابی ملکیہ سے ہے۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا گویا یہ بوجہ ضعف بشریت

کے ہے یہ بہت بعید ہے کیونکہ ایک مومن کی شان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرے بلکہ ایسا خیال کرنے والا (بل یخرج بذلك عن الایمان) شخص ایمان سے ہی نکل جاتا ہے ایسا قول رسولوں سے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔" (تفسیر کبیر ج۶ جزء۱۸ ص ۱۸۹)

قارئین جس قول کو امام رازی نے رد کیا ہے اسی قول کو دیوبندی مترجمین نے اختیار کیا ہے اور امام اہلسنت کا ترجمہ بالکل بے غبار ہے اور ایک بار پھر اس کا برتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور مفسر عثمانی نے بھی دیوبندی شیخ الہند کے قول کو رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے مطابق تفسیر کی جو ہمارے حق میں ہے اس سے جناب کی کوئی مشکل حل نہیں ہوگی۔ اس کے بعد جناب نے لکھا کہ انبیاء سے فہم میں غلطی ہوسکتی ہے؟ اس پہ حضرت نے ملفوظات مہریہ کا حوالہ پیش کیا جو ہمارے نزدیک علی الاطلاق حجت نہیں اور نہ ہی ان کی مکمل ذمہ داری پیر صاحب پہ ہے۔ اور جہاں تک مفتی صاحب کی بات تو آپ نے صرف امکان کی بات کی ہے اور یہی چیز مسامرہ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ جبکہ خود ابو ایوب صاحب کے نزدیک یہ لکھنا کہ انبیاء کو وسوسہ ہوسکتا ہے گستاخی ہے۔

(پانچ سو باادب سوالات ص ۱۴۰)

اور قاری طیب لکھتا ہے:۔

"حضرت آدم علیہ السلام کے ذہن میں شیطان نے اول وسوسہ ڈالا۔" (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۶۴)

ما کنت تدری ما الکتاب ولاالایمان۔

تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔(محمودالحسن)

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔(اعلیٰ حضرت)

اس آیت میں ''ایمان'' سے مراد احکام شرع کی تفصیل ہے جبکہ دیوبندی شیخ الہند نے یہاں ایمان'' کا ترجمہ ایمان ہی کیا ہے جس پہ بظاہر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ آیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کے نزول سے پہلے مومن بھی نہ تھے؟ ابوایوب صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا:۔

''اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان سے متصف تو تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان اور اعمال کی تفصیلات معلوم نہ تھیں۔

(نورسنت کا ترجمہ کنزالایمان نمبر ص ۲۱۳)

ایسے ہی دیگر دیوبندی حضرات نے بھی اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔ (انوارالبیان ج ۸ ص ۵۲۸، تفسیر حقانی ج ۴ ص ۲۴۷، حقائق سنن ص ۳۴) لہذا فوقیت اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو ہی ہے۔

ترجمہ کنز الایمان کا بڑا دفاع

قارئین رب نواز حنفی صاحب نے ''کنز الایمان کا بڑا آپریشن'' کے نام سے ایک مضمون لکھا اور بزعم خود اس میں ایک کتاب کے حوالے سے گرائمر کی غلطیاں ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ آیات کی تفسیر میں مختلف اقوال ہوتے ہیں اور مترجمین ان میں سے ایک قول کو اختیار کر لیتے ہیں اور یہ اختلاف مذموم نہیں بلکہ اختلاف وہ مذموم ہے جس سے عقائد پہ فرق پڑے جیسا کہ ہم تھانوی صاحب کے حوالے سے وضاحت کر آئے ہیں۔ لہٰذا ہماری اس اصولی گفتگو سے جناب کی ساری محنت بربا دٹھہری مگر پھر بھی ہم حضرت کی تسلی کرائے دیتے ہیں۔ جناب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> ''اب آپ دیکھئے بریلوی محقق کہتا ہے لاجرا سے مراد بہت سارا اجر و ثواب ہے جسکا فاضل بریلوی کچھ مزدوری سے ترجمہ کرتے ہیں۔ یہ فاضل بریلوی کی جہالت تھی کہ جو تنوین تکثیر کے لیے تھی اسے قلیل کے لیے سمجھ بیٹھے۔''

(کنز الایمان نمبر ص ۱۷۹)

قارئین اس آیت کے ترجمہ میں مترجمین نے دو اقوال کے مطابق ترجمہ کیا ہے جس کا مقصد تقریبا ایک ہی ہے۔ مگر رب نواز کے نزدیک یہ ترجمہ جہالت ہے تو آیئے ہم ان کے گھر کے جہالوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جناب محمود الحسن ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ بھلا کچھ ہمارا حق بھی ہے

تفسیر حقانی میں ہے:۔

بھلا کچھ ہمارا انعام بھی ہے۔

(تفسیر حقانی ج ۳ ص ۴۹۸)

اب ان حضرات نے اعلیٰ حضرت کے مطابق ترجمہ کیا ہے جبکہ دیگر دیوبندی حضرات نے دوسرا ترجمہ اختیار کیا ہے۔چنانچہ اشرف علی تھانوی صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے

تو ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔

(تفسیر بیان القرآن ج ۳ ص ۴۰)

اب جناب حنفی صاحب اپنے بزرگوں میں سے کس کو جہالت کے تمغے سے نوازنا پسند فرمائیں گے؟ پھر ایک اور بات عرض ہے کہ جناب علوی مالکی کی تصدیق تو خود دیوبندی حضرات نے بھی کی ہے۔جناب صوفی اقبال صاحب علوی مالکی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

حضرت شیخ الحدیث کے بعد وقت کے ایک قطب نے میری سرپرستی فرمائی۔ (تحفظ عقائد اہلسنت ص ۱۲۶)

حافظ صغیر صاحب فرماتے ہیں:۔

''میرے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ محدث کبیر عالم نبیل مؤلف کتاب سید محمد بن علوی الحسنی المکی المالکی۔''

(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۱۳۲)

جناب گھمن صاحب کے پیر عبدالحفیظ مکی صاحب لکھتے ہیں:۔

''کچھ عرصہ قبل محدث کبیر شیخ الحرمین عالم جلیل استاذ محترم سید محمد علوی المکی الحسنی اپنی اس عظیم کتاب پر اکابر علماء پاکستان کی تقاریظ کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لائے۔''

(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۱۳۴)

لہٰذا اس کتاب کی ذمہ داری خود دیوبندی حضرات پہ بھی عائد ہوئی اور جناب حنفی صاحب کے اکابر جاہل قرار پائے۔

مولوی اسرائیل کی خرافات کا جائزہ

جناب لکھتے ہیں:۔

''مولانا نقی علی خاں صاحب نے بھی قرآنی آیات کا ترجمہ کرنے میں بزرگان دہلی کی پوری پیروی کرتے ہوئے لفظی ترجمہ ہی کیا ہے۔'' (کنزالایمان نمبر ص ۲۵۹)

قارئین سابقہ اکابرین نے لفظی ترجمہ کیوں کیا اس کی بارہا وضاحت قاضی مظہر حسین سے ہم کر آئے ہیں اور اس مسئلہ کو بھی واضح کر آئے ہیں کہ صرف لفظی ترجمہ کافی نہیں۔اس پہ مزید بھی کچھ عرض ہے۔جناب قاری طیب لکھتے ہیں:۔

''یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔قرآن مجید اترا تو لغت عربی میں ہے۔مگر ہر جگہ لغت مراد نہیں۔بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان

عرب سے لیا ہے مگر معنی اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی
مرادی معنی کہلاتے ہیں۔اب دیکھئے ''صلوٰۃ'' کا لفظ
ہے۔لغت عربی میں اس کے معنی دعا مانگنے کے ہیں۔ایک
آدمی دعا مانگ لیتا ہے تو لغت کے لحاظ سے اس نے
''صلوٰۃ'' ادا کرلی۔ یہاں باعتبار لغت رحمت بھیجنا اور دعا
مانگنا تو صحیح ہے مگر اسے نماز پڑھ لینا کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ
''صلوٰۃ'' کی مراد یہ نہیں ہے۔اس سے مراد کچھ خاص اعمال
ہیں۔۔۔۔یہاں قرآن نے لفظ تو لغت عربی کا لیا ہے مگر معنی
اپنے ڈالے کہ یہاں ''صلوٰۃ'' سے ہماری مراد یہ ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۱ ص ۲۴۱، ۲۴۲)

لہٰذا ثابت ہوا ہر جگہ لغوی یا لفظی ترجمہ درست نہیں، بلکہ تھانوی صاحب نے تو صرف ترجمہ دیکھنے کو بھی منع کیا ہے، لہٰذا اسرائیل صاحب کا لفظی ترجمہ پہ اصرار کرنا واضح جہالت ہے۔اس کے بعد جناب نے کچھ آیات کے ترجمہ کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے جن میں کچھ پہ تفصیلی گفتگو ماقبل میں ہو چکی ہے دیگر قابل جواب چیزوں پہ مختصر طور پہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔

بسم اللہ کے ترجمے پہ اعتراض

اللہ کے نام سے شروع۔ (کنز الایمان)

معترض کو اس ترجمہ پہ اعتراض ہے اور بقول اس کے یہ ترجمہ غلط ہے۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خود دیو بندی حضرات نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے:۔

اللہ کے نام سے شروع ۔(تفسیر بصیرت القرآن ج ا ص ۳)
اللہ کے نام سے شروع ۔(تفسیر مفتی محمود ج ا ص ۱۱۴)

پھر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفاسیر کے مطابق ہے اور خود دیوبندی مدرس دیوبند لکھتے ہیں :۔

''بسم اللہ کا متعلق محذوف ہے، فعل عام ہو یا خاص، مقدم ہو یا مؤخر چاروں صورتیں متعلق کی صحیح ہیں پھر جملہ فعلیہ ہو یا اسمیہ کل آٹھ صورتیں نکلتی ہیں۔لیکن سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ فعل عام ہو اور بعد میں مقدر مانا جائے تا کہ اللہ کی تقدیم اس کی عظمت بھی برقرار رہے اور ہر کام کے ساتھ اس کو لگا یا جا سکے۔'' (کمالین شرح جلالین ج ا ص ۳۲)

جہاں تک یہ اعتراض کہ ''اللہ ہی کے نام سے۔''ترجمہ کیا جائے تو اس پہ عرض ہے یہ چیز ہرگز لازم نہیں کیونکہ جب اللہ عزوجل کا نام آغاز میں تنہا آ گیا تو دیگر اشیاء کی نفی خود بخود ہو گئی۔اس کے بعد جناب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

''نیز خان صاحب کے ترجمہ میں ایک بہت موٹی غلطی یہ بھی ہے کہ انہوں نے رحمت خداوندی کو الرحیم کے صیغہ میں معاذ اللہ کم کر کے دکھایا ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۲۶۷)

یہ اعتراض بھی معترض کی کم علمی اور کم فہمی کا شاخسانہ ہے کیونکہ امام اہلسنت کے ترجمہ میں ''بہت۔''کا تعلق ''الرحمٰن۔''کے ساتھ بھی ہے اور ''الرحیم۔''کے ساتھ بھی ہے جس سے آپ کے ترجمہ کی فصاحت واضح ہوتی

ہے۔اور اگر ایسا ترجمہ کرنا رحمت خداوندی کو کم کرنا ہے تو آپ کے گھر میں بھی یہی ترجمہ موجود ہے۔ قاضی زاہد لکھتے ہیں:۔

شروع اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت ہی مہربان اور رحم وکرم والا ہے۔ (رحمت کائنات ص ۱۳)

عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:۔

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (آسان تفسیر ص ۸)

ایسے ہی عبدالحمید سواتی لکھتے ہیں:۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (معالم العرفان ج ۱ ص ۴۴)

لہٰذا اسرائیل صاحب سے نہایت مؤدبانہ گزارش ہے کہ مہربانی فرمائیں اور ایک عدد فتویٰ مصنف رحمت کائنات اور معالم العرفان کے لیے بھی صادر فرمائیں۔ جہاں تک جناب کا یہ اعتراض کہ اعلیٰ حضرت نے بھی بسم اللہ کا ترجمہ ''شروع اللہ کے نام سے۔'' کیا ہے تو ہم نے بھی اتفاق پبلشرز، پیر بھائی کمپنی، ضیاء القرآن اور چند دیگر ایڈیشن دیکھے ہیں ان میں ''اللہ کے نام سے شروع ۔'' ہی موجود ہے لہٰذا یہ کاتب کا سہو ہے۔

اعلیٰ حضرت اور توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام

جناب نے سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۵ کے ترجمہ پہ اعتراض کیا۔اس آیت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے یوں کیا ہے

''اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے کوئی تیرا بچانے والا ہو گا نہ مددگار۔''

اس پہ جناب لکھتے ہیں:۔

''یہ کہنا کہ آپ مخاطب نہیں ہیں یہ بھی سفید جھوٹ ہے یہ تصریح کہیں بھی نہیں ملے گی کہ اس قسم کی آیت میں آنحضور مخاطب نہیں اور (اے سننے والے کسے باشد) اس عام لفظ سے ترجمہ کر کے خان صاحب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین کی ہے۔'' (کنز الایمان نمبر ص ۲۷۶)

جناب نے اگر تفاسیر کا مطالعہ کیا ہوتا ے حتو آپ کو تصریح بھی مل جاتی تفسیر کبیر میں ہے:۔

"ان ظاهر الخطاب و ان كان مع الرسول الا ان المراد منه غيره۔"

تفسیر خازن میں ہے:۔

"هذا خطاب للنبی ﷺ والمراد به الامة لانه ﷺ لا يتبع

اھواھم ابدا۔"

ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں :۔

''خطاب آپ کو ہے مگر سنانا دوسروں کو ہے۔''

(معارف القرآن ج ا ص ۳۱۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ خطاب بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے مگر مخاطب امت ہے۔اس کے بعد جناب نے جو سورۂ بنی اسرائیل کے ترجمہ پہ اعتراض کیا تو عرض ہے کہ اس آیت کا تعلق ماضی سے ہے جس سے یہ بات خود بخود واضح ہو رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کی طرف نہیں جھکے لہٰذا اس کا یہ ترجمہ درست ہے۔اور پھر جناب کا دونی عمر اور دوچند موت ۔" کے الفاظ کو گستاخی کہنا بھی جہالت ہے کیونکہ گھمن صاحب لکھتے ہیں :۔

''قرآن مقدس میں اللہ کریم نے اپنے محبوب کو مخاطب کیا ہے اور وہ جیسے چاہے اپنے محبوب کو خطاب کرے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۰)

اور پھر یہی ترجمہ قاضی مظہر نے ''علمی محاسبہ۔'' کے صفحہ نمبر ۲۷ پہ بھی کیا ہے جناب ان پہ بھی گستاخی کا فتویٰ صادر کریں، یا فتووں کی مشین گن صرف امام اہلسنت کے لیے ہے؟ اس بعد نہایت ہی فضول قسم کے اعتراضات کیے جو قابل اعتناء نہیں، مثلا جناب نے اعلیٰ حضرت کی شیعیت ثابت کرنے کے لیے المیز ان کا حوالہ نقل کیا جب کہ اس میں صرف ''مجالس محرم'' کا ذکر جو شاہ عبد العزیز صاحب سے بھی ثابت ہے جناب ان کو بھی شیعہ قرار دے سکتے ہیں۔پھر جناب نے بھی ''نبی'' کے ترجمہ پہ اعتراض کیا اور علم غیب پہ کچھ خامہ فرسائی کی جس کا کافی

وشافی جواب ہم دے چکے ہیں کچھ مزید بھی پیش خدمت ہے۔ قاموس میں ہے:

"النبی المخبر عن اللہ تعالیٰ۔"

ایسے ہی المعجم الوسیط میں ہے "النبی المخبر" قاضی عیاض لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ نبی اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ غیب پہ مطلع کردے اور اسے یہ بتلا دے کہ وہ نبی ہے اور اس وقت نبی فعیل بمعنی مفعول کے ہوگا یا نبی کا معنی ہوگا جو ان (امور غیبیہ) کی خبر دے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسے دے کر بھیجا ہے اور اس وقت فعیل بمعنی فاعل ہوگا۔" (الشفاء ج ا ص ۱۵۷)

المنجد میں ہے:۔

"النبوۃ والنبوۃ۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر غیب کی خبر بتانا۔" (لغات المنجد عربی اردو ص ۹۸۷)

اس کے بعد جناب نے فقہ حنفی سے بغاوت کا الزام قائم کیا جس میں کچھ بھی صداقت نہیں۔ پھر سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ کے ترجمہ پہ اعتراض کیا جبکہ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جب حج کر چکے تو اس کے بعد سات روزے رکھو اور جہاں تک "جناح۔" کا ترجمہ "مطالبہ۔" سے کرنا یہ مرادی ترجمہ ہے جو بالکل درست ہے جس پہ تفاسیر شاہد ہیں اور پھر لفظ "امانی۔" کے ترجمہ پہ جو اعتراض ہے تو عرض ہے حضرت تفسیر خازن ہی دیکھ لیں اس میں ان دونوں اقوال کا ذکر موجود ہے۔ اور جناب نے جو بشریت والا اعتراض کیا اس پہ عرض ہے کہ صدر الافاضل کی عبارت خبریہ ہے اس میں فتویٰ موجود نہیں۔ اور آخر میں جناب کا یہ کہنا کہ ہم اعلیٰ حضرت کو مولوی یا مولانا نہیں کہتے تو ہم اس پہ ان کے حکیم الامت کا ہی قول

نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔جناب قاری طیب لکھتے ہیں:۔

''ایک دن مجلس میں بیٹھنے والے شخص نے کہیں بغیر ''مولانا'' کے احمد رضا خان'' کہہ دیا۔حضرت نے ڈانٹا اور خفا ہو کر فرمایا، عالم کی توہین۔اگرچہ اختلاف رائے ہے تم منصب کی بے حرمتی کرتے ہو۔یہ کس طرح جائز؟''

(ماہنامہ الشریعہ کتوبر۲۰۰۱ ص ۸)

لہٰذا اپنے حکیم الامت کی نا خلف اولاد مت بنئے اور منصب علم کی توہین سے بچیں۔

باب دوم

کنز الایمان پہ الیاس گھمن کی اجمالی تنقید کا جائزہ

تفسیر کرنے کا حقدار کون؟

قارئین! گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں ہم تھوڑی سی گفتگو اس حوالے سے کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مقدس کا ترجمہ تفسیر کرنے کا حق کس کو ہے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۹)

جناب گھمن صاحب اگر آپ کو سرقہ کرنے سے فرصت ملے تو آپ کو معلوم ہو کہ آپ کے اپنے گھر والوں نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے۔ جناب اسماعیل دہلی صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ ورسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے، اس کو بڑا علم چاہیئے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہ باتیں کفایت کرتی ہیں، سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۴۔۵)

نیز:۔

''اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے۔''

مزید فرماتے ہیں:۔

''سو ہر خاص و عام کو چاہیے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں۔ (تقویۃ الایمان، ص۶)

کیوں جناب گھمن صاحب آپ کے شہید تو فرماتے ہیں ہر خاص و عام کو یہ حق ہے، اور آپ کی لمبی چوڑی گفتگو بے کار ہو گئی۔

تفسیر بالرائے کی ممانعت

قارئین! ہم یہاں ''تفسیر بالرائے'' کے متعلق کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں جس سے خود بخود ہی گھمن صاحب کے مغالطوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

ڈاکٹر خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہاں قرآن پاک کے ایسے حقائق و معارف بیان کرنا جس میں اپنی کسی مراد نفس اور کسی من گھڑت مؤقف کی تائید کے لیے پیش کرنا پیش نظر نہ ہو اور آیت کے الفاظ بھی ان مطالب و معانی کی گنجائش رکھتے ہوں تو باوجود یکہ وہ امور اور بیانات پہلے سے منقول نہ ہوں انہیں استنباط اور استدلال کے انداز میں پیش کرنا تفسیر بالرائے میں داخل نہیں۔''

(آثار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۲)

مزید علامہ انور کاشمیری سے نقل کرتے ہیں:

"تفسیر جب کسی مسئلہ کو نہ بدلے اور نہ عقیدہ سلف میں کوئی تبدیلی کرے تو وہ تفسیر بالرائے نہیں ہاں جب کسی متواتر مسئلے کو بدلے یا اجماعی عقیدے کو تبدیل کرے تو وہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور ایسا کرنے والا بے شک دوزخ کی آگ کا مستوجب ہے۔" (آثار التنزیل ج ۲ ص ۲۷۳)

"تاویل اس کو کہتے ہیں کہ ایک آیت کے وہ متحمل معنی جو ماقبل و مابعد کے موافق ہوں، اور کتاب و سنت کے مخالف بھی نہ ہوں، وہ لیے جائیں اہل علم کو اس کی رخصت دی گئی ہے۔"

(معارف الدہلوی ج ۲ ص ۶۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ایسی تفسیر جو سلف سے منقول نہ ہو وہ صرف اس وقت باطل ہوگی جب جمہور کے بیان کردہ معنی سے ٹکرائے گی، لیکن اگر جمہور کے بیان کردہ معنی کو مان کر بطور فائدہ کوئی نیا معنی بیان کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"گر الحمدللہ میری سمجھ میں جو آیا ہے وہ بے تکلف اور دلپذیر بات ہے۔" (میلاد النبی ص ۸۳)

اب اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن کا جو معنی تھانوی صاحب کی سمجھ میں آیا ہے وہ پہلے سے منقول نہیں تھا اب انہیں سمجھ میں آیا ہے لہٰذا مطلقاً اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہوسکتا ہے ہماری مذکورہ بالا گفتگو پہ دیو بندی حضرات یہ شبہ پیش کریں کہ نانوتوی صاحب نے بھی تو جمہور کے معنی کو تسلیم کرکے ایک نیا معنی بیان کیا ہے تو وہ قابل گرفت کیوں ہیں؟ تو عرض ہے یہ دیوبندی حضرات کی خوش فہمی ہے کہ نانوتوی صاحب نے جمہور کے معنی کو تسلیم کیا ہے، یہ بہت بڑا دجل ہے کیونکہ نانوتو ی صاحب نے ''خاتم النبیین'' بمعنی آخری نبی انکار کر کے ہی اپنے معنی ''بالذات نبی'' کو بیان کیا ہے لہٰذا وہ قابل گرفت ہیں۔اس کے بعد گھمن صاحب نے جو الزامات لگائے ہیں ان کا جواب ہم ماقبل میں دے چکے ہیں۔ اور یہ وضاحت کرچکے ہیں کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے مخالف کون ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور مسلک اہلسنت

اس جگہ گھمن صاحب نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر علمائے اہلسنت کی تنقید نقل کی جس میں ایک بھی حوالہ ایسا نہیں جس میں شاہ صاحب کو کافر یا گستاخ کہا گیا ہو۔ پھر اس تنقید کا سبب ان سے منسوب کچھ کتب ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ وہابیت کی جانب مائل تھے مگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کتب آپ کی طرف منسوب ہیں۔ جناب مجیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

''البلاغ المبین شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی نہیں ہے غیر مقلدوں وغیرہ جیسے لوگوں نے کئی کتابیں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیں جن میں سے ایک البلاغ المبین

بھی ہے۔" (عقیدہ حیات النبی اور صراط مستقیم ص ۱۴۹)

ایسے ہی دیوبندی ترجمان رقم طراز ہے:۔

"اس فن میں یہ لوگ (غیر مقلد) بہت ماہر ہیں۔تین طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں(۱)خود کتابیں لکھ کر دوسروں کے نام لگا دینا جیسے"البلاغ المبین۔"خود لکھ کر شاہ ولی اللہ کے نام لگا دی۔" (ضرب شمشیر ص ۳)

دیوبندی حضرات نہایت ہی خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مصنف ضرب شمشیر "غریب اللہ" کو بریلوی کہتے ہیں جبکہ یہ فاضل دیوبند تھا،دیوبندی حضرات کی کتاب میں موجود ہے:۔

"شیخ الاتقیاء اسوۃ العلماء حضرت مولانا غریب اللہ دامت برکاتھم (فاضل دار العلوم دیوبند)"

(اظہار الحق للمتمسکین بالحق ص ۱۷)

لہٰذا اس صورت حال کے پیش نظر ان علماء نے آپ پہ تنقید کی ہے ورنہ آپ کے عقائد اہلسنت والے ہی ہیں۔اس مسئلہ پہ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو"حسام الحرمین اور مخالفین۔"مگر اس جگہ ہم اس مغالطے کا ازالہ کر دیں حکیم محمود احمد برکاتی صاحب ہماری کوئی معتمد علیہ شخصیت نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی بات ہم پہ حجت ہے مگر دوسری طرف جناب رب نواز صاحب لکھتے ہیں:۔

"حکیم محمود احمد برکاتی (جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم

ہیں)‘‘ (نو رسنت مناظرہ جھنگ نمبر ص ۳۲)

اس عبارت کا مفہوم مخالف صاف صاف یہی ہے کہ دیو بندی حضرات کے نزدیک بھی محمود احمد برکاتی صاحب مسلم ہیں لہذا انہوں نے جو تنقید شاہ صاحب پہ کی ہے اس کا وزن دیو بندی حضرات کی گردن پہ ہے۔اور اگر کسی کو مفہوم مخالف لینے پر اعتراض ہے تو عرض ہے کہ دیو بندی حضرات کے نزدیک مصنفین کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہے۔

(تحذیر الناس ص ۱۲ اپانچ سو باادب سوالات ص ۹۵)

شاہ عبدالعزیز اور مسلک اہلسنت

شاہ عبد العزیز صاحب بالاتفاق تیرہویں صدی کے مجدد ہیں۔اور خود گھمن صاحب نے لکھا:۔

’’اہلسنت والجماعت حنفی اور فرقہ بریلویہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ اہل سنت والجماعت حنفی بزرگ تھے۔‘‘

(فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۱۹)

اور جہاں جناب کے پیش کردہ حوالہ جات کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ مقیاس الحنفیت میں صرف اتنی بات موجود ہے کہ آپ پہ وہابیت کا رنگ اپنے والد صاحب کی وجہ سے چڑھا تھا مگر بعد میں علماء نے اسی وقت اس کا جواب دیدیا جس سے وہ اتر گیا۔ چنانچہ مقیاس میں موجود ہے:۔

’’محمدی مذہب کی حالت میں جب ہندوستان پھرے تو اپنے

جانشین دو لائق بیٹے شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ رفیع الدین چھوڑ گئے۔ ان دو حضرات نے بھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا، لیکن آبی اثر ضرور ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا، جس کا علماء کرام نے کافی جواب دید یا۔'' (مقیاس الحنفیت ص ۵۷۷)

اور اقتدار صاحب کی تنقید ان کا ذاتی موقف ہے، جناب محمود عالم صفدر صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس لیے کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اس لیے کسی بھی شخص کے قول کو دیکھا جائے گا کہ جماعت نے اس کو کیا درجہ دیا ہے اگر عقیدہ کے درجہ میں قبول کیا ہے تو وہ عقیدہ ہوگا اگر احکام کے درجہ میں قبول کیا ہے تو وہ حکم ہوگا۔ اگر اس کو شطحیات کے اندر داخل کیا ہے تو وہ شطحیات میں سے ہوگا یعنی نہ اس پر عمل ہوگا اور نہ قائل قابل مواخذہ ہوگا الغرض کسی آدمی کی ذاتی رائے جس کو جماعت نے قبول نہ کیا ہو اس کو جماعت کا عقیدہ قرار دینا کسی دجال کا ہی کام ہو سکتا ہے۔'' (وحدت الوجود ص ۶۔۷)

لہٰذا اقتدار صاحب کے ذاتی مؤقف کو جماعتی مؤقف بنا کر پیش کرنا یہ بقول محمود عالم، گھمن صاحب کی دجالیت ہے۔

سابقہ اکابر کے تراجم اور ہمارا مؤقف

ہم پہلے بھی وضاحت کر آئے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ تراجم تحریف کا شکار ہیں۔اس میں ہم نے دیوبندی حضرات ہی کی گواہی پیش کی تھی اب کچھ تفصیل حاضر ہے۔ان تراجم کے متعلق جناب حکیم محمود احمد برکاتی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''اسی طرح شاہ صاحب کے تیسرے فرزند شاہ عبد القادر دہلوی جنہوں نے اردو زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا تھا اس کا سب سے پہلا ایڈیشن سید عبد اللہ ہوگلی مطبع احمدی سے ۱۸۳۸ء میں شائع کیا تھا مگر یہ ترجمہ ''موضح القرآن'' کے نام سے اور اضافات کے ساتھ ۱۳۰۸/۷ میں دہلی سے شائع کیا گیا مشہور اہل حدیث عالم میاں نذیر حسین دہلوی کے داماد سید شاہ جہاں نے اس پر تقریظ لکھی تھی اور اس کے ملنے کا پتہ بھی ''مدرسہ میاں نذیر حسین'' تھا۔مولوی سید احمد ولی اللہ نے ''انفاس العارفین'' کے صفحہ آخر پر جن جعلی کتابوں کی نشاندہی کی تھی ان میں ''تحفۃ الموحدی''، ''البلاغ المبین'' وغیرہ کے ساتھ ''تفسیر موضح القرآن'' مطبوعہ خادم الاسلام دہلی منسوب بر طرف مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی مرحوم بھی تھی۔'' (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ص۵۹)

محمود احمد برکاتی صاحب نے تو اسے مکمل طور پہ ہی منسوب قرار دیا مگر دیگر حضرات نے اس کو شاہ صاحب کی تصنیف تو مانا ہے مگر تحریف کا بھی اقرار کیا ہے۔ جناب سعید الرحمٰن علوی لکھتے ہیں:۔

''بہرحال اولیت کا شرف شاہ صاحب عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمے کو ہی حاصل تھا اور ہے لیکن اس ترجمہ وتفسیر کے باربار نتیجہ پر اغلاط راہ پانے لگیں اور اس کا سبب ناشر حضرات اور ارباب مطابع ہیں جو بالعموم خاطر خواہ توجہ نہیں کرتے ۔۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۵)

مصنف محاسن موضح قرآن لکھتے ہیں:۔

''ناشرین قرآن کی بے پرواہی سے شاہ صاحب کا ترجمہ اور فوائد میں برابر اغلاط داخل ہوتی جارہی ہیں۔ اگر ناشرین کا یہ طریقہ جاری رہا اور اہلِ علم نے اس بیش بہا تفسیری ذخیرہ کو ان تجارت پیشہ لوگوں کے رحم وکرم پہ رکھا تو آگے چل کر یہ ترجمہ مشکوک ومشتبہ ہوجائے گا اور پھر اہل علم اسے متروک قرار دینے پر مجبور ہوجائیں گے۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۳۸)

ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:۔

''پہلے ہی دن سے اس ترجمہ کے ساتھ جو زیادتی شروع ہوئی ہے وہ بھی حیران کن ہے۔ کسی نے اپنے تصرفات کے لیے اصلاح کی آڑ لی کسی نے عام فہم بنانے کی کوشش کی اور آپ

کے الفاظ کو بدلا ہے۔ اور پھر اصحاب مطابع کی بے اعتنائی کی
بدولت کاتبوں کی غلطیوں نے مزید خرابیاں پیدا کر دیں۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۲۲)

ہم امید کرتے ہیں کہ ان حوالہ جات سے گھمن صاحب کی تسلی و تشفی ہوگئی ہوگی اور ہمارے قارئین پہ بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ تراجم محرف ہیں۔ پھر ان تراجم میں اللہ رب العزت کی طرف مکر، داؤ، چال، ہنسی کرنا جیسے الفاظ کی نسبت ہے جو دیو بندی عقائد کی ترجمان ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے: ۔

''افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔''

(الجہد المقل ج ا ص ۸۳)

اس لیے اگر ان الفاظ کی نسبت اللہ کی طرف تسلیم کی جائے تو اس سے دیوبندی عقیدے کو تقویت ملتی ہے کہ مکر، داؤ، فریب جیسے افعال یہ افعال قبیحہ ہیں اور ان کی نسبت خود قرآن میں اللہ رب العزت کی طرف موجود ہے جبکہ حقیقی صورت حال ہم پہلے واضح کر چکے کہ ان الفاظ کی نسبت بطور جزا کے ہے۔ مگر دیوبندی حضرات کیونکہ ان صفات سے اللہ کو متصف مانتے ہیں (محال بالغیر مگر ممکن بالذات سمجھتے ہیں) اس لیے ان کی نسبت بطور حقیقی سمجھی جائے گی لہٰذا بالفرض اگر کسی اہلسنت کے عالم نے ان الفاظ کی نسبت ترجمہ میں اللہ کی طرف کی ہے تو اس کو ان کا تسامح تو کہا جا سکتا ہے مگر کیونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں لہٰذا ان پہ کوئی فتویٰ نہیں لگے گا۔ اب جہاں تک بات ہے گھمن صاحب کے پیش کردہ حوالے کی تو عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ کہ ''ضیاء القرآن'' کرم شاہ بھیروی کی ہے نہ پیر مہر علی

شاہ صاحب کی۔ پھر پیر صاحب کا تعلق گولڑہ سے ہے بھیرہ سے نہیں۔ اگلی بات عرض ہے کہ دیوبندی حضرات پہ گرفت ان کے عقیدے کی وجہ سے ہے۔ جس کی صفائی ان پہ لازم آتی ہے۔ اور جو بندہ خود دوسروں کا مواد سرقہ کر کے متکلم اسلام کہلائے اسے دوسروں کی علمیت پہ طنز کرنے سے پہلے سوچنا ضرور چاہیے۔ آگے چل کر گھمن صاحب نے جو حوالہ جات دیئے ہیں ان کا جواب ہم پیچھے دے آئے ہیں وہی دیکھیں۔

لیعلم اللّٰہ اور لنعلم کا ترجمہ اور دیوبندی عقیدہ

قارئین! مذکورہ الفاظ کے ترجمہ میں بھی دیوبندی حضرات نے اپنے باطل عقیدے کو پیش نظر رکھا ہے۔ ان حضرات کا عقیدہ ہے:۔

"انسان خود مختار ہے اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔" (بلغۃ الحیران ص۱۵۷۔۱۵۸)

ایسے ہی تقویۃ الایمان میں ہے:۔

''اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص۲۸)

اسی عقیدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیوبندی حضرات نے ان کا ترجمہ ''معلوم نہیں کیا'' کے الفاظ سے کیا جس سے لامحالہ یہ لازم آتا ہے کہ اللہ کو معلوم

نہیں ہوتا وہ معلوم کرتا ہے جو دیوبندی عقیدہ کی تائید ہے۔ جبکہ مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:۔

ای ولما تجا ھد و ا لا ن العلم متعلق با لمعلوم فنزل نفی العلم منز لة نفی متعلقة لانه منتف با نتفا ئه تقول ما علم الله فی فلان خیرا ای ما فیه خیر حتی بعلم (تفسیر مدارک ج ا ص ۲۹۶)

اس کا ترجمہ دیوبندی حضرات نے یوں کیا ہے:۔

''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مجاہدوں کا ابھی تک امتیاز نہیں کیا''یعنی ابھی تک تم نے جہاد نہیں کیا کہ تمہارا مجاہد ہونا معلوم ہوتا کیونکہ علم کا تعلق تو معلوم سے ہے۔تو نفی علم کو نفی متعلق علم کی جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ علم کی نفی سے متعلق علم کی نفی خود ہو جائے گی جیسا کہ کہا جائے ما علم الله فی فلاں خیرا یعنی اس میں کوئی خیر ہے ہی نہیں جو معلوم ہو اور یہاں لما لم کے معنی میں ہے البتہ اس میں کچھ توقع کا پہلو پایا جاتا ہے۔پس گزشتہ میں جہاد کی نفی کر رہا ہے۔ اور مستقبل میں اس کے ظاہر ہونے کی توقع ظاہر کرر ہا ہے۔''

(تفسیر مدارک ج ا ص ۵۰۶)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نفی علم کی نہیں ہے بلکہ جہاد کی ہے کہ تم لوگوں نے ابھی جہاد نہیں کیا اسی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے امام اہلسنت نے اس کا ترجمہ کیا:۔

اور ابھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ
صبر کرنے والوں کی آزمائش کی۔ (آل عمران۔ ۱۴۲)

کیونکہ اس آیت سے دیوبندی حضرات اپنے مذموم عقیدے کو ثابت کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے اس کے مطابق ترجمہ کیا جو قابل گرفت ہے کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنے والا دیوبندی حضرات کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اب اگر کسی اہل سنت کے عالم دین نے ایسا ترجمہ کیا ہےتو اس کی وضاحت ہوچکی کہ یہ ان کا تسامح ہےمگر کیونکہ ایسا عقیدہ نہیں رکھتے لہٰذا قابل گرفت نہیں۔

مغفرت ذنب

آیت ''مغفرت ذنب'' کی مکمل وضاحت ہم کر آئے ہیں یہاں صرف گھمن صاحب کے مغالطات کا ازالہ کیا جائے گا۔ جناب لکھتے ہیں:۔

''اگر اسلاف میں سے کسی نے ترجمہ یوں کیا ہے، تاکہ تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرے تو اعتراض نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ترجمہ قرآن ہے اور قرآن مقدس میں اللہ کریم نے اپنے محبوب سے خطاب کیا ہے اور خدا جیسے چاہے اپنے محبوب کو خطاب کرے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۰)

قارئین ! اسلاف نے ایسا ترجمہ کیوں کیا اس کی وضاحت ہم قاضی مظہر صاحب سے کر آئے ہیں اور یہ واضح کر آئے ہیں کہ اب ترجمہ حقیقی مراد کے مطابق ہوگا۔لہٰذا اب گناہ ترجمہ کرنا قابل گرفت ہے۔اور جہاں تک یہ کہنا اللہ

جیسے چاہے خطاب کرے تو اس پہ عرض ہے یہ اصول اپنے لیے تو بنا لیا گیا مگر جب بات مخالفین کی آتی ہے تو تمام اصول و قوانین کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ دیوبندی حضرات نے خود تراجم پہ گستاخی کا فتویٰ لگایا ہے، اس وقت انہیں یہ اصول یاد نہیں رہتا؟ لہٰذا اس اصول سے ان تمام اعتراضات کا جواب ہو گیا جو دیوبندی حضرات تراجم اہلسنت پہ کرتے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ترجمہ عقیدہ نہیں ہوتا کیونکہ گھمن صاحب نے آگے خود لکھا:۔

باقی امت میں سے کوئی مسلمان بھی سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار کہنا تو درکنار ایسا سوچنا بھی درست نہیں سمجھتا بلکہ بہت بڑا جرم سمجھتا ہے۔ (کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۰)

یعنی اگر ایک شخص ذنب کا ترجمہ گناہ کرتا ہے تو اس سے یہ سمجھنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ گار سمجھتا ہے غلط ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ترجمہ عقیدہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات بھی ہم دیوبندی حضرات سے پیش کر آئے ہیں کہ ترجمہ کی آڑ میں اپنے عقیدے کی ملاوٹ کی جا سکتی ہے جو قابل گرفت ہے۔ اور دیوبندی حضرات کا عقیدہ ہم نقل کر چکے کہ انبیاء دروغ صریح سے معصوم نہیں اور اس پہ قاضی صاحب کا تبصرہ بھی نقل ہو چکا کہ اس سے عصمت کا انکار لازم آتا ہے۔ اب ہم ایک اور حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں گنگوہی صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف شرک کی نسبت کرتے ہوئے لکھا:۔

''پس یہ شرک جو ان سے سرزد ہوا ہے۔ شرک فی التسمیہ ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۴۰)

لہذا جب دیوبندی حضرات لفظ گناہ لکھیں گے تو اس سے مراد گناہ حقیقی ہوگا۔اور جہاں تک اکابر اہلسنت کے تراجم کی بات تو جناب قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

''یہاں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر دہلوی نے ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورتاً نہ کہ حقیقتاً۔کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے اور اس دور میں چونکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے تعلیم یافتہ لوگ واقف تھے اور علمی طور پر ایسے مسائل حل کیے جاتے تھے اس لیے ذنب کا معنی گناہ لکھنے سے غلط فہمی کا موقع کم ہوتا تھا۔لیکن موجودہ دور میں کیونکہ اہل سنت کے عقائد کی تبلیغ کم ہے اور بجائے حق پسندی کے حجت بازی کا دور ہے اس لیے اب ذنب کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیے جو اس کی حقیقی مراد ہو چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی نے ذنب کا ترجمہ خطا لکھا ہے۔'' (علمی محاسبہ ص ۲۹۸)

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ کیونکہ ان حضرات کے دور میں عقائد اہلسنت کا چرچا تھا جس سے غلط فہمی کا خدشہ کم تھا مگر آج کے دور میں اس کا ترجمہ حقیقی مراد کے مطابق ہوگا۔تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔اب جو جناب نے نقی علی خان صاحب کا حوالہ پیش کیا تو اتنی وضاحت کے بعد مزید تفصیل کی حاجت نہیں رہتی مگر یہاں ہم ان کا اپنا قول بھی نقل کرنا چاہتے ہیں۔لکھتے ہیں:۔

''کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت بڑھانا ہوتا ہے۔ نہ وقوع اس کا۔ جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے واسطے حکم ہوتا ہے کہ ہم نے تین خون تجھے معاف کیے حلانکہ بادشاہ جانتا ہے کہ ایسے شخص مہذب سے ایک خون بھی واقع نہ ہوگا۔ یا کبھی وزراء کے لیے صوبوں اور سرداران ملک کے نام حکم جاری ہوتا ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اس کے حکم کو میرا حکم سمجھو اور اس کی اطاعت میری اطاعت جانو، اگرچہ وزیر کبھی دارالحکومت سے باہر نہ جائے۔ ہاں اس قسم کی باتوں سے عزت اس مصاحب اور وزیر کی لوگوں کے دلوں میں زیادہ ہوتی ہے، سو یہاں بھی صرف اپنے محبوب کی عزت بڑھانا مقصود ہے۔''

(سرور القلوب ص۲۲۶)

ووجدک ضالافھدی کے ترجمہ پہ شبہات کا ازالہ

ہم اس آیت کے متعلق گزارشات بھی پہلے بیان کر آئے ہیں اس جگہ صرف گھمن صاحب کی لن ترانیوں کا جواب دینا مقصود ہے۔ جناب نے جتنے اکابرین کے تراجم نقل کیے ان سب میں لفظ گم کردہ ہے اس ترجمہ کی وضاحت کرتے ہوئے جناب انس عطاری صاحب لکھتے ہیں: ۔

''شاہ ولی اللہ نے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھٹکا ہوا ترجمہ نہیں کیا۔ ۔۔اردو لغت میں گم کردہ کا معنی بھٹکا ہوا نہیں بلکہ فیروز اللغات میں ہے'' گم کردہ: کھویا ہوا۔

(فیروز اللغات، ص ۱۱۰۶)

اس اعتبار سے لغتہً اور شرعاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے موافق ہوا۔''

(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۱۵۳)

اس کے بعد جو مولانا نقی علی خان کا حوالہ پیش کیا تو اس میں موجود ہے: ۔

''یعنی جس راہ سے چلا چاہتے تھے وہ راہ نظر نہیں آتی تھی۔''

(الکلام اوضح ص ۶۷ بحوالہ کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۴)

یہ الفاظ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تائید کر رہے ہیں لہٰذا کچھ اختلاف نہیں۔ اور جہاں تک بات ہے پروفیسر عرفان صاحب کے حوالے کی تو عرض ہے کہ پروفیسر صاحب نے جس عبارت پہ گرفت کی ہے اس کو سیالوی صاحب نے بطور نقل روایت بیان کیا ہے تائید نہیں کی۔ بلکہ تائیداً انہوں نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہی پیش کیا ہے۔ (التحقیقات ص ۱۸۳)

پھر تحقیقات کے تمام مندرجات معتبر نہیں اور نہ ہی اس کو جمہور اہلسنت نے تسلیم کیا ہے اور پھر یہ سب معاصرانہ چپقلش ہے جس کا دیوبندی اصول سے کوئی اعتبار نہیں۔ پھر یہ بات دیوبندی حضرات کو تسلیم ہے کہ مصنف کے معتبر ہونے کے باجود اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اس پہ ایک مثال بھی عرض

ہے۔ دیو بندی حضرات امام سیوطی کو معتبر مانتے ہیں اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ان کے رسالہ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو خلیل احمد لکھتے ہیں:۔

''علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ ''انباء الازکیا بحیوۃ الانبیاء''میں بتصریح لکھا ہے۔'' (المہند ص ۳۳)

اب اس جگہ مماتی مولوی نے لکھا کہ جناب آپ اپنی تائید میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو تو پیش کر رہے ہیں مگر ان کا تو عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں سے نکل کر عالم علوی و سفلی میں تصرف کرتے ہیں تو قارن صاحب نے جھٹ سے لکھ دیا کہ جی اس سے اختلاف کرنے سے لازم نہیں آتا کہ ان کے ان احادیث کے بارہ میں اخبار متواترہ کہنے سے بھی اختلاف کیا جائے۔'' (اظہار الغرور ص ۵۹)

یعنی کسی مصنف کے کسی ایک نظریے سے اختلاف کرنے سے اس کا مکمل طور پہ غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اگر سیالوی صاحب کے بھی کسی نظریہ کی تائید نہ کی جائے تو اس سے ان کا مکمل طور پہ غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی کسی معتبر شخصیت کے نظریات سے کلی اتفاق بھی ضروری جیسا کہ قارن صاحب کی عبارت سے ظاہر ہے۔ جناب سرفراز صاحب ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

راقم الحروف ان کی بہت سی کتابوں سے مستفید ہوا ہے اور ان کا بڑا مداح اور ان کے بے شمار علمی اور مجاہدانہ کارناموں کا قائل ہے لیکن ان کے تفردات میں ان کا حامی نہیں ہے اور اس میں مسلک اعتدال راجح اور قوی نظریہ جمہور کا ہی ہے۔

(سماع الموتی ص ۱۳۴)

پھر گھمن صاحب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم ما کان و ما یکون ہونے پہ بھی تکلیف ہے اور پروفیسر عرفان صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

''ویسے آپ نے عالم ما کان و ما یکون لکھ کر کوئی اچھا کام نہیں کیا۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۴)

جی اس لیے اچھا کام نہیں کیا کہ جن کے نزدیک سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آخرت کا علم نہ ہو، جو دیوار کے پیچھے تک کا علم نہ جانتے ہوں، بلکہ انکا علم شیطان سے بھی کم ہو حتٰی کے جن کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم جانوروں اور پاگلوں جیسا ہو ان کو تو یہ الفاظ تکلیف ہی دیں گے۔ آیئے آپ کے اسی درد میں اضافہ ہم شیخ محقق سے کرتے ہیں۔ شیخ محقق لکھتے ہیں:۔

''پروردگار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ما کان و ما یکون کے علم واسرار کا افاضہ فرمایا ہے۔'' (مدارج النبوت، ج ا ص ۳۵)

ایسے ہی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

''پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حوادث و واقعات وعجائب و غرائب قیامت تک پیدا ہونے والی ہر چیز بتا دی۔''

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۰۵)

اور شیخ کے متعلق ابو ایوب صاحب لکھ چکے ہیں:۔

''اس زمانے میں ایک اور عظیم شخصیت عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آپ نے عقائد اہل سنت کی صحیح شکل باقی رکھنے کے لیے جو کاوش کی وہ انتہائی قابل تحسین ہے ہمارے

نزدیک ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے صحیح مقام کی توضیح فرمائی ہے۔''

(راہ سنت شمارہ ۳ ص ۴۲)

اس کے بعد جناب گھمن صاحب نے لکھا کہ کسی دیوبندی مولوی نے ضالًا کا ترجمہ گمراہ نہیں کیا اور سیالوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور پھر فتاوی مظہریہ کے حوالے سے لکھا:۔

''میں بریلویوں رضاخانیوں سے پوچھتا ہوں جب گمراہ کا لفظ اہل السنت دیوبند نے تو وجدک ضالًا کے ترجمہ میں استعمال نہیں کیا اور تم نے ہم پر الزام لگا کر خود کو لوگوں کی نظروں میں خیرخواہ ناموس رسالت مآب ظاہر کیا مگر درحقیقت اپنے اندر کے بغض رسالت کو تسکین دے کر انہیں العیاذ باللہ گمراہ کہہ دیا۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۶)

گھمن صاحب زیادہ اچھل کود کرنے کی ضرورت نہیں ذرا صبر کریں ہم بھی آپ کو چور کے گھر پہنچا کر ہی سانس لیں گے مگر یہ جو آپ نے ہمیں رضا خانی اور خود کو اہلسنت لکھا ہے یہ بھی کوئی اچھا کام نہیں کیونکہ ہمارا اہلسنت ہونا آپ لوگوں کو بھی تسلیم ہے۔ اور آپ لوگ اہلسنت نہیں بلکہ وہابی اور اہلسنت سے خارج ہیں جیسا کہ ہم ماقبل میں وضاحت کر آئے ہیں۔ اگلی بات آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے گمراہ نہیں کہا تو یہ آپ کی غلط فہمی اور مطالعہ کے کمزور ہونے کی نشانی ہے۔ جناب مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔

''قرآن کے بعض الفاظ کی نوعیت عجیب ہوتی ہے وحلہ اولیٰ میں پہلی دفعہ جب وہ کان میں پڑتے ہیں تو کچھ جھجک سی محسوس ہوتی ہے سننے والے کچھ گھبرا جاتے ہیں اور سورۂ والضحیٰ کے اس لفظ ''ضال'' کا حال بھی یہی ہے سارے جہاں کے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ضال کے لفظ کا انتساب لوگوں کو پریشان کیے ہوئے ہے اور طرح طرح کی تاویلوں اور توجیہوں میں لوگ الجھ جاتے ہیں حالانکہ اسی لفظ کا جو ٹھیک لغوی مفہوم ہے اس کے سوا اس واقعہ کے اظہار کی کوئی دوسری شکل ہی نہیں ہوسکتی تھی۔'' (سوانح قاسمی ج ا ص ۱۸۵)

اب اس کا ٹھیک لغوی مفہوم بھی سنتے جایئے۔ کریم اللغات میں ہے:۔

''ضالاً : گمراہ۔ راہ بہکا ہوا۔'' (کریم اللغات ص ۲۱۱)

کیوں جناب گھمن صاحب! اب ہمارا افقط لزام تھا یا یہ حقیقت ہے؟؟ پھر شاہ رفیع الدین سے منسوب ترجمہ قرآن (جس کو گھمن صاحب بھی معتبر تسلیم کر چکے ہیں) میں سورۂ شعرا کی آیت نمبر ۲۰ میں ضالا کا ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے گمراہ کیا گیا ہے:۔

''کہا موسیٰ نے کیا تھا میں نے وہ کام اور میں گمراہوں سے تھا

(ترجمہ قرآن از شاہ رفیع الدین ص ۴۲۰)

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ جوشِ اشک سے بیٹھے
ہیں ہم تہیہ طوفاں کیئے ہوئے

اب سنیے آپ کے گھر کے ہی صدیق باندوی لکھتے ہیں : ۔

''اسی طرح ووجدك ضالا فهدى میں بعض لوگ ضالا کا ترجمہ گمراہ سے کردیتے ہیں ۔''

(اظہار حقیقت ص ۵۴)

اب گھمن صاحب آپ کی گردن پہ یہ قرض ہے کہ بتلائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو ضالا کا ترجمہ گمراہ سے کرتے ہیں ورنہ اپنے ہی اصول سے جناب کے گھر سے بغض رسالت برآمد ہوجائے گا ۔ پھر جو راہ بھولا اور ''حیران و ششدر راہ بھولا ۔'' ان کا معنی بھی وہی ہے اور اعلیٰ حضرت کے موافق ہے ۔

ایک جاہلانہ اعتراض

اس کے بعد گھمن صاحب نے عنوان قائم کیا ''کنزالایمان کی بریلوی مستند تراجم سے مخالفت ۔'' اور اس کے تحت لکھا : ۔

''بریلوی حضرات نے کئی کتابوں کے متعلق یہ تأثر دیا ہے کہ یہ کتب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں تو ہمارا بریلویوں سے سوال ہے کہ جب کتاب مقبول ومنظور ہوئی تو اس میں موجود تراجم بھی مقبول ومنظور ہوئے ۔ اب ہم ان کتب کو سامنے لاتے ہیں جن کے متعلق زعماء بریلویہ نے یہ خبریں مشہور کی ہیں ان کتب کو جناب رسالت مآب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بارگاہ میں قبول فرمایا ہے ۔

ہم ان تراجم کو ایک طرف اور فاضل بریلوی کے کنز الایمان کو دوسری طرف رکھیں گے تا کہ دنیا دیکھ لے جن کو بریلوی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقبول ومنظور و پسندیدہ کہہ رہے ہیں فاضل بریلوی کا ترجمہ ان کے خلاف ہے۔گویا کنز الایمان مشیت ومرضی نبوت کے بھی خلاف ہے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۳۷)

اس پہ عرض ہے اگر یہی تحقیق ہے تو جہالت کس چیز کا نام ہے،جناب گھمن صاحب آپ لوگوں کو بھی جب تک آپ کی زبان میں نہ سمجھایا جائے سمجھ آپ کو بھی نہیں آتی،تو آیئے سنئے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو دیو بندی حضرات نے الہامی قرار دیا ہے چنانچہ سرفراز صاحب نقل کرتے ہیں:۔

''حضرت نانوتوی فرماتے تھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ الہامی ترجمہ ہے۔''

(ملفوظات حضرت مولانا سرفراز خان صفدر ص ۲۵۳)

ایسے ہی تھانوی صاحب کی بیان القرآن کو بھی مقبول بارگاہ نبوی قرار دیا گیا۔مفتی خبیب صاحب لکھتے ہیں:۔

''بیان القرآن کی دربار رسالت میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا (حضرت تھانوی) کا غایت اخلاص ہے۔''

(عشق رسول اور علمائے حق ص ۲۰۹)

اب یہ دونوں کتابیں مقبول ہیں جبکہ ان دونوں میں اختلاف موجود

ہے۔ چنانچہ عبدالماجد صاحب لکھتے ہیں:۔

''شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالقادر کے ترجموں میں، شیخ الہند
اور جناب والا کے ترجموں میں اچھا خاصا اختلاف موجود
ہے۔'' (حکیم الامت ص ۳۴۳)

اب ہم گھمن صاحب سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ جناب اب آپ کس ترجمہ کو غلط قرار دیں گے؟ اگر کسی کو بھی غلط قرار نہ دے پائے تو اپنا جاہل اور علم سے عاری ہونا ضرور تسلیم کریں۔ پھر اس اختلاف کا جواب دیتے ہوئے جناب تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''جیسا اختلاف نقل فرمایا ہے یہ مضر نہیں۔ اس میں جس کا قول
چاہے لے لیا جائے مگر ماخذ کی تصریح لازم ہے۔''

(حکیم الامت ص ۳۴۳)

کیوں جناب گھمن صاحب آپ کے حکیم الامت کے مطابق ایسا اختلاف کچھ مضر نہیں۔ اب لامحالہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اختلاف کونسا مضر ہے تو اس کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اختلاف وہ مضر ہے جس کا اثر عقائد پر پڑتا ہو۔ سو اول تو
اہل حق کا ایسا اختلاف نہیں۔ اور اگر کسی سے لغزش ہوگئی ہو تو
جمہور کا قول معتبر ہوگا اور تفرد کے قول کو مول کہیں گے یا باطل
کہیں گے۔'' (حکیم الامت ص ۳۴۴)

اس سے ان تمام اعتراضات کا جواب ہوگیا جو گھمن صاحب نے

اختلاف کی آڑ میں کیے ہیں کیونکہ ان تمام تراجم میں عقائد کی مخالفت نہیں اور ان سب حضرات کے عقیدے ایک جیسے ہیں اور لفظی ترجمے کی وضاحت ہم ماقبل میں کر چکے لہٰذا اب وہ مقبول بارگاہ نبوی کتب کے تراجم ہوں، یا شیخ سعدی اور مولانا نقی علی خان کے، ان کا اعلیٰ حضرت کے ترجمے سے مختلف ہونا کچھ مضر نہیں۔ پھر جب دیوبندی حضرات کے سامنے اس قسم کی کتب پیش کی جائیں تو واضح الفاظ میں یہ کہا جاتا ہے:۔

شرعی مسائل دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ الہامات و مکاشفات سے۔" (عقائد اہلسنت ص ۴۰۵)

ایسے ہی ایک صاحب فرماتے ہیں:۔

''خواب حجت شرعی نہیں۔''

(اسلام اور ہماری زندگی ص ۳۰۵)

مزید فرماتے ہیں:۔

''ہمارے دیکھے ہوئے خواب کی بات کو اللہ تعالیٰ نے مسائل شریعت میں حجت نہیں بنایا۔ (ایضاً)

نیز:۔

''خواب اور کشف وغیرہ سے شرعی حکم نہیں بدل سکتا۔''

(ایضاً ص ۳۰۶)

لہٰذا دیوبندی حضرات اس قسم کے حوالہ جات اپنے اصول سے ہی ہمارے خلاف ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ آگے چلیے دیوبندی حضرات سیرت النبی نامی کتاب

کے متعلق لکھتے ہیں:

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''سیرت النبی جلد پنجم''میں رقم طراز ہیں کہ ''وہ ایک مقدس بزرگ جن کے ساتھ مجھے پوری عقیدت تھی اور جن کی زبان سے استحقاق کے باوجود کبھی مدعیانہ فقرہ نہیں نکلا۔انہوں نے مجھ سے فرمایا ''یہ کتاب وہاں مقبول ہوگئی''''تذکرہ سلیمان'' کے مصنف غلام محمد صاحب نے خود حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تفصیل دریافت کی کہ کہاں مقبول ہوگئی؟ یہ کس بزرگ کا مشاہدہ اور بیان ہے؟ سید سلیمان ندوی نے فرمایا کہ یہ میرے والد ماجد تھے، عالم رؤیا میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور دیکھا کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا اوراس پر اظہار خوشنودی سے مزید سرفرازی ہوئی۔ (عشق رسول اور علمائے حق،ص ۳۳۴)

جبکہ تھانوی صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نام ہے اور مولوی شبلی نعمانی کی تصنیف ہےاور (اس میں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جامع الاوصاف قرار دے کر اس کو آڑ بنایا ہے، دوسرے انبیاء کی توہین کا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو کمالات ظاہر کیے اور دوسرے انبیاء

پر حملہ کیا، ان کی تنقیص کی۔" (اشرف الجواب ص ۱۳۲)

اور اشرف علی تھانوی صاحب کے متعلق بھی دیو بندی حضرات نے لکھا:۔

میں نے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی صاحب اور مولانا ابوبکر صاحب کیسے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں حسب شریعت ہے کہ نہیں؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں نہایت نیک انسان ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں حق ہے۔

(عشق رسول اور علمائے حق ص ۲۰۸)

پھر تھانوی صاحب کی بیان القرآن کے بارے میں لکھا گیا:۔

''بیان القرآن'' کی دربار رسالت میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا کا غایت اخلاص ہے۔"

(عشق رسول اور علمائے حق، ص ۲۰۹)

جبکہ آیئے کس طرح دیو بندی حضرات نے بیان القرآن کی خبر لی ہے وہ بھی پیش خدمت ہے۔جناب تھانوی صاحب نے سورۂ الم نشرح کی آیت نمبر ۳ کا ترجمہ یوں کیا:۔

جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔ (تفسیر بیان القرآن، ج ۳ ص ۶۶۶)

اب اس پہ دیو بندی حضرات کے تبصرے بھی قابل غور ہیں۔مطالعہ بریلویت میں ہے:۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام صدمات کو

برداشت کرتے گئے آپ نے حوصلہ نہ ہارا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت ٹوٹی۔۔ بوجھ سے پیٹھ کا جھک جانا اور بات ہے اور بالکل ہی ٹوٹ جانا یہ امر دیگر ہے۔ افسوس خانصاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا۔

(مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۶۱)

اسی طرح ادریس کاندھلوی صاحب نے بھی ''کنز الایمان نمبر، ص ۱۷۲ ''یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین قرار دیا ہے۔ اور خود گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''کیا ہی عظمت و احترام کیا ہے! کیا کہنے! قرآن نے تو صرف پیٹھ مبارک پہ بوجھ کی بات کی ہے مگر آپ نے توالعیاذ باللہ پیٹھ توڑنے کی بات کی ہے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۵۸)

(۲) تھانوی صاحب نے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر ۷ کا ترجمہ کیا ہے:۔

''نہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے۔'' (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۲۰)

جبکہ دیوبندی حضرات کے نزدیک یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اور اس پر کڑی تنقید کی ہے۔ (تقابلی جائزہ ص ۲۵، ہدیہ بریلویت ص ۳۱۴)

(۳) تھانوی صاحب سورۃ القلم کی آیت نمبر ۱۳ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

''ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو۔

(تسہیل مکمل تفسیر بیان القرآن ص ۱۱۶۳)

جبکہ جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

’’قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے۔۔۔زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے اس کا معنی حرامی یا حرامزادہ ہرگز نہیں، مولانا احمد رضا خان نے ایک گندہ معنی [’’اصل میں خطا]‘‘ نکال کر گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے۔‘‘

(مطالعہ بریلویت، ج۲ ص ۱۳۵)

اب گھمن صاحب کے اصول سے یہ فتوے سیدھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پہ جا لگے۔اب جو جواب گھمن صاحب دیں گے وہی ہماری طرف سے سمجھا جائے۔اس کے بعد گھمن صاحب نے مختلف اعتراضات کیے جن کا جواب پیش خدمت ہے۔

(۱)قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا.

اس کا ترجمہ فاضل بریلوی یہ کرتے ہیں:

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

حالانکہ اس کے معنی خوش ہونے کے ہیں، نہ کہ خوشی کرنے کے جیسا کہ ہم نے ترجمہ شیخ سعدی سے عرض کر دیا۔

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۶۵)

تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

’’اور خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جب قرآن مجید میں خود حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باوجود کی نسبت (کما سیجی ء فی تفسیر الایۃ مفصلا)صیغہ امر فلیفرحوا موجود ہے تو اس فرحت کو کون منع کر سکتا ہے۔غرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ شریفہ پر فرحت اور سرور کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔''

(میلاد النبی،ص ۹۵)

تفسیر کبیر میں ہے:

من مباحث هذه الاية انه اذاحصلت اللذات الروحانية فانه يجب على العاقل ان لا يفرح بها من حيث هى هى، بل يجب ان يفرح بهامن حيث انها من الله تعالىٰ و بفضل الله و برحمته .

(تفسیر کبیر، ج ۱۷ ص ۲۷۰)

دیوبندی حضرات نے'میلاد شریف'' کے حوالے سے اپنا دعویٰ یوں تحریر کیا:

''ہم اہل السنۃ والجماعۃ حنفی دیوبندی حیاتی کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی منانا بغیر قیود و التزام صدقہ خیرات کرنا،روزہ رکھنا،نوافل پڑھنا،درود پڑھنا،وغیرہ اُمور سے آپ کی روح کو ایصال ثواب کرنا باعث اجر وثواب ہے۔'' (مناظرہ کوہاٹ ص ۳۶۔۳۷)

لہٰذا خوشی منانا خود دیوبندی حضرات کو بھی تسلیم ہے۔اب ہم گھمن صاحب سے صرف ایک سوال کرتے ہیں کہ جناب یہ خوشی منانا کہاں سے ثابت

ہے؟ اگر ثابت نہ کر سکیں تو اپنے اصول سے تحریف کے مرتکب ٹھہرے اور اگر کر دیں تو پھر ہم پہ اعتراض خود بخود ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:۔

''ہم بریلوی حضرات سے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ میلاد کا معنی تو پیدائش ہے اور وہ تو بشر کی ہوتی ہے نہ کہ نور کی اور تمہارے بریلوی حضرات توز ور شور سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے انکاری ہیں۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۶۶)

یہ بھی جناب کا جھوٹ ہے جس کا رَد خود ان کے اپنے حضرات نے کیا ہے۔ چنانچہ مولوی مختار الدین نعیمی لکھتا ہے۔

'' اسی طرح بریلوی مکتب فکر کے بعض علما نبی اکرم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں ...... یہ ان کے ساتھ بہت زیادتی اور ظلم ہے۔'' (راہ محبت ص ۴۰)

ایسے ہی ابوایوب قادری دیوبندی نے لکھا کہ بریلوی علما نبی کی بشریت کا میلاد مناتے ہیں۔ (۵۰۰ باادب سوالات، ص ۵۳)

مولوی سرفراز کہتا ہے:

''بلاشک اکثر بریلوی صاحبان جملہ حضرات انبیا کرام کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو جنس اور نوع کے لحاظ سے بشر آدمی اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں۔''

(اتمام البرھان حصہ سوئم ص ۲)

اسی طرح تین دیو بندی متفقہ طور پر اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کی

''قدیم بریلویت میں یہ مسئلہ اتفاقی ہے دیکھئے جاء الحق بہار شریعت فتاوی افریقہ وغیرہ ان سب میں لکھا ہے کہ نبی انسان ہوتے ہیں۔'' (انصاف ص ۴۹)

فردوس شاہ قصوری لکھتا ہے:

''البتہ مسئلہ اور درجہ کے عقیدہ میں بریلوی علماء کی کتابیں بھی گواہ ہیں کہ رسول اللہ بشر ہیں۔'' (چراغ سنت ص ۲۹۴)

اسی طرح غیر مقلدوں کے مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''قائدین بریلویہ کا فتوی و فیصلہ اور رعقیدہ کہ رسول بشر ہوتے ہیں۔'' (مقیاس حقیقت ص ۱۲۶)

خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''ورنہ اہلسنت میں بریلوی اکابر ہرگز بشریت کے منکر نہیں تھے۔'' (عبقات صفحہ ۶۱)

مفتی ممتاز نے لکھا:۔

''اعلیٰ حضرت سب انبیاء کرام کو جنس بشر ہی میں سے سمجھتے تھے۔'' (پانچ مسائل ص ۴۶)

نورالحسن بخاری لکھتا ہے:۔

''ان حقائق سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مسئلہ بشریت دیوبندی بریلوی مکاتب فکر میں مختلف فیہ نہیں۔ بلکہ دونوں

مکاتب فکر کے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر سولہ آنے متفق و
متحد ہیں۔۔۔۔اسے شکمی مسئلہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ جسے
بعض جہلا نے محض پیٹ کے لیے گھڑ کر لوگوں میں انتشار و
افتراق کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔'' (بشریت النبی، ص ۱۴۰۔۱۴۱)

اس کے بعد جناب نے جو خرافات کے شامل ہونے کے متعلق اعتراضات کیا تو عرض ہے:

''اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو
دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے
امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔''

(امداد المشتاق، ص ۹۱)

اور یہی بات جناب نے خود [اصول مناظرہ ص ۶] پہ تسلیم کی ہے۔اس کے بعد جو ناچ گانا اور رقص کرنا ہے تو یہ ہمارے نزدیک خرافات ہیں اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) ولا تدع من دون اللہ ۔

اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا۔

''حالانکہ تدع کا معنی شیخ سعدی سے ہم عرض کر چکے ہیں کہ
پکارنا ہے، چونکہ فاضل بریلوی نے ایک نیا مسلک تیار کرنا تھا
اور اس کی ضرورت تھی کہ غیر اللہ کو ہر جگہ سے پکارا جائے تو
فاضل بریلوی نے مسلک کی لاج رکھنے کے لیے قرآن پاک

کے ترجمہ میں اپنا کام کر دکھایا کہ لاتدع کا معنی ہے بندگی نہ
کرو۔فاضل بریلوی ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ غیر اللہ کو
پکارنے سے چونکہ روکا نہیں گیا لہٰذا یہ شرک نہیں اب اتنی بڑی
جسارت تو فاضل بریلوی ہی کر سکتے ہیں۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۶۷)

قرآن کی سب سے بہترین تفسیریں قرآن کی قرآن سے تفسیر ہے چنانچہ جناب تقی عثمانی لکھتے ہیں:۔

تفسیر قرآن کا پہلا ماٴخذ خود قرآن کریم ہے، یعنی اس کی
آیات بعض اوقات ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہیں، ایک
جگہ کوئی بات مبہم انداز میں کہی جاتی ہے، دوسری جگہ اس
ابہام کو رفع کر دیا جاتا ہے۔ (علوم القرآن ص ۵۲)

لہٰذا خود قرآن نے ''ان جیسی'' آیات کی تفسیر کردی کہ ان میں مطلق پکارنے کی نفی نہیں بلکہ الٰہ (معبود) سمجھ کر پکارنے کی نفی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"ومن ید ع مع اللہ الھا اخر"۔

(مومنون:۱۱۷۔مزید، قصص ۸۸، شعراء ۲۱۳، فرقان ۶۸)

اس آیت میں کتنی وضاحت موجود ہے کہ صرف ''دعا'' (پکارنا) ہی عبادت نہیں، بلکہ کسی کو ''الٰہ'' سمجھ کر پکارنا عبادت ہے، پھر چاہے اس کو مدد کے لیے پکارا جائے، یا فقط متوجہ کرنے کے لیے ہر طرح سے اس کی عبادت قرار پائے گی۔عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت "اولئك الذين

یدعون ۔۔۔۔“ کی تفسیر میں لفظ ”یدعون“ کا معنی ”یعبدون“ کیا ہے۔
(بخاری: کتاب التفسیر) اسی طرح شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:۔

”اول یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۷۵)

لہٰذا ہر پکار عبادت نہیں۔ اس وضاحت کے بعد مزید تفصیل کی ضرورت تو نہیں مگر اتمام حجت کے لیے مفسرین کے اقوال بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ سورہ انعام کی آیت نمبر ۷۱ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

قل اندعو من دون الله مالا ینفعنا ولا یضرنا۔

تفسیر خازن میں اندعوا کی وضاحت کے تحت موجود ہے:۔

اندعوا یعنی انعبد من دون الله یعنی الاصنام التی لا تنفع من عبد ھا ولا تضرمن ترک عبادتھا (تفسیر خازن ج۲ ص ۱۲۴)

جلالین میں ہے:۔

قل اندعوا انعبد من دون الله مالا ینفعنا بعبادتة ولا یضرنا بترکھا وھو الاصنام۔
(تفسیر جلالین ص ۱۱۸)

ایسے ہی بیضاوی میں ہے:۔

قل اندعوانعبد من دون الله مالا ینفعنا ولا یضرنا مالا یقدر علی نفعنا وضرنا۔ (تفسیر بیضاوی، ص ۱۸۰)

مفسر آلوسی لکھتے ہیں:۔

ای أنعبد متجاوزین عبادة الله تعالیٰ الجامع لجمیع صفات الالوهیة التی من جملتها القدرة علی النفع والضر مالا یقدر علی نفعنا ان عبدناه ولا علیٰ ضرنا اذا ترکناه۔

(تفسیر روح المعانی، ج ۴، ص ۲۴۵)

تفسیر بغوی میں ہے:۔

ان عبدناه (ولا یضرنا)ان ترکناه،یعنی :الاصنام لیس الیها نفع ولا ضر۔

(تفسیر بغوی ص ۴۲۶)

دیوبندی تراجم اورتدعون کا ترجمہ

خود دیوبندی حضرات نے بھی "تدعون" کا ترجمہ متعدد جگہ ''عبادت'' سے کیا ہے۔ مثلاً اشرف علی تھانوی نے مندرجہ ذیل مقامات پہ "تدعون" کا ترجمہ'' عبادت'' کیا ہے:

''سورۃ النسا آیت ۱۱۷ ، سورۃ الانعام آیت ۵۶، سورۃ انعام آیت ۷۱ ، سورۃ انعام آیت ۱۰۸ ، سورۃ اعراف آیت ۲۹، سورۃ اعراف آیت ۳۷سورۃ یونس آیت ۱۰۶،سورۃ ھود آیت ۱۰۱،سورۃ الجن آیت ۱۸، ۱۹، ۲۰۔''

اسی طرح محمود الحسن نے بھی تدعون کا ترجمہ عبادت کیا ہے:۔

''سورۃ انعام ۱۰۸، مریم ۴۸، سورۃ الحج آیت ۷۳، سورۃ الزمر ۳۸۔''

جناب گھمن صاحب ان تمام تفاسیر اور آپ کے گھر کے تراجم سے یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بالکل درست ہے۔ اب ہم آپ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کیونکہ دیو بندی حضرات نے پوری امت کو مشرک قرار دے کر نئے مسلک کی بنیاد رکھنی تھی، اس لیے انہوں نے تدعون کا معنی پکارنا کیا۔ قارئین بات چل نکلی ہے تو ہم مزید وضاحت کر دیں، انبیاء اولیاء کو مدد کے لیے پکارنا یہ توسّل کے معنی میں آتا ہے اور یہی خواص سے لیکر عوام تک کا عقیدہ ہے کوئی بھی انبیاء و اولیاء کو مستقل بالذات نہیں سمجھتا مسئلہ استعانت کی کچھ تفصیل ہم پہلے ہی مقدمہ میں عرض کر آئے ہیں اس لیے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے غائبانہ پکار پہ کچھ دلائل عرض کرنا چاہتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:۔

''مشہور صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے خادم عبد الرحمٰن فرماتے ہیں: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذکر احب الناس الیك فقال یامحمداه... حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ تمام لوگوں میں سے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کو یاد کیجئے۔ تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)''

(الادب المفرد باب نمبر ۴۳۷ ص ۲۵۰)

اس کے علاوہ قاضی عیاض نے بھی اس شفاء شریف ج ۲ ص ۱۸ پہ نقل کیا ہے۔ ملا

علی قاری یا محمداہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وکانه رضی الله تعالیٰ عنه قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثة۔۔۔یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار محبت کے ضمن میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔"

(شرح شفاء ج ۳ ص ۳۵۵)

اور ملّا علی قاری کے متعلق جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''نزاعی مسائل میں ان کی مفصل اور صریح عبارات کو سند کا درجہ حاصل ہے۔''

(ملّا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر ص ۶)

امید ہے گھمن صاحب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی ہو گی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ مسلک اہل سنت و جماعت ہے جس پہ سلف صالحین کار بند تھے اور آج کل کے یہ دیو بندی سلف صالحین کے مسلک سے کٹ کر مسلک وہابیہ کے پیرو کار ہیں جس کا مقصد امت کی اکثریت کو مشرک قرار دے کر اس کا قتل کرنا ہے۔ چہ جائیکہ دیوبندی داعش سے اپنے تعلقات کا انکار کرتے ہیں مگر ان لوگوں کو نظریاتی بنیاد انہیں لوگوں نے ہی فراہم کی ہیں۔ جو آج خود ان کے لیے مہلک بن گئی ہے۔

(۳) یا ایها النبی انا ارسلنك شاهدا ۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر۔

اس آیت میں ''شاہد'' کے ترجمہ ''حاضر و ناظر'' پہ گھمن صاحب کو

اعتراض ہے جبکہ خود تسلیم کرتے ہیں:۔

''اور ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن گواہی دینا اس بنا پر ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو عرض اعمال کی بنیاد پر امت کے احوال سے آگاہ کیا جاتا رہا۔''

(کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۶۸)

ہم بھی عرض اعمال کی بنیاد پہ ہی حاضر ناظر مانتے ہیں۔

پھر اس لفظ شاہد کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور امت پہ شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے۔''

(معارف القرآن، ج ۷، ص ۱۷۶)

اس جگہ مفتی صاحب نے تفصیلی عرض اعمال کو تسلیم کیا ہے جس سے بقول سرفراز صاحب علم غیب لازم آتا ہے جو حاضر و ناظر کو ملزوم ہے لہٰذا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ سو فیصد درست ہے۔ سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگرچہ لفظ حاضر و ناظر اور علم غیب میں الفاظ و مفہوم کے لحاظ سے کچھ فرق ہے لیکن مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔''

(تفریح الخواطر، ص ۲۱)

ایسے ہی لکھا:۔

''تفصیلی عرض سے علم غیب لازم آتا ہے۔''

(تفریح الخواطر ص ۱۱۳)

اب ان دونوں عبارات کا حاصل یہ ہے کہ تفصیلی عرض اعمال ماننا بقول سرفراز حاضر وناظر تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ اور ہم اوپر تفصیلی عرض کا حوالہ لفظ ''شاھد'' کے ضمن میں پیش کر آئے ہیں، لہٰذا امام اہلسنت نے بالکل درست ترجمہ کیا ہے۔ پھر اسی طرح دیوبندیوں نے شاہد کا ترجمہ حاضر تسلیم کیا۔

(نماز کی سب بڑی کتاب، ص ۶۵۸)

یہاں مولوی جمیل احمد نذیری نے ایک مغالطہ دینے کی کوشش کی کہ گواہی بغیر دیکھے بھی دی جاتی ہے تو اس کا جواب ہم ان کے گھر ہی سے دیئے دیتے ہیں۔ اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت جائز نہیں۔''

(افاضات الیومیہ، ج ۲ ص ۲۸۱)

حنیف گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:۔

''شہادۃ گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشم دید ہو۔''

(اصح النوری ج ۲ ص ۲۸۶)

عبد الماجد دریا آبادی نے لکھا:۔

''اور شہادت مقبول وہی ہوگی جو مشاہدہ یا مثل مشاہدہ پر مبنی ہو۔'' (تفسیر ماجدی ج ۱ ص ۱۸ ۳ سورۃ انعام آیت ۱۴۹ فائدہ ۲۳۰)

اسی طرح امین اوکاڑوی لکھتا ہے:۔

''یہ وہ گواہ ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی اس واقعہ میں حاضر نہ تھا تو یہ گواہی کس بات کی دیں گے۔کیا آج کی عیسائی عدالتیں ایسی گواہی قبول کرلیتی ہیں کہ گواہ واقعہ میں موجود نہ ہواور اس کی گواہی قبول ہوجائے۔''

(تجلیات صفدر ج ا ص ۶۷۹)

اس کے بعد گھمن صاحب نے جوجاء الحق اور مقیاس الحنفیت کی عبارت پہ اعتراض کیا تو ہم اوپر تفصیلی عرض اعمال کا حوالہ دے آئے ہیں اور جہاں تک زوجین کے جفت ہونے کے وقت حاضر وناظر ہونے کی بات ہے تو اس کا تعلق حضوری علم کے ساتھ ہے اس سے دیکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ آگے خود مصنف نے لکھ دیا ہے کہ مثل کراماً کاتبین ایسے واقعات سے اپنی نظروں کو محفوظ کر لیتے ہیں۔مگر افسوس ہے جولوگ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دیوار کے پیچھے کا علم ماننے سے انکار کریں انہیں تفصیلی عرض اعمال کیسے ہضم ہوں گے۔بہر حال آیئے مزید ایک دو حوالہ جات پیش کیے دیتے ہیں۔سنئے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:۔

"ان العرض علی النبی ﷺ کل یوم علی وجه التفصیل و علی الانبیاء و منهم نبینا علی وجه الاجمال یوم الجمعة اجمالا۔"

(زرقانی، ج۵ ص ۳۳۷)

ایسے ہی دیو بندی مفتی عبد الرحیم صاحب لکھتے ہیں :۔

''جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور آپ کے امتیوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں بایں طور کہ فلاں امتی نے یہ کیا اور فلاں نے یہ۔امت کے نیک اعمال پر مسرت کا اظہار فرماتے ہیں۔'' (فتاویٰ رحیمیہ ،ج ۳ ص ۱۱۴)

لہٰذا جب تفصیلی عرض اعمال شامل ہیں تو وہ سب اعمال بھی آ گئے۔مزید تفصیل کے لیے'' حسام الحرمین اور مخالفین''ص ۲۴۹تا ۲۵۱ اور حضرت علامہ سعید احمد اسعد صاحب کا رسالہ ''مسئلہ حاضر و ناظر'' ملاحظہ ہو۔

(۴) قل انما انا بشر مثلکم ۔

تم فرماؤ میں ظاہری صورت بشری میں تم جیسا بشر ہوں۔

اس جگہ گھمن صاحب نے ''ظاہر صورت بشری'' پہ اعتراض کیا ،جس کا مفصل جواب ہم پیچھے دے آئے ہیں۔ یہاں گھمن صاحب کی لن ترانیوں پہ مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ جناب لکھتے ہیں :۔

''بریلوی حضرات دھوکہ دینے کی خاطر کہہ دیتے ہیں کہ ہم بشر مانتے ہیں جب آپ تفصیل پوچھیں گے تو اوپر والی بات بتائیں گے کہ لباسِ بشریت میں ہمارے پاس آئے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ،ص ۷۰)

لباسِ بشریت کی وضاحت تو ہم نے ما قبل میں کر دی ہے وہی دیکھ لی جائے ۔گھمن صاحب آ گے لکھتے ہیں :۔

''اور آج رضاخانی حضرات کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہیں تو خدا کے نور کا ٹکڑا مگر آئے لباسِ انسانی میں جیسا کہ ان کی کتب سے ظاہر ہے:

نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۶۲)

''لباس آدمی پہنا جہاں نے آدمی سمجھا
مزمل بن کے آئے تھے تجلی بن کے نکلیں گے''

(کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۷۰)

اس پہ ہم اتنا ہی عرض کریں گے:۔

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ وحدت صفت ہے یا ذات؟ یقیناً یہ صفت ہے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس کا مطلب ہے بے مثل نور اور شعر کا مطلب یہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور بے مثل ہے۔ اور صاحب دیوان محمدی صاحب حال شخصیت ہیں جن کے اقوال شطحیات کے زمرے میں آتے ہیں اور ان کو پورے مسلک کا عقیدہ بنا کر پیش کرنا بقول محمود عالم کسی دجال کا ہی کام ہے۔ اس کے بعد بدترین جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جہاں تک ہماری تحقیق ہے بریلوی رضاخانی حضرات نبی پاک کو مخلوق تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ خدا اور محمد ان کے نقطہ نظر سے ایک ہی ہیں۔'' (کنزالایمان کا تحقیقی ص ۷۱)

خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

گھمن صاحب اتنے بے خوف ہو چکے ہیں کہ رب العزت کے سامنے جوابدہی کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے اور جھوٹ پہ جھوٹ بولتے چلے جا رہے ہیں۔ان کے اس جھوٹ کو طشت از بام کرتے ہوئے جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''بریلوی حضرات انبیاء کو خدا تو نہیں مانتے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۱۵۰)

اس کے بعد گھمن صاحب نے حسب سابق الزام تراشی کرنے کے بعد'' فیصلہ بشریت'' نامی کتاب کا حوالہ دیا جو تلاش بسیار کے باوجود ہمیں میسر نہ آسکی اور نہ ہی اس کے مصنف کے متعلق کچھ معلومات ملیں اس لیے بغیر رسالہ سے رجوع کیے ہم کچھ عرض کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ حوالہ جات میں ہیر پھیرا اور جوڑ توڑ کرنا یہ دیوبندی حضرات کا موروثی فن ہے۔ پھر جناب نے جاء الحق کی عبارت پیش کی۔ہم حیران ہیں گھمن صاحب نے دعویٰ تو یہ کیا:۔

''القصہ فاضل بریلوی نے ظاہری صورت بشری میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا ہے۔پھر اسی سے ترقی کر کے ان کے خلاف یہ لکھ دیا۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۷)

کیا لکھ دیا؟ اور جاء الحق کی عبارت اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کیا منافات ہے؟ گھمن صاحب معذرت کے ساتھ ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ زاغ کے شور بے کا اثر کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے اور جناب کی حالت کچھ اس طرح ہے۔

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا
کچھ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس عبارت پہ دیوبندی اشکالات کے تفصیلی جواب کے لیے ''آئینۂ اہلسنت'' یا ہماری کتاب ''محاکمۂ دیوبندیت'' کی طرف رجوع کریں۔

گھمن صاحب پر فریب مغالطہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''خیر ہم اہلِ بدعت کو دعوت دیں گے کہ اہل السنت و الجماعت کے عقیدے کی طرف آئیں کہ مادہ خلقت تو مٹی تھا، مگر صفات کے اعتبار سے نور علیٰ نور تھے، ویسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نورِ حسی سے بھی حصہ عطا فرمایا گیا کہ آپ کے دندان مبارک چمکدار تھے، پیشانی مبارک پر نور چمکتا تھا اور پسینہ مبارکہ بھی موتی کی طرح چمکتا تھا۔ اس بات کو مان لو! مگر رضاخانی تیار نہیں۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۲۷)

جناب انکار ہمارا نہیں، آپ کا اپنی طرف سے ہی ہے اور جناب سرفراز صاحب نور حسی کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

''اگر حسی نور ہوتا تو یقیناً اس کا ظہور رہوتا۔''

(اتمام البرھان ص ۳۸۳)

اور یہاں تک لکھا:۔

''آپ کی ذات کو نور ماننا بالکل قرآن پاک کا انکار ہے۔''

(ملفوظات امام اہلسنت ص ۱۱۴)

لہٰذا نورِ حسّی کے منکر تو آپ لوگ ہیں اور جناب نے جو معلم التقریر کی عبارت پیش کی تو مفتی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ مذکورہ اوصاف والی خاک سے پیدا کیا بلکہ مفتی صاحب کی عبارت کا مفاد تو صرف اتنا ہے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی اعلیٰ چیز کو خاک جیسی ادنیٰ چیز سے تخلیق کیا آگے یہ نہیں کہا کہ جس خاک سے تخلیق کیا اس پہ گندگی تھی بلکہ یہ کہا کہ خاک ادنی ہے اس پہ گندگی ہوتی ہے، سکون ہے، اضطراب نہیں اسی پہ گناہ ہوتے ہیں تو یہ زمین کے اوصاف ہیں کہ اس پہ یہ سب کچھ ہوتا ہے نہ کہ اس خاک جس سے حضور کو پیدا کیا اور آگے واضح لکھا:

''جس سے اس کا درجہ عرش سے بڑھ گیا۔''

(معلم التقریر ص ۹۳)

کیا سمجھے؟ یعنی اللہ نے جس خاک سے حضور کو پیدا کیا وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے روضۂ مبارک کو جنت کہا ہے لہٰذا جس مٹی سے جسم انور تخلیق ہوا وہ بھی جنت کی تھی جیسا کہ گھمن صاحب نے بھی بایں الفاظ میں تسلیم کیا:۔

''ہم حیران ہیں کہ ہم مادہ خلقت مٹی ماننے کے باوجود یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عام مٹی نہ تھی بلکہ جنت الفردوس کی مٹی تھی مگر رضاخانی ہماری تو نہیں مانتے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۷۲)

جناب گھمن صاحب آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ جنت کی ہر چیز نور رہے لہٰذا جس مٹی سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی وہ بھی نورانی تھی۔ اس کے بعد آگے چل کر کہا:۔

''اسلاف میں ایسا کوئی معتمد و معتبر عالم نہیں ہے جو یہ کہے کہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسد مبارک نور سے بنایا گیا اور آپ انسانی لباس میں تشریف لائے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ، ص ۴۷)

جناب اپنے علم قلیل میں اضافے کے لئے ''توضیح البیان'' ملاحظہ کریں۔

(۵) یاایھاالنبی۔

اے غیب کی خبریں بتانے والے۔

گھمن صاحب کو اس ترجمہ سے بھی تکلیف ہے جبکہ خود ان کے استاذ جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''خانصاحب نے یا ایھاالنبی کے معنی اے غیب بتانے والے نبی کئے ہیں، ہم نے اس پر تنقید متین میں گرفت کی۔ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے۔''

(اتمام البرھان، ص۱۸)

اور دیوبندی حضرات نے واضح طور پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بعض علم غیب کا ہی ہے۔

(قصص الاکابر ص ۲۴۲، خیر الفتاوی ج ا ص، مولانا احمد رضا خان حقیقت کے آئینہ میں ص۳۶ تا ۳۸)

ایسے ہی ایک اور صاحب لکھتے ہیں :۔

''نبی غیب کی خبر دینے والا ہوتا ہے۔''

(محاضرات رضاخانیت ص۱۱۹)

جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں :۔

''نبی کے معنی غیب کی خبریں بتانے والے کے بھی ہیں۔''

(مناظرے اور مباحثے ص ۲۶۰)

اور جہاں تک تعلق سرکار دو عالم کے علم کو ''علم غیب'' کہنے کا ہے تو اس کا اقرار بھی دیوبندی حضرات کے ہاں موجود ہے۔مولوی فردوس شاہ دیوبندی نے لکھا کہ

''اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا بھی علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔'' (چراغ سنت ص ۲۰۸)

مولوی اوصاف لکھتا ہے:

''خدا تعالی کے سوا جس کو بھی علم غیب حاصل ہے وہ عطائی ہے۔'' (دیو بند سے بریلی ص ۹۲)

دیوبندی مولوی مرتضی حسین چاند پوری اپنی کتاب میں تھانوی کی اس عبارت کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''حفظ الایمان''میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو **علم غیب با عطائے الٰہی حاصل ہے۔**'' (توضیح البیان فی حفظ الایمان صفحہ ۵)

نیز:۔

''بیان بالا سے ثابت ہوا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے۔ نہ اس میں گفتگو ہے۔ نہ یہاں ہوسکتی ہے۔

(توضیح البیان علی حفظ الایمان ص ۱۳، از مرتضی حسن دربھنگی، ۷۷)

صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں۔

''صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو **باوجود علم غیب عطائی ہونے کے** عالم الغیب کہنا جائز نہیں (توضیح البیان فی حفظ الایمان صفحہ ۱۳)

اس کے بعد جو گھمن صاحب نے یہ کہا:۔

''مزے کی بات تو یہ ہے کہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اسے پسند نہیں فرماتے کہ علم غیب میرے لیے مانا جائے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۴۷)

لہٰذا گھمن صاحب کے فتوے سے مذکورہ بالا دیوبندی حضرات نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ناپسندیدہ عمل کا ارتکاب کیا اور تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:۔

''ادب کی حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک رکھو کہ انہیں ادنیٰ تکلیف اور ناگواری ناحق پیش نہ آئے، اس پر عمل کرنے والا باادب ہے، ورنہ بے ادب۔''

(درس مسلم ج ۱ ص ۷ ۲۴)

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی گھمن صاحب نے کفر لکھی ہے۔ (صراط مستقیم کورس، ص ٦٠)

دوسروں پہ فتویٰ لگانے سے پہلے حضرت اپنے گھر والوں کو تو سنبھالیئے جو اس کفر کی دلدل میں دھنس چکے ہیں۔ پھر جناب وہی نیا مسلک بنانے کے حوالے سے اعتراض کیا اور قاری احمد پیلی بھیتی کا حوالہ دیا جس کا ہم جواب دے چکے، اور پھر جو جناب نے وصایا شریف پہ اعتراض کیا ہے۔ اس کا جواب علما اہلسنت کی طرف سے بارہا دیا جا چکا مگر جب تک ان کو نیا انجکشن نہ دیا جائے تو ان کے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا۔

بہر حال اس عبارت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو باتیں بیان کیں۔

۱۔ اتباعِ شریعت ۲۔ دین ومذہب

یہاں پر اعلیٰ حضرت نے کہا اتباع شریعت کو نہ چھوڑنا اور جہاں تک میرے دین کی بات تو علماء دیوبند کی سب سے **معتبر ومستند کتاب المہند میں لکھا کہ**

''اور یہی ہمارا عقیدہ ہے یہی دین وایمان۔''

(المہند پندرھواں سوال کا جواب 49)

اب ہم بھی کہتے ہیں کہ عقیدہ کے لفظ کے ساتھ دین و ایمان کا لفظ الگ کیوں استعمال کیا؟ کیا عقیدہ دین نہیں ہوتا؟ سرفراز صفدر کی کتاب سے عقیدہ کی تعریف دیکھ لیں۔

میرا دین ومذہب کہنا

رہ گیا لفظ میرا دین و مذہب تو عرض ہے کہ ایسی نسبت بالکل جائز ہے۔اسماعیل دہلوی صاحب نے تقویۃ الایمان میں جگہ جگہ دین کی نسبت امتیوں کی طرف کی ہے لکھتے ہیں کہ

☆ ''**اپنا دین** نہ بگاڑ نا چاہیے۔(تقویۃ الایمان مع تذکیرالاخوان صفحہ ۲۸ فصل اول)

☆ اللہ **میرادین** جانچتا ہے۔(مذکورہ صفحہ ۲۸)

☆ ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ **ہمارے دین** میں یوں ہی فرمایا۔ (صفحہ ۴۱)

☆ ''**اپنی امت کے دین** ہی کے درست کرنے کی فکر تھی۔(ص ۶۱)

☆ دربھنگی چاندپوری سابق ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند ان کا رئیس المناظرین تھا۔ یہ دیوبندی رئیس المناظرین لکھتے ہیں کہ

''ہر شخص اپنا دین اپنے ساتھ رکھتا ہے۔''

(اسکات المعتدی،صفحہ ۸۷)

جب اپنا دین،میرا دین،ہمارا دین،امت کے دین کے الفاظ جائز ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کس منہ سے کرتے ہو؟

پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اجمالی بات کی تھی جیسا کہ اشرفعلی تھانوی کے ملفوظات میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دھوبی کا واقعہ ہے کہ

''ایک دھوبی کا انتقال ہوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ کر

سوال کیا، من ربك؟ ما دينك؟ من هذا الرجل؟ وہ (دھوبی) ہر جواب میں کہتا کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں اُن کا ہم عقیدہ ہوں، جوان کا خدا وہ میرا خدا جو ان (غوث اعظم علیہ الرحمہ) کا دین وہ میرا دین اسی پر اس دھوبی کی نجات ہوگئی۔"

(الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۹۱ زیر ملفوظ ۱۳۳)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دین کہنے سے مراد بھی یہی ہے۔ الحمد للہ عز وجل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن وحدیث کے مطابق تھیں جیسا کہ خود اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا کہ

"اگر سارے علماء ایسے مسلک کے بھی ہو جائیں جو مجھ کو کافر کہتے ہیں (یعنی بریلوی صاحبان) تو میں پھر بھی ان کی بقاء کے لیے دعائیں مانگتا رہوں...... وہ تعلیم تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے دین تو قائم ہے۔"

(اشرف السوانح ج 1 صفحہ 192، حیات امداد صفحہ 38، اسوۂ اکابر صفحہ 15)

پھر دیوبندی حضرات کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیئے۔ خود ان کے اپنے علماء کہتے ہیں کہ

"حضرت تھانوی و حضرت مدنی کو آفتاب و مہتاب سمجھتا ہوں ان دونوں میں جس کی اتباع کرو مفید ہوگا۔ ہمارے اکابرین

حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو **دین قائم کیا تھا** اس کو مضبوطی سے تھام لو۔اب رشید وقاسم پیدا ہونے سے رہے پس ان کے اتباع میں لگ جاؤ۔

(صحبتے اولیاء صفحہ نمبر ۱۲۶)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے دین و مذہب قائم کیا لیکن یہاں تو علماء دیوبند کے بارے میں صاف موجود ہے کہ گنگوہی و نانوتوی نے جو دین قائم کیا۔اب دیوبندیوں کو ڈوب مرنا چاہیئے ۔

آپ ہی اپنی جفاؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہوگی

آخری بات یہ ہے کہ جب تقویۃ الایمان جیسی گستاخانہ کتاب علماء وہابیہ دیوبندیہ کا عین الاسلام ہوسکتی ہے تو پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جو قرآن وسنت کے دلائل سے بھری ہوئی ہیں ان کو میرا دین و مذہب کہنے پر کیوں اعتراض؟

گنگوہی کہتا ہے کہ ''تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے......اس کا رکھنا اور پڑھنا اور اس پر عمل کرنا **عین اسلام** ہے اور موجب اجر کا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۲۱۹۔تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان صفحہ ۲۳۴)

اب اگر یہ کہا جائے کہ تقویۃ الایمان میں قرآن و حدیث سے دلائل موجود ہیں اس لیے اس کو عین اسلام کہا گیا ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ میرا دین و مذہب کہنے سے مراد بھی یہی ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں میرا دین و مذہب

میری کتابوں سے ثابت ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔مزید سنئے بانی تبلیغی جماعت فرماتے ہیں:۔

''تم ہمت اور جواں مردی کے ساتھ خوشی سے میرے دین کی خدمت کے لیے ہجر اور فرقت پر راضی ہوکر چھوڑے رکھو تو خوشی کے بقدر اجر وثواب میں شریک ہوگی۔''

(دینی دعوت، ص ۱۴۸)

اپنے دین کی وضاحت کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولانا تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو۔'' (ملفوظات ص ۴۶)

یعنی جناب نے تھانوی صاحب کی تعلیمات کو پھیلانا ہے نہ کہ قرآن و حدیث کی، اب اس کا مقصد کیا تھا اس کی بھی خود ہی وضاحت کر دی، فرماتے ہیں:۔

''میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔''

(دینی دعوت ص ۱۷۴)

اس کے بعد جناب نے 'اعلیٰ حضرت کے قلم' کے حوالے سے اعتراض کیا اور حسب عادت ادھوری عبارت پیش کی مکمل عبارت کچھ یوں ہے:۔

''مولانا تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں

کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کا سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی وتوہین کا سد باب کرتا۔لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہاں اللہ عزوجل نے قلم عطا فرمایا ہے تو میں قلم سے سختی اور شدت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد اس لیے کرتا ہوں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید رد دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اس طرح میری اور میرے آباؤ اجداد کی عزت و آبرو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت جلیل کے لیے سپرد ہو جائے۔'' (فیضان اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۷۵)

اس کے بعد جناب اعلیٰ حضرت کے استاد نہ ہونے کے حوالے سے اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''باقاعدہ علم تو فاضل بریلوی نے کہیں سے پڑھا نہیں۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۷۷)

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جو عبارت پیش کی اس میں حسب سابق خیانت سے کام لیا مکمل عبارت ہے:

''اس فن میں میرا کوئی استاد نہیں۔''

(سیرت امام احمد رضا ص ۱۲)

اعلیٰ حضرت نے مخصوص فن میں کسی کو اپنا استاد ہونے کی نفی فرمائی، مطلقاً

نہیں ۔جبکہ اس دیو بندی مولوی نے خیانت سے کام لیتے ہوئے اسے مطلقاً فن کر دیا۔اب تک کی گفتگو یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ مقصد صرف اور صرف الزام تراشی، بہتان بازی کے سوا کچھ بھی نہیں ۔اس کے بعد مدرسہ میں داخلہ نہ لینا اور چلبلی طبیعت پہ اعتراض کیا جس کا جواب ہم پچھلے صفحات میں دے آئے ہیں۔اس کے بعد گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''مزید سنیے فاضل بریلوی کی جہالت کی داستان !فاضل بریلوی فرماتے ہیں وہی پوریاں کباب کھائے،اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بند ہو گیا۔مشکل سے تھوڑا سا دودھ حلق سے اترتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔بات بالکل نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ قراءۃ بھی میسر نہ تھی۔سنتوں میں بھی کسی کی اقتداء کرتا۔''

(فیضان اعلیٰ حضرت ص ۱۳۳)

کیا احناف کے ہاں یہ اجازت ہے کہ سنتیں بھی کسی امام کی اقتدا میں پڑھی جائیں؟ یہ فاضل بریلوی کے جاہل ہونے پر مہر ہے۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۷۹)

گھمن صاحب حوالہ نقل کر دیتے ہیں مگر غور کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔جب دیو بندی حضرات کے نزدیک نوافل کی جماعت بھی جائز ہے تو اس پہ اعتراض کیسا؟اس کے بعد جناب نے سیرت امام احمد رضا نامی کتاب کے واقعہ پہ اعتراض کیا جس کا خلاصہ ہے کہ نابالغ پانی بھر کر لائے تو وضو نہیں ہوتا۔تو

عرض ہے گھمن صاحب واقعے سے پہلے بیان کردہ علت نقل کر دیتے تو یہ اعتراض کرنے کی نوبت نہ آتی۔ چنانچہ وہاں موجود ہے:۔

"معلمین حضرات توجہ نہیں فرماتے اور نابالغ شاگردوں سے بغیر ان کے والدین کی اجازت کے خدمت لیتے رہتے ہیں۔" (سیرت امام احمد رضا ص ۳۱)

پھر اعلیٰ حضرت کے علم لدنی پہ اعتراض کیا اور اس کو اعلیٰ حضرت کی جہالت ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کیا بالفرض اگر کسی شخص کے لیے "علم لدنی" تسلیم کرنے سے اس کا جاہل ہونا لازم آتا ہے تو گھر کے جاہل بھی ملاحظہ ہوں۔ جناب انظر شاہ صاحب قاسم نانوتوی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آپ کے علوم کتابی نہیں بلکہ کمالات وہبی ہیں۔"

(نقش دوام ص ۳۸)

ایسے ہی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولانا کا علم لدنی تھا۔" (قصص الاکابر ص ۱۵۶)

اس کے بعد گھمن صاحب نے اعلیٰ حضرت کو "تلمیذ الرحمٰن۔" کہنے پہ اعتراض کیا جو ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جناب اگر بقول سرفراز صفدر "اردو لغت کی کتابیں ہی دیکھ لیتے تو یہ عقدہ بآسانی حل ہوسکتا تھا۔" فیروز اللغات میں ہے:۔

"تلمیذ الرحمن: خدا کا شاگرد، مجازاً شاعر۔"

(فیروز اللغات ص ۳۷۵)

علامہ اقبال لکھتے ہیں:۔

یاد رکھ اپنی زباں تلمیذ رحمانی ہے تو ہو نہ
جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

(بانگ درا، ص ۵۳)

اس کے بعد جناب نے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے روح المعانی کے متعلق فرمایا کہ ''روح المعانی کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟'' تو عرض ہے تفسیر روح المعانی ۱۳۱۰ ھ میں شائع ہوئی اور اعلیٰ حضرت نے علامہ ظفر الدین بہاری کو خط ۱۳۳۳ ھ میں لکھا۔ اور ظاہر ہے اس دور میں مصر سے برصغیر میں تفاسیر اتنی جلدی نہ پہنچتی تھیں۔ تو کیونکہ یہ تفسیر اس دور میں نئی نئی چھپی تھی لہٰذا اگر اعلیٰ حضرت نے اس کے متعلق دریافت کر بھی لیا تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ پھر جہاں تک یہ لکھا کہ ''آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہیں'' تو اس کی ساری ذمہ داری نعمان آلوسی پہ جاتی ہے جس نے روح المعانی میں اپنے وہابی نظریات کو داخل کیا ہے۔

اس کے بعد گھمن صاحب نے ''عبد الباری فرنگی محلی'' کی تکفیر کے حوالے سے اعتراض کیا جس پہ عرض ہے کہ بعد میں اعلیٰ حضرت نے ''الطاری الداری'' کے اندر یہ فریضہ انجام دے دیا تھا، جس کا خود دیوبندی حضرات کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس لیے خانصاحب نے حضرت مولانا عبد الباری صاحب کی تکفیر پر اپنا پورا زور صرف کر دیا۔'' (عبارات اکابر ص ۴۴)

لہٰذا اعتراض ساقط ہوا۔ اور جہاں تک پیر کرم شاہ کی بات ہے تو دیو بندی حضرات کے نزدیک شاہ صاحب نے رجوع کرلیا تھا۔ چنانچہ خالد محمود لکھتا ہے:۔

> ''لیکن کیا یہ مقام افسوس نہیں کہ پیر کرم شاہ صاحب اپنے اس مؤقف پر جم نہ سکے اور مریدوں کے جمگھٹے میں انہیں بھی بریلوی دھارے میں بہنا پڑا اور امت مسلمہ کو تھوک تکفیر کا صدمہ ہر چھوٹے بڑے بریلوی کے ہاتھوں سہنا پڑا۔''

(مطالعہ بریلویت، ج۱ ص ۴۱۳)

اس کے بعد جناب نے اعلیٰ حضرت کا تعارض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور پوری عبارت نقل کرنے میں خیانت کی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:۔

> ''عقول عشرہ کا تمام نقائص و قبائح سے مقدس و منزہ، اور ان کے علم کا تام و محیط باحاطہ تامہ ہونا نقل کیا۔''

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۴۴)

اس عبارت میں علم محیط کی گفتگو ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم مبارک محیط نہیں بلکہ جزئی ہے۔ اور یہ بات دیو بندی حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت کی عبارت ''حضور کو ملکہ شعر گوئی کا عطا نہ ہوا'' پہ علمائے اہلسنت کی تنقید نقل کی جس پہ عرض ہے پہلی بات تو یہ کہ "ماکان و مایکون" کا علم بھی محدود ہے اور اللہ رب العزت کے علم کا ایک جز ہے کل نہیں۔ اور جہاں تک یہ اعتراض کہ اعلیٰ حضرت نے ملکہ شعر گوئی کے متعلق لکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں ملا تو عرض

ہے کہ ملکہ کی نفی سے مطلقاً علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''علم خیر الانام ص ۱۷ تا ۴۷۔ اس کے بعد جناب نے ''خالص الاعتقاد'' کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی جس کا اس مذکورہ رسالہ سے تعلق ہی نہیں اور نہ ہی یہ امام اہلسنت کی عبارت ہے باقی اس عبارت پہ تفصیلی گفتگو پھر کسی جگہ پیش کی جائے گی فی الحال عرض ہے مولوی محمد امین صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''یہ مفہوم مخالف ہے۔ جس کا احناف بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ ہاں! جو اعتبار کرتے ہیں وہ حنفیوں میں شامل نہیں۔'' (التحقیق المتین، ص ۱۵۱)

لہٰذا دیوبندی حضرات اس عبارت کا مفہوم مخالف نہیں کر سکتے۔ جہاں تک انوار ساطعہ کی عبارت ہے تو عرض ہے ہمارے نزدیک حاضر و ناظر سے مراد حضوری علم ہے اور جس کی نفی انوار ساطعہ میں وہ جسم کے ساتھ حاضر ہونا ہے جس سے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور نجدی علماء کی پابندی پہ تفصیلی بحث ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اور گناہوں کی طرف رغبت کا بہتان

> ''امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نادر روزگار، عظیم المرتبت فقیہ اور سچے عاشق رسول تھے۔ ان کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے وقف تھی۔'' (تحفظ ختم نبوت اہمیت وفضیلت ص ۴۷۵)

اس کے بعد جتنے بھی اعتراضات کیے ہیں ان کے مفصل جوابات ہم ساجد صاحب کے مضمون کے جواب میں عرض کر آئے ہیں وہیں دیکھیں۔ اس کے بعد جناب نے لفظ شاھد کے ترجمہ کے حوالے سے مولانا عمر اچھروی کا اعتراض نقل کیا جبکہ جہالت کی انتہا ملاحظہ کریں کہ اچھروی صاحب نے تو وہابی مولوی کا اعتراض نقل کیا ہے مگر گھمن صاحب نے اسے اچھروی صاحب کا کلام بنا کر اپنی خیانت اور جہالت کا واضح ثبوت دیا ہے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

اس جگہ جناب نے "انما" کے ترجمہ پہ سعیدی صاحب کے حوالے سے اعتراض کیا جواباً عرض ہے کہ سعیدی صاحب نے مطلقاً انما کے ترجمہ کو جہالت نہیں کہا بلکہ اس آیت کے سیاق و سباق کے پیش نظر کہا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت پہ کچھ اعتراض نہیں۔

ایک اور اعتراض کا جواب

اس کے بعد جناب نے ''عرفانِ شریعت'' سے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ نقل کیا کہ حنفیوں کی نماز شافعی حضرات کے پیچھے نہیں ہوتی۔ تو عرض ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ یہ فتوی حیاتِ اعلیٰ حضرت میں بھی موجود ہے، وہاں صاف لکھا ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۵۷۵۔ ۵۷۶)

اسی طرح ''عرفانِ شریعت'' کے پرانے نسخے میں بھی یہی بات موجود ہے کہ نماز ہو جاتی اور غیر مقلدین سے متعلقہ سوال اس کے بعد کا ہے۔

اس کے بعد حسب سابق ''نقطہ برابر خطا ممکن نہیں'' پہ اعتراض کیا جس کا جواب ہم ماقبل میں دے آئے ہیں، پھر اعتراض کیا۔ ''ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا۔'' تو عرض ہے۔ یہ کتابت کی غلطی ہے جس کی وضاحت مختلف کتب اہلسنت مثلاً ''قہر خداوندی''، آئینۂ اہلسنت وغیرہ میں موجود ہے وہیں دیکھا جائے۔ اس کے بعد اعتراض کیا کہ ان کے چہرے سے حسن مصطفی کی جھلک نظر آتی تھی، کتنی عجیب بات تھانوی صاحب سے سیرت انبیاء کی جھلک نظر آئے تو وہ قابل اعتراض نہیں مگر حسن مصطفی کی جھلک پہ دیوبندی حضرات کو اعتراض ہے۔ اور جناب نے جو بچپن والے واقعے پہ اعتراض کیا تو حضرت کرتہ اٹھا کر ستر دکھانے کو نہیں بلکہ آنکھیں چھپانے اور پرسوز نصیحت عطا کرنے کو من جانب اللہ کہا گیا ہے۔

باب سوم

کنز الایمان پہ الیاس گھمن کی تحقیق کا تفصیلی جائزہ

گھمن صاحب بزعم خود ''کنز الایمان'' کو رد کرنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> بہر حال کنز الایمان کو مسترد کرنے کی کئی وجوہات ہیں ان میں منجملہ یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کرتے ہوئے نہ سابقہ تراجم کو پیش نظر رکھا اور نہ سابقہ مفسرین کی تفاسیر کو دیکھا بلکہ برجستہ اور بغیر سوچے سمجھے ترجمہ لکھوا دیتے اور یہ لکھوانا بھی قیلولہ اور آرام کے وقت ہوتا۔
>
> (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۹۳)

قارئین! جہاں تک گھمن صاحب کا یہ کہنا کہ کنز الایمان کو مسترد کر دیا گیا ہے یہ ان کی غلط فہمی ہے ورنہ ہمیں اتنا ہی بتلا دیں کہ حضرت کو اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جو چیز مسترد ہو چکی اس کے خلاف لکھنے کی کیا وجوہات تھیں؟ اور ''کنز الایمان'' کی حقانیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آج کل کے دیوبندی مترجمین نے امام اہلسنت کی پیروی شروع کر دی ہے جیسا کہ ہمارے ناظرین ماقبل میں ملاحظہ کر آئے ہیں۔ اور گھمن صاحب کے اس جھوٹ کو تو ہمارے قارئین بھی اب محسوس کر لیں گے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ مفسرین کے

مطابق ہے یا نہیں۔آگے لکھتے ہیں کہ ''خود بریلوی حضرات نے اسے مسترد کیا ہے۔''اور دلیل کے طور پہ چند حوالہ جات نقل کیے۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کنزالایمان کے چند الفاظ متروک ہیں۔قارئین ایسا ہونا ناممکن ہے۔کنزالایمان ۱۹۱۲ء میں معرض وجود میں آیا،اس وقت کی اور آج کی اردو میں کافی فرق ہے مگر یہ بھی صاحب کنزالایمان کی کرامت ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود صرف چند الفاظ جن کی تعداد ۱۶ یا ۱۸ بتائی جاتی ہے متروک ہیں ورنہ آج بھی کنزالایمان اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ امت کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔پھر اگر یہ کہنا کہ کچھ لفظ متروک ہو گئے ہیں یہ اس ترجمہ کو مسترد کرنا ہے تو سنیے،جناب تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''اردو کے مستند ترجمے جو اس وقت موجود ہیں وہ عام مسلمانوں کی سمجھ سے بالاتر ہو گئے ہیں۔''
>
> (آسان ترجمہ قرآن پیش لفظ)

اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ تقی عثمانی صاحب نے تمام دیوبندی تراجم کو مسترد کر دیا۔تو گھمن صاحب اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ کے گھر والوں نے آپ کے تراجم کو مسترد کر دیا ہے تو آیئے ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ ایسے متروک تراجم کو چھوڑیے اور کنز الایمان کو اپنایئے۔پھر جناب نے جو پروفیسر صاحب کا حوالہ نقل کیا یہ اس وقت کی صورتحال تھی۔اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔''کنزالایمان'' اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہو رہا ہے حتیٰ کہ پبلشرز حضرات سے اس کی ڈیمانڈ بھی پوری نہیں ہو پاتی۔

کنز الایمان اور علمائے اہلسنت

گھمن صاحب نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ علمائے اہلسنت نے ہی کنز الایمان کو غلط قرار دیا ہے اس سلسلہ میں حضرت نے چند اعتراضات نقل کیے ہیں جن کے جوابات حاضر ہیں۔

(۱) لیغفر لك الله ماتقدم....

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

مذکورہ ترجمہ پہ جناب نے سعیدی صاحب، صاحبزادہ زبیر اور سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کی تنقید نقل کی۔سعیدی صاحب کے متعلق تو ہم بتا چکے ہیں کہ وہ اپنے ان الفاظ سے رجوع کر چکے ہیں اور جہاں تک صاحبزادہ صاحب کا تعلق ہے تو ان کے متعلق بھی وضاحت ماقبل میں موجود ہے پھر وہ بھی اپنے الفاظ سے رجوع کر چکے۔(ماہنامہ سوئے حجاز) اور مولانا مدنی اشرفی کا قول جمہور کے مقابلے میں ناقابل اعتناء ہے جس کی وضاحت بھی ماقبل میں ہو چکی ہے۔

(۲) اهبطوا مصرا

قارئین اس آیت میں لفظ مصر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں یا تو اس مصر سے مراد خاص مصر ہے یا اس سے مراد کوئی بھی شہر ہے امام اہلسنت نے دو تفاسیر کو ترجمہ میں سمویا ہے یہ بات درست ہے ترجمہ میں ایک راجح دوسرا مرجوح ہے مگر بعض اوقات مترجمین اس قسم کی صورتحال میں دونوں قسم کے اقوال کو جگہ دیتے

ہیں۔جناب تھانوی صاحب نے سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۶ کا جو ترجمہ کیا ہے اس کے بارے میں اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت تھانوی نے آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دونوں اقوال کے مطابق اس کا ترجمہ کیا ہے۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۳۳۸)

اب ذرا ان اقوال کے متعلق قاسمی صاحب کی رائے بھی قابل دید ہے فرماتے ہیں:۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کے جس قول کو راجح قرار دیا ہے وہ قول شانِ نزول کی تفسیر کے لحاظ سے نہایت مستحکم ہے۔اور اس کے مقابلہ میں دوسرا قول اس قابل ہی نہیں کہ اس کو اس آیت پاک کی تفسیر میں جگہ دی جائے۔ (محاسن موضح قرآن ص ۳۳۸)

اب قاسمی صاحب کے بقول دوسرا قول سرے سے ہی قابل اعتناء نہیں مگر پھر بھی تھانوی صاحب نے اس کو جگہ دی ہے۔کیا اب ہم یہ کہیں کہ قاسمی صاحب نے تھانوی صاحب کے ترجمہ کو رد کر دیا ؟ کیا گھمن صاحب اس بات کو تسلیم کر لیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو مفتی صاحب نے بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا رد نہیں کیا بلکہ ایک قول کا ضعیف ہونا بیان کیا ہے پھر مفتی صاحب نے ''حصر'' کے قول کو ضعیف کہا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ اعتراض نہیں کیا۔

(۳) اس جگہ گھمن صاحب نے اعلیٰ حضرت کے رب العالمین کے ترجمہ ''مالک سارے جہان والوں کا۔'' پر پیر کرم شاہ کی تنقید نقل کی ہے اور اس

کا مأخذ جمال کرم ہے اور جناب کی شومئ قسمت کہ نا تو مصنف کی ایسی حیثیت ہے کہ اسے اعلیٰ حضرت کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ کتاب اس درجہ کی ثقہ ہے کہ اس کی ہر بات کا اعتبار کیا جاسکے لہذا یہ حوالہ جناب کو ہرگز سود مند نہیں۔

(۴) اس جگہ گھمن صاحب نے سورۂ قصص کی آیت نمبر ۲۷ کے ترجمہ پہ تنقید نقل کی جس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے یوں کیا ہے:۔

ترجمہ: کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔

اس ترجمہ پہ جناب نے سب سے پہلے مفتی اقتدار نعیمی صاحب کی تنقید نقل کی جو مسلمہ شخصیت نہیں اور خود دیوبندی حضرات کو اس بات کا اقرار ہے کہ اقتدار صاحب کا انکار کیا گیا ہے۔ (ہدیۂ بریلویت ص ۲۵۳)

لہذا ان کو ہرگز ہمارے خلاف پیش نہیں کیا جاسکتا، اور اس آیت کی تفسیر میں شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''شاید یہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے حنفیہ کے ہاں اب بھی اگر بالغہ راضی ہو تو اس طرح خدمت اقارب مہر ٹھہر سکتا ہے۔'' (تفسیر عثمانی ص ۵۱۷)

(۵) وانظر الی حمارك۔۔۔۔۔۔ (البقرۃ۔۲۵۹)

ترجمہ:۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں سلامت تک نہ رہیں۔ یہ اس لیے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان

دیتے ہیں۔

قارئین !اس جگہ گھمن صاحب نے اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ''ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔'' غلط ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ہڈیاں سلامت تھیں مگر بکھری پڑی تھیں (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۹۹) تو عرض ہے امام اہلسنت کا ترجمہ اسی مفہوم کو ادا کرر ہا ہے۔کہ ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں مطلب اپنی اصل حالت میں نہ رہیں اور بکھر گئیں۔ یہ تو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی فصاحت ہے کہ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔اور اس پہ قرینہ اس آیت کا مکمل ترجمہ ہے کیونکہ آگے ان ہڈیوں کے جوڑنے کا ذکر ہے لہٰذا امام اہلسنت کا مطلب یہی ہے کہ ہڈیاں اپنی اصلی حالت میں نہ رہیں۔

(۶) اعلیٰ حضرت نے تجئرون کا ترجمہ ''پناہ لینا'' کیا ہے جس پہ جناب والا کو اعتراض ہے تو عرض ہے اگر لغت ہی اٹھا کر دیکھ لیتے تو یہ اعتراض نہ کرتے۔اردو لغت میں ''پناہ'' کے معنی: امن، عافیت، حفاظت، نگرانی حمایت، سہارا، امداد وغیرہ کے ہیں عربی لغت میں جورۃ جارۃ سے استجارۃ۔معنی ہے: کسی سے پناہ لینا، فریاد رسی کرنا، چاہنا، مدد مانگنا، اس طرح مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ بلیغ اور وسیع المطالب ہے اور ان تمام تراجم کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جن کو جناب نے نقل کیا۔

(۷) اعلیٰ حضرت نے ''النساء'' کی آیت نمبر ۵۷ میں قتل کا ترجمہ ''شہید'' کیا کیونکہ یہ لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا مگر گھمن صاحب کو اس پہ بھی اعتراض ہے لکھتے ہیں:۔

''قارئین ذی وقار! آپ اس بات کو سوچیۓ کہ قرآن پاک نے تو یہودیوں کا قول نقل کیا ہے اور دشمن کبھی بھی اپنے مقابل کے لیے اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔بھلا دشمن بھی کبھی اپنے مقابل کو شہید کہتا ہے؟'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۰۱)

قارئین! ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ترجمہ کرتے وقت سب سے اہم چیز مقام الوہیت اور دربار رسالت کا ادب و احترام ہے اس لیے ترجمہ کرتے وقت اس کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا تو اسی کے پیش نظر امام اہلسنت نے یہ ترجمہ کیا۔جہاں تک یہ اعتراض کہ یہ یہود کا قول ہے تو عرض ہے یہود جو کہیں گے سو کہیں گے لیکن جب ہم کہیں گے تو ادب رسالت کا خیال رکھ کر کہیں گے۔اور اگر آپ کو یہود کا طرز تخاطب پسند ہے تو یہ آپ کی قسمت۔

(۸) **قارئین!** اعلیٰ حضرت نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۳۴ میں راہب کا ترجمہ ''جوگی'' کیا ہے جس پہ جناب کو اعتراض ہے۔اس پہ عرض ہے کہ حضرت نے مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کا حوالہ نقل کیا کہ راہب کہتے ہیں'' تارک الدنیا گوشہ نشین۔'' بس اگر جناب جوگی کا معنی بھی دیکھ لیتے تو یہ اعتراض نہ کرتے۔فیروز اللغات میں ہے:۔

''جوگی: وہ مرد جس نے دنیا ترک کر کے فقیری لے لی ہو۔''

(فیروز اللغات ص ۲۶۲)

کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہے لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

(۹) قال رب انی وھن العظم منی

ترجمہ: عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی ہے۔

اس جگہ گھمن صاحب کو اعتراض ہے کہ اعلیٰ حضرت نے الف لام جنسی کو پہچانا نہیں اور العظم کا ترجمہ ہڈی کر دیا جبکہ صحیح ترجمہ ہڈیاں ہیں۔'' عرض ہے جناب غور تو کریں کہ یہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کے لیے دعا کی اور عرض کیا کہ میری ہڈی کمزور ہوگئی۔ اس ہڈی سے مراد صلب یعنی پشت کی ہڈی مراد ہے جو نطفہ کی جائے قرار ہے۔ قرآن میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے :''یخرج من بین الصلب والترائب۔'' جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔ چونکہ مرد کا نطفہ پیٹھ میں ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے (ہم صرف ترجمہ نقل کرنے پہ اکتفا کرتے ہیں):۔

ترجمہ: ۔یعنی وہن کا معنی کمزور ہے اور اس کی وہن کی نسبت ہڈی کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہ جسم و بدن کا ستون ہے۔ جب وہ کمزور ہوجائے تو تمام جسم کمزور ہوجاتا ہے اور قوت ختم ہوجاتی ہے۔ (روح المعانی ج۹ ص ۵۹)

لہٰذا یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ بدن کا ستون ریڑھ کی ہڈی ہے اور وہی معتبر ہے۔ تفصیل کے لیے ''تسکین الجنان'' ملاحظہ کریں۔ اس کے بعد جو دو اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب ہم ماقبل میں دے آئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترجمہ میں ''تو'' کہہ کر مخاطب کرنا گستاخی؟

گھمن صاحب نے اس جگہ چند حوالہ جات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ترجمہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ ''تو'' کا استعمال گستاخی

ہے جبکہ ان پیش کردہ کسی ایک حوالہ سے بھی ان کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ابن پیر کرم شاہ حفیظ البرکات صاحب نے ''اردو زبان میں ''تو'' کہہ کر بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی کہا ہے یہ ہرگز نہیں لکھا کہ رب تعالیٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''تو'' کہنا بے ادبی ہے اسی طرح دیگر حوالہ جات میں بھی یہی بات موجود ہے۔لیکن ہم جناب کو گھر کی سیر کرا دیتے ہیں۔علامہ خالد محمود صاحب اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''پھر دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے کس بے ادبی میں تو کا لفظ لایا گیا ہے۔'' (عبقات ج ۲ ص ۲۷۲)

یعنی خالد صاحب کے نزدیک ترجمہ میں بھی ''تو'' کا استعمال گستاخی ہے تو اب ہم گستاخان دیوبند کے چہرے سے نقاب بھی ہٹا دیتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ دوسروں پہ فتوے لگانے والوں کے گھر کس قدر آلودہ ہیں۔سورہ البقرہ کی ۔

(ا) آیت نمبر ۲۷۳ کا ترجمہ دیوبندی تراجم سے ملاحظہ ہو:۔

تو پہچانتا ہے ان کو ان کی علامت سے۔(تفسیر فہم القرآن ج ا ص ۱۸۵)

تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے۔(تفسیر عثمانی ص ۵۸)

پہچانتا ہے تو انکو ساتھ چہرے ان کے۔(ترجمہ شاہ رفیع الدین)

تو انہیں ان کے بشرہ ہی سے پہچان لے گا۔(ترجمہ عبدالماجد دریا آبادی)

تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے۔(تفسیر جواہر القرآن ص ۱۸۳)

اب ہم خالد صاحب اور جناب گھمن صاحب سے التماس کرتے ہیں جلد

ہی ان سب کی گستاخی پہ بھی ایک کتاب لکھی جائے اور یہ بتایا جائے کہ کس طرح آپ کے گھر کے فتوے گھر والوں پہ فٹ ہو رہے ہیں ۔

فلک کو پڑا کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کر خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

کیا ذو معنی الفاظ کا استعمال گستاخی ہے؟

گھمن صاحب کو حوالہ جات نقل کرنے کا تو بہت شوق ہے مگر جناب میں اتنی بھی اہلیت نہیں کہ اردو کی سادہ عبارات کو سمجھ سکیں۔ جناب نے کچھ علماء کی عبارات نقل کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ذو معنی الفاظ کا استعمال گستاخی ہے اور پھر اس کے بعد کنز الایمان سے کچھ الفاظ لے کر ان کے لغوی معنی پہ اعتراض کیا ہے جو ان کی جہالت ہے ہم پہلے بھی کافی وضاحت کر آئے ہیں کہ الفاظ کے گستاخی ہونے کا دار و مدار عرف پہ ہے لغوی معنی پہ نہیں۔ پھر ابو ایوب صاحب نے لکھا: ۔

''گھات کے کئی معنی ہیں مثلا: خفیہ تدبیر، ارادہ وغیرہا، تو کیا یہ
معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتے ؟ اگر لیے جا سکتے ہیں تو پھر یہ لفظ
کیوں ممنوع ہے۔'' (نور سنت کا کنز الایمان نمبر ص ۱۹۴)

یعنی اگر کسی لفظ کے اچھے معنی ہوں تو وہ مراد لیے جا سکتے ہیں لہٰذا اس سے بھی گھمن صاحب کے تمام اعتراضات کا مکمل جواب ہو گیا۔ جتنی وضاحت ہم ما قبل میں اور یہاں دوبارہ عرض کر چکے ہیں اس کے بعد مزید گفتگو کی ضرورت تو نہیں لیکن جب تک ان کو ان کے گھر کے چور نہ دکھائے جائیں تب تک ان کو بھی

سکون نہیں آتا ،ہم قاضی زاہد صاحب کا حوالہ نقل کر چکے: ۔

''ایسا کلام جس سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو اس کا کہنا ،سننا اور لکھنا بھی حرام ہے۔'' (با محمد باوقار ص ۱۱۴)

مزید لکھتے ہیں: ۔

''آپ کی شان اقدس میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے بلا ارادہ بھی گستاخی یا بے ادبی کا پہلو نکل سکتا ہو۔تو اب سچے مسلمان پہ لازم ہے کہ وہ ایسے گستاخوں اور بے ادبوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق قائم نہ رکھے۔'' (با محمد باوقار ص ۱۰۴)

نیز:

''کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکالے جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہو۔''

(با محمد باوقار ص ۱۱۲)

ایسے ہی کہا: ۔

''ایسا کلمہ نہ کہے جس سے بلا ارادہ بھی گستاخی یا بے ادبی کا پہلو نکل سکتا ہو......ورنہ وہ بھی اسی آگ میں جلے گا جس میں گستاخ جلیں گے'' (با محمد باوقار صفحہ ۶۲: قاضی محمد زاھد الحسینی)

ان تمام عبارات کا خلاصہ وہی ہے جو جناب نے علمائے اہلسنت کی کتب کا بیان کیا

ہے اب ہم اسی اصول پہ دیو بندی تراجم بھی پرکھ لیتے ہیں ۔جناب نے سب سے پہلا اعتراض لفظ ''بے پرواہ'' پہ کیا جبکہ ''غنی'' کا یہی ترجمہ شاہ رفیع الدین نے بھی کیا ہے اب گھمن صاحب شاہ صاحب پہ بھی گستاخی کا فتویٰ لگا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غنی کا ترجمہ ''بے پرواہ'' کیا ہے۔اب گھمن صاحب لغت کی کتابیں کھنگالیں اور شاہ صاحبان پر بھی فتویٰ لگانے کی جرأت کریں۔پھر لغت میں ''بے نیاز'' کا مطلب ''بے پرواہ'' ہے جو غنی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔لہٰذا قابل عتراض نہیں۔بہر حال ہماری یہ اصولی گفتگو اس سلسلہ کے بقیہ اعتراضات کے جواب میں کافی ہے۔

کنز الایمان اور لفظ خدا

جناب گھمن صاحب نے لفظ خدا کے ترجمہ پہ غزالی زماں کی تنقید نقل کی جب کہ غزالی زماں خود لکھتے ہیں:۔

''خدا سے ترجمہ کرنا بھی درست ہے۔''

جب یہ ترجمہ کرنا درست ہے تو اعتراض کیسا؟ اور پھر اس سے عقیدے پہ کوئی حرف نہیں آتا لہٰذا یہ اختلاف مذموم نہیں۔دیو بندی مفسر لکھتے ہیں:۔

''اس پوری تفسیر میں لفظ خدا نہیں ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ لفظ خدا کہنے سے اللہ کی طرف سے کسی اجروثواب کا وعدہ نہیں ہے۔'' (تفسیر بصیرت القرآن ج ا ص ٦)

ہمیں امید ہے کہ گھمن صاحب اس عبارت کی روشنی میں یہ سرخی بھی ضرور قائم کریں گے کہ'' دیوبندی تراجم اجروثواب سے محروم ہیں۔''

دوقومی نظریے کا مخالف کون؟

قارئین! الزامی گفتگو کے ذریعے حقائق کو مسخ نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہ بات پوری دنیا پہ واضح ہے کہ جس مسلک نے بڑھ چڑھ کر پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ مسلک دیوبند ہے۔جس پہ تفصیلی گفتگو تو ہم نے اپنے مضمون ''جی ہاں دیوبندی انگریز کے ایجنٹ ہیں۔'' میں کی ہے جو ہماری کتاب ''محاکمہ دیوبندیت'' میں شامل ہے لیکن اس جگہ بھی ہم چہرۂ تاریخ سے نقاب الٹنا چاہتے ہیں۔حسین احمد مدنی صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے:۔

''اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہندوستان کے رہنے والے سب مذہب وملت کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی اختلاف رکھتے ہوں مگر ہندوستانی ہونے کا رشتہ انہیں ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے۔اس رشتہ کی بنا پر ان کے مفادات مشترک ہیں اور نقصانات بھی مشترک۔ ہندوستانی ہونے کے لیے جو چیز ہندوؤں کے لیے مفید ہے وہ مسلمان

کے لیے بھی مفید ہے اور جو مسلمان کے لیے نقصان رساں ہے وہ لامحالہ ہندو کے لیے بھی نقصان رساں۔ اس رشتہ کی بنا پر سب کا ''نیشن'' ایک اور ان کی قومیت متحد ہے۔''

(حیات شیخ الاسلام ص ۱۰۹)

قارئین یہ دیو بندی خیالات ''دوقومی نظریئے'' کے سخت مخالف اور اس کی اساس کو منہدم کرنے والے ہیں۔ مزید سنئے قاری طیب صاحب لکھتے ہیں: ۔

''حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تو کانگریس کے حامی تھے، کانگریسی تھے اور کانگریس کے کٹر قسم کے حامی تھے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۳۱۲)

یہ بھی یاد رہے: ۔

''کانگریس کی حمایت کفر کی حمایت ہے۔''

(حیات مفتی اعظم ص ۱۵۱)

جناب ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: ۔

''مولانا مدنی چونکہ تقسیم کی مخالف جماعت اور قوم پرور مسلمانوں کے رہنما تھے۔''

(سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری ص ۱۴۹)

یہ حوالہ جات اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ دوقومی نظریے کا مخالف اور پاکستان کے وجود کے خلاف کون لوگ ہیں۔ پھر جو غزالی زماں کی تنقید نقل کی اس کا مذکورہ آیت کے ساتھ تعلق ہی نہیں کیونکہ یہاں خطاب عام ہے

جناب تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تو قومہ میں قوم کی تخصیص اس اعتبار سے ہے کہ مخاطب اول وہی تھے اور دوسرے ان کے واسطے سے اور جب بعث عام ہے تو مکذبین اور منذرین بھی سب کو عام ہوگا۔''

(حکیم الامت ص ۷ ۴۳)

حاضرو ناظر اور کنزالایمان

قارئین! جناب نے سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر ۸۷ کا ترجمہ نقل کیا جس میں اللہ کے لیے حاضر کا لفظ موجود تھا پھر بزعم خود علمائے اہلسنت کے اس کے خلاف حوالہ جات نقل کئے جبکہ عرض ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے حاضرو ناظر کا اقرار ہے وہاں علمیت مراد ہے اور جہاں نفی ہے وہاں لغوی اور حقیقی معنی مراد ہیں چونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے زمان ومکان ثابت ہوتا ہے اور اللہ زمان ومکان سے پاک ہے۔ گھمن صاحب خود لکھتے ہیں:۔

''درحقیقت کوئی مقام ایسا نہیں جسے اللہ کا مکان کہا جا سکے کیونکہ اللہ تو لا مکان ہے اور وہ زمان ومکان کی قیودات سے مبرأ و برتر ہے۔'' (المہند پر اعتراضات کا جائزہ ص ۲۲۳)

جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔'' (مطالعہ بریلویت ج۵ ص ۲۶۵)

جناب نور الحسن بخاری صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور کبھی نہ بھولیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا۔۔۔۔یہ سب صفت علم کے اعتبار سے ہے۔ورنہ ذات الٰہی تو جسم و تجسم سے پاک ہے۔''

(توحید و شرک کی حقیقت ص ۲۰۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کے ساتھ جب حاضر و ناظر کا لفظ ہو گا تو اس سے صفت علم مراد ہے اور جہاں اس کی نفی ہے وہاں زمان و مکان کے لحاظ بمعنی لغوی ہے۔

کنز الایمان ترجمے کی کمزوریاں یا گھمن صاحب کی جہالت

(۱) قال لا قتلنك ۔ (المائدہ:۲۷)

گھمن صاحب سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۲۷ کے ترجمہ پہ ''لام'' کا ترجمہ قسم کرنے کے حوالے سے اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''قارئین کرام! شریعت میں قسم کے لیے الفاظ مقرر ہیں لیکن خان صاحب کی ٹھوکر ملاحظہ کریں کہ لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ کو قسم سمجھ بیٹھے۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۲۱)

گھمن صاحب اگر آپ وہ الفاظ ہی نقل کر دیتے جن کو شریعت نے قسم کے لیے مقرر کیا ہے تو ہمارے ناظرین کے لیے آسانی ہوتی۔اور جہاں تک بات ٹھوکر کھانے کی ہے تو جناب ٹھوکر اعلیٰ حضرت نے نہیں آپ نے کھائی ہے جو قلت

علم کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے شاہکار ترجمہ کنز الایمان پہ اعتراضات شروع کر دیئے ہیں۔ جناب اگر آپ نے جلالین ہی پڑھی ہوتی تو کم از کم اس اعتراض سے پہلے کچھ سوچ و بچار ضرور کرتے۔ وہاں صاف صاف موجود ہے کہ لام قسم کے لیے بھی آتا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مترجم اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے (لام قسمیہ ہے) جلالین مع کمالین ج ۲ ص ۵۶۔

(۲) منهم امة مقتصدة وكثيرمنهم ساء ما يعملون (المائدہ: آیت ۶۶)

ترجمہ:۔ ان میں کوئی گروہ اعتدال پر ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

گھمن صاحب اس ترجمہ پہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''کیا اس ترجمہ سے یہ نہیں واضح ہو رہا کہ اگر کوئی گروہ اعتدال پر ہے تو اس میں بھی اکثر لوگ برے کام کر رہے ہیں۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۲۱)

نہایت ہی لچر اور فضول قسم کا اعتراض ہے اور صرف کتاب کی ضخامت میں اضافہ کا سبب ہے کیونکہ منهم کا مرجع اہل کتاب ہیں اا ور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ''اس میں'' کا تعلق بھی گروہ اہل کتاب سے ہے نہ کہ اعتدال والے گروہ سے۔ اس لیے کوئی اشکال نہیں۔

(۳) المائدہ کی آیت نمبر ۶۰ کا ترجمہ امام اہلسنت نے یوں کیا ہے:

ترجمہ: وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری۔

اس ترجمہ پہ بھی گھمن صاحب کو اعتراض ہے کہ ''اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کو بندر، سور اور شیطان کا پجاری بنا دیا حالانکہ یہ بات غلط اور تحریف قرآن ہے'' جبکہ گھمن صاحب کی یہ اپنی اختراع ہے ورنہ اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ شیطان کے پجاریوں پہ اللہ کا غضب ہوا۔ تفسیر حقانی میں اسی آیت کا ترجمہ ہے:۔

''اور ان میں سے بندر اور سور بنا دیئے اور وہ لوگ جنہوں نے شیطان کو پوجا۔'' (تفسیر حقانی ج۲ ص۲۸۸)

ان گھمن صاحب کے اصول سے مفسر حقانی نے بھی قرآن میں تحریف کی ہے۔ مزید سنئے عبدالحمید صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔

''اور بنایا ہے ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر اور وہ جنہوں نے شیطان کی پوجا کی۔'' (تفسیر معالم العرفان ج۶ ص۲۹۴)

(۴) یہاں گھمن صاحب کو المائدہ کی آیت نمبر 95 میں ''جزاء'' مویشی کو قرار دینے پہ اعتراض ہے جبکہ دیوبندی حضرات نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے جو ان کو بقول گھمن صاحب حنفیت سے علیحدہ کر رہا ہے:۔

اور جو شخص قتل کریگا اس شکار کو تم میں جان بوجھ کر پس بدلہ ہے اس کے قتل کیے ہوئے کے برابر مویشیوں میں سے

(تفسیر معالم العرفان ج۶ ص۴۰۷)

اسی طرح تفسیر حقانی ج ۲ ص ۳۰۴ اور آسان ترجمہ قرآن ص ۳۶۷ پہ بھی بعینہ یہی ترجمہ موجود ہے۔ جس کی صاف وجہ یہی ہے کہ مترجمین نے اس

مسئلہ میں اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ مگر گھمن صاحب کے فتوے کی رو سے یہ سب حنفیت سے علیحدہ ہو گئے۔

(۵) اس جگہ گھمن صاحب نے سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۶ میں ''وکیل'' کے ترجمہ ''کڑوڑا'' پہ اعتراض کیا ہے عرض ہے کہ جس دور میں امام اہلسنت نے یہ ترجمہ کیا تھا، اس وقت بریلی اور قرب و جوار میں روہیل کھنڈ کی ٹکسالی زبان کا تسلط تھا۔ اور کڑوڑا'' اسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی فرہنگ آصفیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

''وہ شخص جو عاملوں اور محصلوں پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے، افسروں کا افسر، حاکموں کا حاکم۔ بڑا عہدہ دار جس کے ماتحت اور عہدے دار بھی ہوں۔''

ایسے ہی فیروز اللغات میں ہے:۔

''حاکم اعلی۔ وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر۔''

اور شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کیے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔'' (تفسیر عثمانی ص ۷۸۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ درست ہے۔ جہاں تک یہ اعتراض کہ لفظ ''وکیل'' اور ''مصیطر'' کا ترجمہ ایک ہی لفظ سے کیا ہے تو یہی کام آپ کے شیخ الہند نے بھی کیا ہے انہوں بھی دونوں جگہ ''داروغہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۶) اس جگہ جناب نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۴۳ کے ترجمہ پہ سعیدی

صاحب کی تنقید نقل کی جس کا امام اہلسنت سے کچھ تعلق نہیں۔کیونکہ سعیدی صاحب اس جگہ مودودی صاحب کے ترجمہ پہ تنقید کررہے ہیں۔اور جناب کی پیش کردہ عبارت میں صاف موجود ہے:۔

''اس عبارت میں دیکھنے سے متبادر جاننا ہے۔''

(تبیان القرآن ج ا ص ۵۷۵)

یعنی مودودی صاحب کی عبارت میں دیکھنے سے مراد جاننا ہے نہ کہ مطلقاً اس کا یہ معنی ہے اس واسطے اعتراض ہرگز درست نہیں۔

(۷) اعلیٰ حضرت نے "لا یستحی" کا ترجمہ ''حیا نہیں فرماتا'' کیا ہے جس کے مقابلے میں جناب گھمن صاحب نے علامہ کاظمی کو پیش کیا ہے۔جس پہ عرض ہے کاظمی صاحب نے کہیں بھی اس کو غلط نہیں کہا بلکہ حیا نہ فرمانے کی تشریح کی ہے،اور گھمن صاحب کا اس کو قابل اعتراض بنا کر پیش کرنا حسب سابق جہالت کے مظاہرے کے سوا کچھ نہیں۔

کنز الایمان اور طہارت نسبی

قارئین! جناب نے اس جگہ اعتراض کیا ہے کہ کنز الایمان میں ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ میں لفظ ''اب'' کا ترجمہ باپ کیا گیا ہے اور پھر سعیدی صاحب سے نقل کیا ''چونکہ اردو محاورے میں چچا پر باپ کا اطلاق نہیں ہوتا'' اس لیے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ غلط ہے اور یہاں مراد والد ہے اور پھر آگے چل کر قریشی صاحب اور سیالوی صاحب کی تنقید نقل کی کہ جو ایسا کہے وہ طہارت نسبی پہ حملہ کرتا ہے۔(ملخصاً کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۲۵۔۱۲۹)

قارئین پہلی بات تو یہ ہے کہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں:۔

''عرب محاورات میں چچا پر باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے۔''

(تبیان القرآن ج ۳ ص ۵۵۴)

اور اسی رعایت کے پیش نظر خود سعیدی صاحب نے بھی ترجمہ ''باپ'' ہی کیا ہے لہٰذا کنز الایمان پہ اعتراض تو رفع ہوا۔اب جہاں تک تعلق ہے سیالوی صاحب اور مفتی حنیف صاحب کی عبارات کا تو اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ وہاں تحقیر کی نیت سے ہے کیونکہ تحقیق میں احتمال ہوتا ہے مگر یوں وثوق کے ساتھ ''آذر'' کو ابراہیم علیہ السلام کا والد قرار دینا دلی بغض کا اظہار ہے، جیسے سواتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''تارخ اور آذر ایک شخصیت کے دو نام ہیں اور دونوں بلا شبہ مشرک تھے''۔ (تفسیر معالم العرفان ج ۷ ص ۲۲۸)

جب اس قسم کا اسلوب آئے گا تو اس کو طہارت نسبی پہ حملہ ہی کہا جائے گا، کیونکہ اس انداز سے تحقیر کا پہلو جھلکتا ہے۔اور جن حضرات کا مفتی حنیف قریشی صاحب اور سیالوی صاحب رد کر رہے ہیں ان کے بغض رسالت میں کچھ شک نہیں اور خود دیوبندی مولوی مفتی عمیر لکھتا ہے:۔

''ثانیاً یہ کہ حضرت اوکاڑوی نے جو بغض صحابہ کہا ہے، وہ غیر مقلدوں کے لیے ہے، کیونکہ وہ صحابہ کرام سے بغض و حسد رکھتے ہیں۔'' (فضل خداوندی ص ۱۶۵)

بس ہماری طرف سے بھی یہی عرض ہے کہ جن حضرات کے بارے میں

علمائے اہلسنت کا کلام ہے وہ حضرات بھی بغض رسالت رکھتے ہیں۔انہیں کے قطب الارشاد سے سوال ہوتا ہے کہ والدین مصطفی مؤمن تھے کہ نہیں تو جناب فرماتے ہیں:۔

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۳۲)

اور جناب ایوب صاحب لکھتے ہیں:۔

''مگر تبسم صاحب نے اسے رد کہیں بھی نہیں کیا پوری کتاب میں تو یہ اب تبسم کے گلے کی ہڈی ہے۔''

(ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۲۰)

لہٰذا یہ نظریہ جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا اپنا ہے۔پھر ان کا یہ کہنا کہ امام اعظم کے نزدیک والدین مصطفی حالت کفر پر فوت ہوئے یہ بھی محل نظر ہے۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے جناب عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

''اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ "فی دور الکفر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر کی حالت میں مرے۔'' (تنبیہ الناس ،ص ۴۰)

اور جو قول گنگوہی صاحب نے امام اعظم کی طرف منسوب کیا ہے اس کے متعلق جناب عبدالجبار صاحب لکھتے ہیں:۔

''دراصل یہ اہل تشیع کی قے ہے جس کو ممیوں نے چاٹا ہے۔''

(تنبیہ الناس ص ۴۱)

مگر جناب کے علم میں شاید نہیں تھا کہ اسی تقے سے جناب کے قطب الارشاد بھی لطف اندوز ہوئے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر پہ فوت ہوئے اس کے متعلق ظفر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

''مگر اس میں شک نہیں کہ زید کے اس قول سے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت ہوتی ہے والذین یؤذون رسول اللہ فلھم عذاب الیم۔'' (امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۴۱ ۳)

محمود الحسن عارف لکھتے ہیں:۔

سب سے آخر میں نامور محقق اور خاتم المفسرین، علامہ آلوسی کا مؤقف پیش کرنا مناسب ہوگا کہ انہوں نے ایسے شخص کے متعلق جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں عقیدہ کفر کا رکھتا ہے، کفر کا فتویٰ دیا ہے

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد ص 52)

کنز الایمان اور شیخ جیلانی

جناب نے یہاں "ذنب" کی نسبت کے حوالے سے اعتراض کیا جبکہ ہم واضح کر آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بھی ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی ہے اور اس کی تغلیط نہیں کی اور نہ ہی شیخ جیلانی نے ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنے پہ کوئی فتویٰ لگایا ہے لہٰذا اس سے کسی قسم کی کچھ مخالفت لازم نہیں۔ پھر ہم

واضح کر چکے کہ مخالفت وہ مذموم ہے جس میں عقیدہ کا اختلاف پایا جائے جبکہ یہاں کسی قسم کے عقیدے کا اختلاف نہیں۔قاسمی صاحب کی یہ اپنی اختراع ہے۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حاضر وناظر کا لفظ برے معنی کا احتمال رکھتا ہے

یہاں گھمن صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے حضور کے لیے شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر کیا ہے پھر خود لکھا ہے کہ یہ لفظ برے معنی کے احتمال رکھتا ہے تو عرض ہے جناب گھمن صاحب اعلیٰ حضرت نے اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے ممنوع کہا ہے کیونکہ اللہ رب العزت زمان ومکان سے پاک ہے اس لیے اگر حاضر وناظر لفظ لغوی معنی کے لحاظ سے بولا جائے تو یہ معنی غلط ہے۔ پھر گھمن صاحب کو پتہ ہونا چاہیے کہ نسبت بدلنے سے الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔

(مودودی کے نظریات وفکار ص ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۲۲)

لہٰذا یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بولنا جائز ہے اور اللہ کے لیے یہ لفظ بمعنی ''علم'' استعمال ہوگا۔ پھر مزید عرض ہے کہ یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے برے معنی کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بحیثیت بشر زمان ومکان ثابت ہے۔اس لیے کوئی اشکال نہیں۔

کنز الایمان سے پیدا ہونے والا ایک وہم یا گھمن صاحب کی کم فہمی

گھمن صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ بھتر الوی صاحب کے نزدیک جب بات قوم بنی اسرائیل کی ہو رہی ہو تو بغیر تخصیص کے ترجمہ کرنا غلط ہے۔'' اس پر جناب نے سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۰ کا ترجمہ نقل کر کے اعتراض کیا۔ جواباً عرض ہے اس آیت میں بنی اسرائیل بطور قوم نہیں بطور انسان مخاطب ہے اور انسان کو زمانے بھر میں فضیلت ہے لہٰذا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

یعنی خدا کے انعامات عظیمہ کی شکر گذاری اور حق شناسی کیا یہی ہو سکتی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کر کے اللہ سے بغاوت کی جائے۔ پھر بڑے شرم کی بات ہے کہ جس مخلوق کو خدا نے سارے جہاں پر فضیلت دی وہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ (تفسیر عثمانی ص ۲۲۱)

مگر گھمن صاحب ان باریکیوں سے کہاں واقف ہیں اسلیئے تو نہایت لچر قسم کے اعتراضات پہ مصر ہیں۔

کیا رسول بھی شہید ہوئے؟

قارئین! گھمن صاحب کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک کوئی رسول شہید نہیں ہوا جس کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے ترجمہ کیا جبکہ

بھتر الوی صاحب نے رسل کی شہادت کو تسلیم کیا ہے تو عرض ہے جن آیات میں شہادت انبیاء کا ذکر ہے ان سے مراد وہ انبیاء کرام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں آئے اور ان میں سے کوئی بھی صاحب شریعت جدیدہ نہیں تھا۔ اور صاحب شریعت جدیدہ کو رسول کہتے ہیں اس لحاظ سے کوئی رسول شہید نہیں۔ اور اعلیٰ حضرت نے بھی رسول بمعنی شریعت جدیدہ کے لحاظ سے یہ بات کہی ہے۔ دوسری بات پھر قرآن میں کئی آیات میں رسول بمعنی نبی استعمال ہوا ہے۔ یہ حال گھمن صاحب کی پیش کردہ آیت کا ہے۔ وہاں بھی رسول کا لفظ انبیاء کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ ہم نے یہاں فقط اشارہ ہی کیا ہے۔ تفصیل کے لیے تحقیقات ص ۸۴ تا ۹۴ ملاحظہ کریں۔

انبیاء کی طرف قتل کی نسبت اور کنزالایمان

گھمن صاحب نے یہاں ''تسکین الجنان'' سے تنقید نقل کی کہ ''انبیاء کے لیے قتل کی نسبت جائز نہیں پھر کنزالایمان سے چند آیات کا ترجمہ نقل کیا جن میں انبیاء کی طرف قتل کی نسبت موجود ہے۔'' قارئین گھمن صاحب کو حوالے اکٹھے کرنے کا شوق ہے مگر جناب ان کا مطلب سمجھنے سے محروم ہیں۔ بھتر الوی صاحب کا اعتراض تھا ''ہر قتل شہادت کو مستلزم نہیں'' یعنی جب وقوع کو بیان کیا جائے گا تو یوں کہا جائے گا کہ انبیاء شہید ہوئے اور جناب نے جتنی آیات نقل کیں ان میں سے کسی ایک میں بھی وقوع کا ذکر نہیں لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

تشریف لائے، اور آوے میں فرق

گھمن صاحب نے تنقید نقل کی کہ ''آوے'' کا لفظ میں کیسا ادب و احترام؟'' پھر جناب نے کنزالایمان کے تراجم نقل کیے۔جن میں آئے کا لفظ ہے اور بھتر الوی صاحب نے لفظ'' آوے'' پہ اشکال وارد کیا ہے۔ان کی تنقید کا تعلق ''آوے'' سے ہے، نہ کہ آئے سے۔عبارت میں صاف صاف موجود ہے:۔

''ہر ذی شعور کے فہم وادراک سے بعید نہیں کہ تشریف لائے
جس طرح ادب و احترام پر دال ہے اسی طرح
''آوے''میں کیسے ادب واحترام؟''

(تسکین الجنان ص ۹۸)

اس لیے جناب کی ساری محنت بیکار رہے۔

کنزالایمان اور قرآن کا حقیقی مفہوم

گھمن صاحب نے بھتر الوی صاحب کی تنقید نقل کی کہ'' الموتیٰ'' سے مراد کفار ہیں اسی لحاظ سے ترجمہ ہونا چاہیے۔اس کے بعد بغیر سوچے سمجھے کنز الایمان سے کچھ آیات کا ترجمہ نقل کیا جس میں ''الموتیٰ'' کا ترجمہ''مردہ''تھا۔ بس جناب کو موقع مل گیا اور لگے اعتراض کرنے۔مگر جناب غور سے پڑھنے کی زحمت ہی گوارا کر لیتے تو جس آیت کے تحت بھتر الوی صاحب نے تنقید کی ہے وہاں یہ بات واضح نہیں ہے اس لیے''الموتیٰ'' کا ترجمہ کفار کے لحاظ سے کیا جائے گا مگر جو آیات گھمن صاحب نے نقل کیں ان کا سیاق و سباق خود ہی اس

بات کو واضح کرتا ہے کہ ''مردوں'' سے مراد کفار ہیں۔لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

کنز الایمان میں نحوی خرابی یا گھمن صاحب کی ناسمجھی

جناب گھمن صاحب نے سورۃ السباء کی آیت نمبر ۵۰ کے ترجمہ پہ بھتر الوی صاحب کی تنقید نقل کی جبکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔اور گھمن صاحب کے نقل کردہ اکثر حوالہ جات کا یہی حال ہے جو بقول سرفراز صفدر ان کے پاگل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔اس آیت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے یوں کیا ہے:۔

''تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا''

یہ ترجمہ واضح کرر ہا ہے کہ گفتگو مستقبل کے لحاظ سے ہورہی ہے جس کے بارے میں خود بھتر الوی صاحب نے لکھا: ''زمانۂ استقبال کے لحاظ سے صحیح ہے'' لہٰذا کوئی اعتراض نہیں۔

کنز الایمان اور شرک کی نسبت

گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

یہاں فاضل بریلوی نے انبیاءکرام کی طرف شرک کی نسبت کی ہے جبکہ بھتر الوی صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''مولوی فتح محمد کے ترجمہ میں شرک کی نسبت جمیع انبیاء کی طرف کی گئی ہے حالانکہ یہ بھی درست نہیں۔''

قارئین ذی وقار! کیا اعلیٰ حضرت بریلوی نے انبیاءکرام علیھم

السلام کی طرف شرک کی نسبت نہیں کی؟اگر مولوی فتح محمد کا ترجمہ غلط ہے تو فاضل بریلوی کے ترجمہ کے محاسن کیوں لکھے جائیں؟ (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۴۲۔ ۱۴۳)

قارئین! گھمن صاحب سوچنے کی زحمت بالکل گوارا نہیں کرتے اور اعتراض نقل کر دیتے ہیں۔عرض ہے جناب بھتر الوی صاحب کی تنقید کا تعلق ان آیات کے ساتھ ہے جہاں شرک کی نسبت مستقبل کے معنوں میں کی گئی ہے۔مثلاً جو تنقید آپ نے نقل کی ہے وہ بھتر الوی صاحب نے مندرجہ ذیل آیت کے ضمن میں کی ہے

کہ اگر تو نے شریک مان لیا تو اکارت جائیں گے تیرے عمل (محمود الحسن)

یعنی اگر شرک کرے گا تو اعمال ضائع ہوں گے۔تو اس ترجمہ سے بھتر الوی صاحب کا پیش کردہ اشکال لازم آتا ہے۔مگر جو آیت گھمن صاحب نے پیش کی وہ تو ماضی کی بات جو خود بخود اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ شرک سرزد ہوا ہی نہیں۔لہٰذا ہر بار کی طرح یہ اعتراض بھی لغو ٹھہرا۔

کیا کنز الایمان میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے؟

قارئین! یہاں گھمن صاحب نے وراثتی جوڑ توڑ کا کھیل کھیلتے ہوئے سورۂ الرحمٰن کا ترجمہ نقل کر کے اس پہ فیض احمد اویسی صاحب کی تنقید نقل کی کہ ''حضور ﷺ کا نام سادہ لفظوں میں نہیں لینا چاہیے''اس پہ عرض ہے کہ جناب

نے یہاں بھی حسب سابق اپنی جہالت کا منہ بولتا ثبوت دیا ہے کیونکہ اویسی صاحب کی اس تنقید کا تعلق ندا سے ہے جس کا اعلیٰ حضرت کی عبارت سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض سرے سے ہی لغو و باطل ہے۔

کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

اس کے بعد گھمن صاحب نے اعتراض کیا کہ ''ایک طرف تو علمائے اہلسنت نبی کریم ﷺ کو بشر مانتے ہیں مگر دوسری طرف خود اس کو کفر کہتے ہیں'' یہ بھی گھمن صاحب کی کم فہمی و جہالت ہے کہ جناب کو اردو کی عبارات سمجھ نہیں آتیں۔ کیونکہ انبیاء کو بشر کہنا یہ کفار کا طریقہ ہے اور کہنے پہ ہی اعتراض ہے ماننے پر ہرگز نہیں۔ اور خود خالد محمود نے بھی بشر کہہ کر پکارنے کو بے ادبی کہا ہے جناب لکھتے ہیں:۔

''اگر کسی نے کسی پیغمبر کو بشر کہہ کر یا آدمی کہہ کر بلایا تو انہیں اس طرح بشر کہنا واقعی بے ادبی کا ایک پیرایہ ہے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۲۴۶)

کنزالایمان میں ازواج مطہرات کی توہین کا الزام

اس جگہ گھمن صاحب نے التحریم کی آیت نمبر ۴ کے ترجمہ پہ پیر کرم شاہ کی تنقید نقل کی جو ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہیں اور نہ ہی ان سے کلی طور پہ اتفاق ضروری ہے اس لیے ان کو اعلیٰ حضرت کے مقابلے میں پیش کرنا خود دیوبندی اصول سے غلط ہے۔ پھر جناب نے حدائق بخشش حصہ سوئم کے اشعار پہ اعتراض

کیا جس کا بارہا جواب دیا جاچکا ہے اور ہم خود ان اشعار پہ تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ''رد اعتراضات مخبث'' میں کر آئے ہیں یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ پہلی بات تو حدائق بخشش حصہ سوئم کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف محل نظر ہے اور اس کو من وعن اعلیٰ حضرت کا کلام کہنا درست نہیں اور دوسری بات وہ اشعار اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہیں بلکہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں۔اور ہم تمام معاندین کو چیلنج کرتے ہیں کہ یہ اشعار وہ قطعاً اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ثابت نہیں کر سکتے لہذا توبہ کریں اور اس فضول اعتراض سے باز آجائیں۔اس کے بعد ملفوظات کی عبارات پہ اعتراض کیا۔قارئین ان اعتراضات کا بارہا جواب دیا جاچکا ہے مگر دیوبندی حضرات بجائے ان کے جواب الجواب کی زحمت کریں دوبارہ وہی گھسے پٹے اعتراض پیش کر دیتے ہیں جن کا بارہا جواب دیا جاچکا ہے یہاں بھی مختصر طور پہ کچھ عرض ہے۔پہلا اعتراض یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کیا کرتی تھیں؟اس پہ جناب نے ملفوظات کا حوالہ دیا مگر عبارت نقل نہیں کی۔عبارت یوں ہے:۔

> ''ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں، دوسرا کہے تو گردن ماری جائے۔ انھوں نے صرف شان عبدیت دیکھی شان محبوبیت سے آنکھیں پھوٹ گئیں۔'' (ملفوظات،ص ۳۴۲)

قارئین ہم اس کا جواب خود جناب کے اپنے خالد محمود صاحب سے پیش کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:۔

''یہ الفاظ بظاہر ادب رسالت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ کو آپ کی بیوی ہونے کے تعلق سے بھی ایک مقام ناز حاصل تھا اور آپ سے یہ الفاظ اسی ناز میں صادر ہوئے اور آنحضرت نے بھی اس پر نکیر نہ فرمائی۔''

(آثار الاحسان، ج۲ ص۲۰۶)

یعنی یہ الفاظ مقام ناز میں کہے تھے یہی بات اعلیٰ حضرت نے لکھی کہ ''اندھوں نے صرف شانِ عبدیت دیکھی شانِ محبوبیت سے آنکھیں پھوٹ گئیں۔۔'' لہٰذا گھمن صاحب سے گزارش ہے کہ وہ مولوی خالد محمود صاحب پہ بھی گستاخی کا فتویٰ لگانے کی جرأت فرمائیں۔اس کے بعد گھمن صاحب نے ملفوظات کی ایک اور عبارت پہ اعتراض کیا جس کو مکمل کرنے کی اس دفعہ بھی جناب کو جرأت نہ ہوئی۔مکمل عبارت یوں ہیں:۔

سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔''

(ملفوظات ص۳۶۲)

قارئین! گھمن صاحب اس عبارت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ'' حالانکہ یہ عقیدہ شیعہ کا ہے'' گھمن صاحب سے گزارش ہے کہ یہ عبارت اعلیٰ حضرت کی اپنی نہیں بلکہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی کی ہے جناب کو چاہیے کہ وہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی پہ شیعہ ہونے کا فتویٰ لگائیں۔ پھر جناب کا یہ کہنا کہ علمائے

اہلسنت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین اس لیے کی کہ انہوں نے ہمارے عقیدوں کا رد کیا تو یہ ان کا سفید جھوٹ ہے مگر خود ان کو گھر کی تلاشی بھی لینی چاہیے کہ سماع الموتیٰ ''میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے جواب میں سرفراز خانصاحب فرماتے ہیں :۔

"اما رایھا فرای النساء۔" (سماع الموتیٰ ص ۲۸۶) اس عبارت کو خود دیوبندی مماتی مولوی امیر عبداللہ نے اپنی کتاب ''اعلانِ حق'' میں گستاخی قرار دیا اور حیاتی مولوی مجیب الرحمٰن نے اس کے جواب میں یہ تسلیم کیا کہ ''یہ درست ہے کہ ان الفاظ میں ثقل ہے۔'' (اظہار الحق ص ۱۰۵) لہٰذا جناب جب اپنے عقیدے پہ زد پڑی تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی آپ لوگوں نے کی ہے اور ہم پہ صرف آپ کا الزام ہی ہے جس کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

راہ دکھلانے کا ترجمہ اور گھمن صاحب کی کم فہمی

یہاں بھی گھمن صاحب نے نہایت ہی بدترین جہالت کا مظاہرہ کیا۔جناب نے اپنی طرف سے تو بڑا زبردست قسم کا اعتراض کیا اور اس کے بعد لگے ڈینگیں مارنے ،مگر عرض ہے جناب گھمن صاحب آپ نے جو بھترالوی صاحب کی تنقید نقل کی ہے اس کا تعلق سورت فاتحہ کی آیت سے ہے جو دعائیہ فقرہ ہے جبکہ آپ کے دیگر نقل کردہ تراجم خبریہ ہیں لہٰذا جناب کا دعائیہ فقرے پہ خبریہ جملے کو قیاس کرنا ایک دفعہ پھر جناب کی جہالت کو ظاہر کرتا اور حضرت کی علمیت کا بھانڈا پھوڑتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف عامی الفاظ کی نسبت کی تہمت

جناب نے سورۃ الحجر کی آیت ۹۹ کے ترجمہ میں موجود ’’مرتے دم تک‘‘ کے الفاظ پہ اعتراض کیا جبکہ یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنی ’’آخری سانس تک‘‘ کے ہیں۔جناب اخلاق حسین قاسمی صاحب انہیں الفاظ پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’تعجب ہے کہ اسی قسم کے الفاظ اگر تقویۃ الایمان میں مولانا شہید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر دیئے۔تو خان صاحب بریلوی کے حلقہ نے مولانا کے خلاف آسمان سر پر اٹھالیا ہے۔‘‘ (محاسن موضح قرآن ص۲۱۱)

کیوں گھمن صاحب !اب ذرا ادھر بھی نظر کرم ہو۔اور جناب قاسمی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ دہلوی صاحب نے اس قسم کے نہیں بلکہ بہت گھٹیا الفاظ لکھے ہیں جس پہ صرف ہم نے ہی نہیں خود دیو بندی حضرات نے بھی واویلہ کیا ہے جس کی تفصیل اسی کتاب میں موجود ہے۔

ایک اور اعتراض

گھمن صاحب نے اس مقام پہ ’’الحجر‘‘ کی آیت نمبر ۷۷ کے ترجمہ پہ اعتراض کیا جواباً عرض ہے کہ یہ ترجمہ بالکل درست ہے اختصار مانع ہے ورنہ ہم اس پہ تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے۔فی الحال گھمن صاحب کی خدمت میں اتنا عرض ہے کہ یہی ترجمہ ’’تفسیر حقانی‘‘ جلد سوئم صفحہ نمبر ۷۵ پہ موجود ہے اس لیے

جناب ہمت کریں اور اسے بھی غلط قرار دیں مگر

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے

صلعم وغیرہ کے الفاظ پہ اعتراض

قارئین! خود دیوبندی حضرات کو اعتراف ہے کہ یہ الفاظ کاتب حضرات کی غلطی کا شاخسانہ ہوتے ہیں لہٰذا قابل اعتراض نہیں۔حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۹۷۔۱۹۹، فضل خداوندی ص، پھر خود گھمن صاحب اس اعتراض کی زد میں آتے ہیں جناب نے بھی ''ص'' کی علامت استعمال کی ہے۔(قافلہ حق، ج۲ شمارہ ۱ ص ۳) جبکہ قاضی زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

> ''حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کے ساتھ صرف 'ع' یا عم یا ص یا صلعم لکھنا گستاخی اور گناہ ہے۔'' (با محمد باوقار ص ۱۴۱)

مؤنث کی جگہ مذکر ترجمہ یا گھمن صاحب کا دجل

گھمن صاحب نے اس جگہ انتہائی دجل سے کام لیتے ہوئے غلط ترجمہ نقل کر کے اعتراض کیا جبکہ صحیح ترجمہ ہے ''اور جب جہنم کو بھڑکایا جائے''، مگر گھمن صاحب نے نقل کیا ''اور جب جہنم بھڑکایا جائے'' یہ گھمن صاحب کا دجل وفراڈ ہے۔اور اگلی بات عرض ہے جو ترجمہ امام اہلسنت نے کیا وہی ترجمہ عبدالحمید سواتی صاحب نے بھی کیا ہے۔(تفسیر معالم العرفان، ج۲، ص ۱۱۴) باقی گھمن صاحب گھر کی اردو بھی دیکھیں ایک صاحب لکھتے ہیں ''ملحدین کا سازشیں'' (دروس

القرآن ص ۱۱۰) پھر گھمن صاحب نے اس کے بعد جو اعتراض کیا ہے اس میں خود تسلیم کیا ہے کہ یہ ترجمہ دوسری قرأت کے مطابق ہے اور جہاں تک یہ کہنا کہ دونوں قراءتوں کا ترجمہ کر دیتے تو عرض ہے کہ کچھ صفحات بعد جناب نے ڈبل ترجمہ کرنے پہ اعتراض کیا ہے مگر یہاں جناب خود ڈبل ترجمہ کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں جو اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ جناب کا مقصد سوائے اعتراض برائے اعتراض کے اور کچھ بھی نہیں۔اس کے بعد جو "تصا حبہی" کے ترجمہ پہ اعتراض کی بات ہے تو خود آگے چل کر جناب نے تسلیم کیا کہ یہ ترجمہ دوسری قرأت کے موافق ہے۔اسی طرح"ذو العرش المجید" کا ترجمہ بھی دوسری قرأت کے موافق ہے۔

کنز الایمان پہ فوجی فتویٰ یا گھمن صاحب کی غلط فہمی

گھمن صاحب نے اس جگہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پہ کرنل انور مدنی کی تنقید نقل کی جو ہمارے مستند و معتمد نہیں اور نہ ہی ان کے حوالے ہم پہ حجت ہیں۔مولوی فاروق صاحب نے اپنی تحریر سے رجوع کر لیا تھا۔جو تحریری طور پہ موجود ہے اور بوقت ضرورت پیش کر دیا جائے گا۔

کنز الایمان اور ڈبل ترجمے

قارئین !ڈبل ترجمہ کے حوالے سے ہم پہلے بھی عرض کر آئے ہیں کہ بعض اوقات مترجمین ترجمہ میں ایک سے زائد اقوال کو جگہ دے دیتے ہیں اور یہ کچھ قابل اعتراض نہیں ایسی مثالیں خود دیوبندی حضرات کے گھر میں بھی موجود

ہیں۔جناب اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں :۔

''حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی اسلوب ہے کہ آپ مستند تفسیری اقوال اور فقہائے اسلام کے مختلف مسلکوں کو اپنے ترجمہ میں جمع کرنے اور جامع الفاظ میں ان مختلف پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش فرماتے ہیں تاکہ جامعیت اور وسعت کی جو شان اصل کلام میں موجود ہے وہ ترجمہ کے اندر بھی برقرار رہے۔'' (محاسن موضح قرآن ص ۳۰۴)

الفاظ کے ترجمہ نہ کرنے پہ اعتراض

قارئین ! یہ اعتراض بھی گھمن صاحب کی جہالت کا شاخسانہ ہے کیونکہ بعض اوقات مترجمین بامحاورہ ترجمہ کرتے ہوئے کچھ الفاظ کا ترجمہ نہیں کرتے۔دیوبندی حضرات کی کتاب میں موجود ہے:۔

''م۔ص۱۱۹۔س۱۔ان تقبل منهم میں منهم کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

ا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی نہیں لیا۔ان کی عبارت یہ ہے ''اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے،حضرت مولانا دیوبندی نے بھی نہیں لیا۔ غالباً محاورہ کی رعایت کو تحت اللفظ ترجمہ پہ ترجیح دی ہے۔تحت اللفظ سے سلاست نہیں رہتی ۔'' (حکیم الامت ص ۳۹۶)

تو جناب تھانوی صاحب کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعض اوقات تحت اللفظ کی بجائے بامحاورہ ترجمہ میں سلاست قائم رکھنے کے لیے ایسا

کیا جاتا ہے جو قابل اعتراض نہیں۔

مشکل اور غیر فصیح الفاظ کے استعمال کا جواب

اس قسم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بادشاہ تبسم صاحب لکھتے ہیں:۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل علم جانتے ہیں کہ اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے، ایک خاص زبان ہوتی ہے، ایک لفظ ایک جگہ بھدا معلوم ہوگا مگر وہی لفظ دوسری جگہ رہنے والوں کے لیے مانوس ہوگا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ معترض ڈاکٹر صاحب اردو کی تاریخ سے نابلد نظر آتے ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ہر اعتبار سے ٹکسالی زبان ہے واضح ہو کہ ان کے دور میں تین دبستان اردو موجود تھے۔ دہلی، لکھنؤ اور روہیل کھنڈ (رامپور) جو زبان دان ہیں اور جنہوں نے مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح یہ بات جانتے ہیں کہ مولانا نے تینوں دبستانوں کے ٹکسالی الفاظ ترجمہ میں استعمال کیے اور اس میں کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔"

(کنز الایمان پہ اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ص ۳۱)

مسئلہ استعانت

اس کے بعد گھمن صاحب نے مسئلہ استعانت کی بحث کرنی چاہی جس پہ ہم مقدمہ میں تفصیلی گفتگو کر آئے ہیں مگر یہاں گھمن صاحب سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح انبیاء نے مدد صرف اللہ سے مانگی ہے تو ان حضرات نے تو کسی کا وسیلہ و واسطہ بھی نہیں دیا، کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ توسل ناجائز ہے؟

مسئلہ مختار کل

پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہے کہ ہمارے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات اللہ عزوجل کے اذن اور تقدیر کے ساتھ مشروط ہیں۔ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ نہ چاہے تو پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت دے سکتے ہیں یہ تو شرک سے بھی گندہ عقیدہ ہے لہٰذا اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ گھمن صاحب کی پیش کردہ آیات ہمارے خلاف ہرگز نہیں ہیں۔اور نہ ان آیات سے مطلقاً اختیار کی نفی ہوتی ہے۔دراصل دیوبندی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ:۔

''جس کا نام ''محمد یا علی'' ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان ص ۵۵)

اسی طرح جناب نور الحسن بخاری صاحب لکھتے ہیں:۔

''اور کسی کو کیا اختیار ہو گا جب محبوب خدا، سید الانبیاء، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک تک کو ذرہ بھر اختیار نہیں۔''

(توحید اور شرک کی حقیقت ص ۲۴۰)

بس اپنے اسی خبیث نظریے کی خاطر گھمن صاحب نے یہ محنت کی جو ان کے ہی گلے کی ہڈی ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی جناب تھانوی صاحب کا حوالہ عرض کر آئے ہیں۔ اب مزید سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی و تکوینی اختیارات پہ خود ان کے گھر کی معتبر و مستند شہادت جو مقبول بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے پیش کرتے ہیں تاکہ جناب کو کچھ افاقہ ہو۔ جناب قاضی زاہد الحسینی لکھتے ہیں:۔

''کیونکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو بات منجانب اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنچا دیا مگر آپ کو چند تشریعی اختیارات سے بھی نوازا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہاں بھی شریعت اور نا بھی شریعت ہے جس کی مثالیں گذر چکی ہیں مزید تین یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن عزیز نے کسی واقعہ کے اثبات کے لیے دو مردوں کا گواہ ہونا ضروری قرار دیا ہے ایک مرد اور دو عورتیں جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں ارشاد ہے مگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک واقعہ میں ایک مرد کی شہادت کو ہمیشہ کے لیے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستند کتاب ''خصائص کبریٰ'' میں ایک باب بعنوان ''اختصاصہ

بانہ یخص من شاء بماشاء من الا حکام "یعنی
''یہ بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ جس کے لیے
جو بھی حکم چاہیں خصوصی طور پر نافذ فرما دیں۔'' بیان فرمایا ہے
اس میں خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابو داؤد اور نسائی کے حوالہ
سے روایت فرمایا ہے۔'' (رحمت کائنات ص ۲۶۸)

اس طرح مزید فرماتے ہیں:۔

''فقہا اور محدثین حضرات کی علمی ابحاث سے قطع نظر یہ ثابت
ہوجاتا ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریعی احکام میں جو ارشاد
فرمائیں وہ شریعت ہے۔'' (رحمت کائنات ص ۲۶۹)

نیز:۔

''اسی طرح تکوینی امور میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو
خصوصیت عطا فرمائی تھی۔'' (رحمت کائنات ص ۲۷۰)

اس کتاب کے ٹائٹل پہ ''مقبول بارگاہ نبوی'' لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ
جناب عبد الجبار سلفی صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''جو کتاب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کیمیا میں مقبول ہو چکی
ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے علمی ورثا یعنی علماء کرام کی نگاہوں
میں کیوں نہ جچے گی۔'' (تنبیہ الناس ص ۶۲)

کنز الایمان اور اثبات عموم قدرت باری تعالیٰ

گھمن صاحب نے یہاں یہ ثابت کرنا چاہا کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف کرسکتا ہے مگر جناب آپ کی پیش کردہ آیات میں تو موت پہ قدرت کا بیان ہے کہ اللہ چاہے تو ''ہلاک'' کردے۔ ان آیت میں تو موت دینے پہ قدرت کا بیان ہے نہ کہ یہ مفہوم کے اللہ اپنے وعدے کے خلاف کرسکتا ہے یہ غلیظ عقیدہ صرف آپ حضرات کی کتب میں ہی موجود ہے۔

اور جہاں تک بات ہے خدا کا پکڑا چھڑائے محمد تو اس کی وضاحت بھی مفتی صاحب نے کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک گنہگار اپنے گناہ کے سبب رب العزت کی پکڑ میں ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے اس کی بخشش ہوگی اور یہ بھی اذن خداوندی سے ہوگی۔ لہٰذا جناب کی پیش کردہ آیات کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ اور جہاں تک نبی کا ترجمہ نبی کرنا ہے تو عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت نے دونوں ترجمے کیے ہیں جبکہ دیوبندی حضرات اس کا دوسرا ترجمہ یعنی۔ ''اے غیب کی خبریں بتانے والے''نہیں کرتے جس کے پیچھے ان کا مقصد اپنے عقیدے کو چھپانا ہوتا ہے لہٰذا یہ قابل گرفت ہے۔

ترجمہ کنز الایمان اور علم غیب

قارئین! گھمن صاحب نے جتنی بھی آیات پیش کیں ان سب میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے اور عطائی علم غیب خود دیوبندی حضرات مان چکے ہیں جیسا کہ پہلے ہم حوالہ جات عرض کر آئے ہیں۔

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی؟

قارئین !اس ضمن میں گھمن صاحب کی پیش کردہ تمام آیات کا تعلق جسم اقدس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے سے ہے کہ آپ اپنے جسم اقدس سے ہر جگہ موجود نہیں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ باقی جتنی عبارات پیش کیں ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں پوری کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں، اعمال امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ پیش ہوتے ہیں، اللہ کے اذن سے دنیا میں بھی آ سکتے ہیں یہ آنا جسم مثالی، روح یا جسم اصلی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔اور جہاں تک اویسی صاحب کا حوالہ تو انہوں نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ جسم اقدس کے ساتھ حاضر و ناظر نہیں۔

باب چہارم

خزائن العرفان پہ اعتراضات کا جواب

بشر کہنا کفار کا طریقہ

جناب گھمن صاحب نے صدر الا فاضل کی جو عبارات نقل کیں ان میں پہلی عبارت خبر یہ ہے، اس میں صدر الافاضل نے یہ کہا ہے کہ کفار کی عادت تھی کہ وہ انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔ یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں:۔

''کفار نے بلا شبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں۔''

(چند اہم مضامین ص ۴۴)

اور جہاں تک بشر کہنے کی بات تو جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر کسی نے کسی پیغمبر کو بشر کہہ کر یا آدمی کہہ کر بلا یا تو انہیں اس طرح بشر کہنا واقعی بے ادبی کا ایک پیرایہ ہے۔''

(مطالعہ بریلویت ج ۵ ص ۲۴۶)

من دون اللہ

جناب نے خزائن العرفان سے ایک عبارت لیکر یہ کہا کہ نعیم الدین صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیر اللہ مانتے ہیں اور پھر مقیاس الحنفیت کی عبارت نقل کی کہ ''رسولوں کو غیر اللہ کہنے والوں کے واسطے فتوی کفر ارشاد فرمایا ہے۔'' اور

مقالاتِ شیر اہلسنت میں اسے جہالت کہا گیا ہے۔

ک (کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۰۳۔۲۰۴)

قارئین! اس سلسلہ میں عرض ہے کہ انبیاء و اولیاء ذات کے اعتبار سے اللہ کے غیر ہیں مگر یہ لوگ اللہ کے مدمقابل اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کے اپنے ہیں۔لہٰذا قرآن میں جہاں ان سے الوہیت کی نفی ہے وہاں انبیاء اولیاء بھی شامل ہیں مگر جہاں اختیارات کی نفی کی گئی ہے وہ غیروں سے یعنی بتوں سے ہے ان آیات کو اللہ کے ولیوں پہ چسپاں کرنا غلط ہے۔اور مقیاس الحنفیت کی مکمل عبارت کچھ یوں ہے:۔

> ''ان آیات فرقانیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسولوں کے درمیان فرق ڈالنے والوں اور رسولوں کو غیر اللہ کہنے والوں کے واسطے فتویٰ کفر ارشاد فرمایا ہے کیونکہ کافر اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان ایک غیریت کے راستے کا قائل ہے۔'' (مقیاس الحنفیت ص ۴۳)

لہٰذا یہاں فقط غیر اللہ کہنے پہ نہیں بلکہ انبیاء کو اللہ کا مدمقابل ماننے اور صرف اللہ کو ماننے اور اس کے انبیاء کا انکار کرنے پہ فتویٰ ہے اور جہاں تک ذات کا تعلق ہے تو انبیاء و اولیاء اس لحاظ سے اللہ کے غیر ہیں۔مقالات شیر اہلسنت کا جو حوالہ دیا گیا اس کا تعلق بھی انبیاء کو مطلقاً من دون اللہ میں شامل کر کے اختیارات کی نفی کرنے سے ہے نہ کہ ذات کے لحاظ سے غیر اللہ ماننے کو جہالت کہا ہے۔

میلاد شریف والی آیت کی تفسیر

جناب نے پھر یہ اعتراض کیا کہ مفتی صاحب نے سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۷ میں فضل اور رحمت سے قرآن، اسلام اور احادیث مراد لی ہیں اور بریلوی حضرات کہتے ہیں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہیں اور آیت سے آپ کی ولادت پہ خوشی کرنا ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ اس آیت میں خوش ہونے کی بات ہے۔ خوشی منانے کی نہیں۔ (کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ۲۰۴۔۲۰۵)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

''فضل اور رحمت سے مراد حضور ؐ کا قدوم مبارک لیا جائے۔ اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور اس میں قرآن بھی ہے، سب اس میں داخل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود باوجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا۔ پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔''

(میلاد النبی ص ۸۴)

مزید لکھتے ہیں:۔

''جب قرآن مجید میں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود باوجود کی نسبت۔۔۔صیغہ امر فلیفرحوا موجود ہے تو اس فرحت کو کون منع کرتا ہے۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت شریفہ پر فرحت اور سرور کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔'' (میلاد النبی ص ۷۰)

اور جہاں تک نعیم الدین صاحب کی پیش کردہ عبارت کا تعلق ہے تو انہوں نے ایک تفسیری قول پیش کیا ہے باقی اقوال کی تغلیط نہیں کی۔

غیراللہ کو سجدہ کرنا

''جناب نے دیوان محمدی سے ایک شعر نقل کر کے اعتراض کیا کہ بریلوی حضرات مزارات پہ سجدہ تعظیمی کرتے ہیں اور پھر خزائن العرفان سے نقل کیا کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص۲۰۵)

قارئین! ہم سجدہ تعظیمی کو حرام ہی سمجھتے ہیں اور اسی پہ عمل ہے جہاں تک دیوان محمدی کی بات تو یار محمد فریدی صاحب صاحب حال تھے اور صفدر محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اس لیے کسی بھی شخص کے قول کو دیکھا جائے گا کہ جماعت نے اس کو کیا درجہ دیا ہے اگر عقیدہ کے درجہ میں قبول کیا ہے تو وہ عقیدہ ہوگا اگر احکام کے درجہ میں قبول کیا ہے تو وہ حکم ہوگا اور اگر اس کو شطحیات کے اندر داخل کیا ہے تو وہ شطحیات میں سے ہوگا یعنی نہ اس پر عمل ہوگا نہ اس کا قائل قابل مواخذہ ہوگا الغرض کسی آدمی کی ذاتی رائے جس کو جماعت نے قبول نہ کیا ہو اس کو جماعت کا عقیدہ قرار دینا کسی دجال کا ہی کام ہو سکتا ہے۔'' (وحدت الوجود، ص ۶۔۷)

لہٰذا ایک صاحب حال شخص کی ذاتی رائے کو پوری جماعت کا عمل قرار دینا یہ گھمن صاحب کی دجالیت ہے اس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔

مسئلہ علم غیب

اس کے بعد جناب نے خزائن العرفان کا ایک اقتباس پیش کیا جس میں صدر الا فاضل نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ ایک علم ایسا ہے جو میں جانتا ہوں آپ نہیں جانتے اور ایک علم ایسا ہے جو آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا۔

جبکہ ان عبارات میں سے ایک بھی علم غیب کی نفی کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ان میں کسی عبارت کا یہ مفہوم نہیں کہ انبیاء کو مطلقاً علم غیب ہی نہیں ہوتا بلکہ پہلی عبارت میں صرف ایک علم کی نفی ہے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں۔ اور یہاں حکایت نقل کی ہے اپنا عقیدہ بیان نہیں کیا جناب قارن صاحب لکھتے ہیں: ۔

> ''اثری صاحب یہاں بھی اپنا روایتی چکر چلا رہے ہیں ورنہ انکے سامنے یہ بات واضح ہوگی کہ الشہاب المبین اور المسلک المنصور میں یہ عبارت نقل حکایت کے طور پر ہے۔۔۔۔نقل حکایت کی حیثیت اور ہوتی ہے اور اپنے نظریہ کے اظہار کی حیثیت اور ہوتی ہے۔'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۳۷)

تو یہاں نقل حکایت ہے اور جہاں تک عقیدہ کی بات ہے تو آپ لکھتے ہیں:

> ''تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف

تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لیے معجزہ ہوتا ہے۔۔۔۔اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کے لیے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔'' (خزائن العرفان ص ۱۰۶۲)

اور سرفراز خانصاحب لکھتے ہیں:۔

''حضرت شاہ صاحب کی ایسی صاف اور واضح عبارات کی موجودگی میں انکی سابقہ عبارات کو مؤلف مذکور کی طرح اپنے ذہن کے اختراعی معنی پر محمول کرنا کسی دیانت دار اور خدا کا خوف رکھنے والے عالم کا کام نہیں۔''

(اتمام البرھان ص ۵۰۹)

پھر عقیدۂ علم غیب پر آپ کی ایک مبسوط کتاب ''الکلمۃ العلیاء'' موجود ہے اور جناب عبدالحق بشیر صاحب لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح بندیالوی صاحب نے مفکر اسلام مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ کی سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب ''مقام حیات'' کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی ایک مجمل عبارت پر یہ فیصلہ صادر فرمادیا ہے کہ وہ بھی برزخ کی حیات جسمانی کے منکر ہیں۔در اصل اسلام دشمنی اور عقیدہ حیات النبی کی مخالفت میں بندیالوی صاحب کی حالت اس مفتور العقل سی ہو چکی ہے جو دوپہر کی دھوپ میں سورج کے سامنے کھڑا ہو کر لوگوں سے پوچھتا پھرے۔

اوئے سورج کدوں چڑھنا جے''

(علمائے دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی ص۱۰۹)

کیا خزائن العرفان میں گستاخی ہے؟

گھمن صاحب نے ایک دفعہ پھر جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ نعیم الدین صاحب نے آدم علیہ السلام کے لیے فنا کا لفظ استعمال کیا ہے تو اگر ''نبی کا مٹی میں مل جانا'' بریلوی مذہب میں گستاخی ہے تو فنا ہو جانا گستاخی کیوں نہیں؟ عرف میں فنا ہو جانا کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے ہر اردو خواں جانتا ہے۔ (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص۲۰۶)

جی ہاں ہر اردو خواں تو جانتا ہے مگر آپ اس کے معنی جاننے سے محروم ہیں۔عرف میں اس کا معنی ''وفات پانے'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور ''مر کر مٹی میں ملنا'' یہ صرف ہمارے نزدیک نہیں بلکہ دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی گستاخی ہے۔جناب اللہ یار خان صاحب لکھتے ہیں:۔

''ان فرقوں کی تقلید میں آج کل کے اہلسنت والجماعت ہونے کا دعوی کرنے والے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انبیا مر کر مٹی ہو گئے ہیں ۔۔۔ان لوگوں کا عقیدہ اجماع امت کے مخالف ہے۔ جو شخص اجماع امت کا مخالف ہے وہ درحقیقت امت محمدیہ کا فرنہیں اس امت سے خارج ہے۔''ک

(عقائد وکمالات علمائے دیوبند ص۱۵)

اب جناب لکھ تو بیٹھے کہ ایسا کہنا والا امت محمدیہ سے خارج ہے اور جب جناب کو پتہ چلا کہ یہ عبارت تو ان کے گھر میں موجود ہے تو جناب نے جان چھڑوانے کے لیے یہ کہا کہ جی یہ عبارت الحاقی ہے۔پوری داستان ملاحظہ ہو۔جناب لکھتے ہیں:۔

”بندہ کو گکھڑ منڈی سے ایک خط ۸۲۔۱۱۔۲۶ کو ملا۔لکھا ہے میرے ایک دوست جن کا نام قاری ریاض احمد ہے۔یہ خطیب مسجد اور مہتمم مدرسہ بھی ہیں ان سے کچھ اختلاف مسئلہ چل رہا ہے۔اس لیے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔آپ نے اپنی کتاب عقائد وکمالات علمائے دیوبند میں عقیدہ رسالت میں لکھا ہے کہ آج کل کے اہل سنت والجماعت ہونے کا دعوی کرنے والے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انبیاء کرام مرکر مٹی ہوگئے ہیں۔اس لیے وہ درحقیقت امت محمدیہ کا فرد نہیں۔تو جناب عالی اپنے اکابرین مثلاً مولانا اسماعیل شہید وغلام اللہ صاحب ودیگر اکابرین دیوبند کی کتابوں میں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جیسے تقویۃ الایمان وجواہر الایمان وغیرہ۔تو ان کے متعلق ہم کیا عقیدہ رکھیں کہ امت محمدیہ میں شامل ہیں کہ نہیں۔

فائدہ: حضرت اسماعیل شہید کا تو جناب نے نام لیا ہے، اصل تو تقویۃ الایمان حضرت اسماعیل شہید کی ہے ہی نہیں پھر

پرانے نسخوں میں تو حضرات انبیاء کے بارے میں ایسی کوئی
بات موجود نہیں نئی کتابوں میں کسی نے مہربانی کر دی ہوگی۔''

(سیف اویسیہ ص ۱۰۴)

اسی طرح غلام غوث ہزاروی لکھتے ہیں:۔

''یہ دیکھو مسلمانوں میرے ہاتھ میں تذکرہ ہے اس میں لکھا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر کر مٹی ہو گئے۔ کیوں مسلمانوں یہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے یا نہیں سب مسلمانوں نے
بیک آواز کہا: توہین ہے توہین ہے۔''

(سوانح غلام غوث ہزاروی ص ۱۹۹)

لہٰذا ان حقائق کے ہوتے ہوئے گھمن صاحب کا یہ قیاس دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے بعد جناب نے جو مختار کل کی نفی میں حوالہ پیش کیا اس سے بھی جناب کی بات نہیں بنتی کیونکہ وہاں دعا کا ذکر ہے اور ہم بھی مجازاً اور بمعنی توسل اس کے قائل ہیں۔ پھر مختار کل کا تعلق معجزہ کے زیر قدرت ہونے اور تشریعی اختیارات سے ہے جس میں سے ایک کی نفی بھی جناب کے پیش کردہ واقعہ میں نہیں۔ پھر حضرت صاحب نے نورانیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضمن میں صدر الافاضل کی عبارت نقل کی جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ہدایت کہا گیا ہے۔ ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا نور ہدایت کہنے سے نور حسی کی نفی ہوتی ہے؟ نہیں ہوتی اور یقیناً نہیں ہوتی تو یہ حوالہ جناب کو سودمند نہیں۔ پھر جناب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور حسی تسلیم کر چکے ہیں۔ (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۷۲)

مختار کل کی نفی؟

مختار کل کی وضاحت بھی ماقبل میں ہو چکی ہے اور گھمن صاحب کی پیش کردہ عبارت یہاں بھی بطور نقل حکایت ہے۔

نورانیت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدرالافاضل نے یہاں نور ہدایت ہونے کا ذکر ضرور کیا ہے مگر نور حسی کی نفی نہیں کی لہذا یہ حوالہ دیوبندی حضرات کو مفید نہیں۔

پھر خود الیاس گھمن صاحب لکھتے ہیں:

''ویسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور حسی سے حصہ عطا فرمایا گیا۔''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۷)

✲ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

یہ جو مشہور ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خدا کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ نور الٰہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مادہ ہے بلکہ اسم میں اضافت بغرض شرفہ ہے جس طرح کعبہ کو بیت اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہیں اور چونکہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا علیہم السلام کے انوار سے پہلے پیدا کیا گیا تھا اور اس پر خاص عنایات مواہیب ربانی تھیں لہذا یہ کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے نور سے ہیں۔''

(مجموعہ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۶۔ ۲۸۷)

❁ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے کہا کہ

''نور سے مراد حبیب خدا کی ذات ہے''

(امداد السلوک ص ۲۰۱)

ایسے ہی لکھا

''تواتر سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ضرور ہوتا ہے'' (ایضاً)

نوٹ: دیوبندیوں نے اب جدید ایڈیشن سے تواتر کا لفظ ختم کر کے ''شہرت'' کا لفظ لکھ دیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا نبی باوجود بشر ہونے کے بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کو مافوق البشر صفات منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حق ہے۔

(رحمت کائنات ص ۲۶۴)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشری کمزوریوں سے پاک تھے

(رحمت کائنات ص ۲۶۴)

❁ ادریس کاندھلوی نے لکھا

''ظاہری طور پر میں تمہاری طرح بشر ہوں اور مخلوق ہوں مگر باطنی طور پر متخلق باخلاق الٰہی ہوں۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۳۶)

❁ عنایت علی شاہ دیو بندی نے لکھا:

جسم پاک ان کا سراپا نور تھا

اس لئے سائے سے بالکل دور تھا

(باغ جنت ۳۵۹)

❁ مولوی عزیز الرحمن مجذوب نے لکھا:

سارا بدن حضور کا جب نور ہو گیا

پھر دور کیا ہے سایہ اگر دور ہو گیا

(کشکول مجذوب ص ۹۲)

باب پنجم

نورالعرفان پہ اعتراضات کا جائزہ

الزام نمبر ۱

گھمن صاحب نے یہاں اعتراض کیا کہ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ

''بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں'' قارئین گرامی قدر یہ بات تو بالکل جھوٹ ہے کہ بخاری میں قادیانیوں کا ذکر ہے ''

(کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۱۲)

قارئین یہ کتابت کی غلطی ہے جس کو بعد میں درست کرلیا گیا تھا جس کا ذکر خود ڈاکٹر خالد محمود نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

جب مفتی صاحب نے اپنی اصلاح کی تو پھر عبارت اس طرح لکھی، اب اس تفسیر کا نیا ایڈیشن بھی ملاحظہ ہو:۔

بخاری میں ہے کہ بدترین کفر یہ ہے کہ وہ کفار کی آیتیں مسلمانوں پر لگاتے ہیں (ص 886)

اس میں قادیانیوں کا لفظ نکال دیا گیا ہے

(مطالعہ بریلویت ج 8 ص 180)

اس کے علاوہ گھمن صاحب نے جو فہرست کا حوالہ دیا تو اس کی ذمہ داری

مفتی صاحب پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ضمیمہ میں موجود مضمون میں اس اعتراض کا مکمل جواب موجود ہے وہیں ملاحظہ کریں۔

الزام نمبر ۲

قارئین! اس جگہ جو گھمن صاحب نے عبارت پیش کی ''کیونکہ میں پرانا صوفی عابد عالم فاضل دیوبند ہوں۔'' تو یہ بھی کتابت کی غلطی ہے اصل عبارت میں فاضل دیو بند کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

الزام نمبر ۳

یہاں مفتی صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت پہ اعتراض کیا:۔

''بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا۔''

یہ بھی کتابت کی غلطی ہے اور اصل عبارت میں ''نہ'' کا لفظ موجود ہے جس کا واضح قرینہ بخاری شریف کا حوالہ ہے، کیونکہ بخاری شریف میں واضح طور پہ موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے نام ذبیحہ تناول نہیں فرمایا۔ پھر پہلے ایڈیشن میں بھی نہ کا لفظ موجود ہے۔ ناظرین! گھمن صاحب ایک بھی ایسی عبارت پیش نہ کر سکے جس سے مفتی صاحب پہ کذب کا الزام ثابت ہوتا صرف کتابت کی غلطیاں پیش کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ اور مفتی صاحب کے متعلق خود گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

مفتی احمد یار دوسرا احمد رضا تھا بلکہ اس سے بھی چار قدم آگے ،مفتی احمد یار کی دیگر کتابوں کو چھوڑیے صرف جاء الحق کو ہی

دیکھ لیجئے، شرک و بدعت اور دیگر رسومات کی تائید میں
بہترین کتاب ہے۔ (فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ ص 72)

مفتی صاحب پہ جہالت کا الزام لگانے والوں نے خود ہی آپ کی علمی عظمت کو تسلیم کر لیا اور مان لیا کہ آپ کی کتاب بہترین ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نور العرفان اور عظمت باری تعالیٰ

الزام نمبر ا۔

گھمن صاحب کے نزدیک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنت الھیہ کا وزیر اعظم کہنا یہ اللہ کی توہین کے مترادف ہے۔ (مخلصا کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص۲۱۶)

قارئین سب سے پہلے تو مفتی صاحب کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو

''خیال رہے کہ جہاں تک سلطان کی سلطنت ہوتی ہے وہاں تک وزیر اعظم کی وزارت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلطنت الھیہ کے گویا وزیر اعظم ہیں، تو جس کا رب اللہ ہے اس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔''

تو مفتی صاحب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وزیر اعظم قرار نہیں دیا بلکہ شان مصطفی کی وضاحت کے لیے مثال دی ہے۔ جس پہ گھمن صاحب نے حسب سابق اپنی کم فہمی کی بنا پہ اعتراض کر دیا۔ اور اگر ایسا کہنا گستاخی ہے تو اس سے بہت سے دیوبندی حضرات گستاخ قرار پاتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کلمہ حق شمارہ نمبر ۱۲ ص ۳۰۔

الزام نمبر ۲۔

اس جگہ بھی گھمن صاحب نے عبارت پیش کرنے میں سخت خیانت کی اگر مکمل عبارت پیش کر دیتے تو اشکال خود بخود درفع ہوجاتا۔ جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ ہمارے کاموں کو ازل سے جانتا ہے وہ علیم و قدیم ہے اور ہمارے کام کرنے کی حالت میں بھی ہمارے کاموں کو دیکھتا ہے، یہ مشاہدہ فرمانا حادث ہے۔''

(تفسیر نور العرفان ص ۴۲۸)

الزام نمبر ۳۔

یہاں بھی گھمن صاحب نے حسب عادت ہاتھ کی صفائی کا کمال دکھاتے ہوئے ادھوری عبارت کو پیش کیا اور اپنی مرضی کا حاشیہ چڑھانے لگے، مگر یہ یاد رکھیں اگر ان جیسے خائن موجود ہیں تو اللہ رب العزت نے ایسے لوگ بھی پیدا کیے ہیں جو ان کی خیانت کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔ جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں: ۔

''خلاصہ یہ ہے کہ کفار تک آپ کا نور وفیض نہیں پہنچتا، اس لیے وہ ہدایت پر نہیں آتے ، اگر یہ آڑ اٹھ جائے اور آپ ان تک پہنچ جائیں تو انہیں ایمان وعرفان سب کچھ مل جائے

شعر

کفر و اسلام کے جھگڑے تیرے چھپنے سے بڑھے

تو اگر پردے اُٹھادے تو تُو ہی تو ہو جائے۔''

مقام نبوت اور نور العرفان

کفار نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رجلا مسحورا'' کہا تو اللہ نے انہیں ضال کہا۔ جس پہ مفتی صاحب نے یہ عبارت لکھی کہ:۔

''حضور کی شان میں ہلکے لفظ استعمال کرنے، ہلکی مثالیں دینا کفر ہے۔'' (نور العرفان ص ۴۵۷)

اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ ایسے الفاظ یا ایسی مثال دینا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہوتی ہو اور آپ کی شان کو کم کرنا مقصود ہو تو کفر ہے۔ جبکہ جو عبارات جناب نے نقل کی ہیں ان میں مثال سمجھانے کے لیے ہے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات کو واضح کرنا ہے نا کہ کسی کی نفی مقصود ہے جناب ابوایوب قادری صاحب لکھے ہیں:۔

''کیونکہ یہ تو اہل علم جانتے ہیں مثال اور تمثیل میں برابری نہیں ہوتی بلکہ مثال صرف سمجھانے کے لیے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے اکابر نے تصریح کی ہے۔''

(ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس ص ۱۰۹)

لہٰذا ان مثالوں سے برابری لازمی نہیں آتی اور نہ ہی ان میں تحقیر کا پہلو

موجود ہے۔ کیونکہ تشبیہ اعلیٰ بہ ادنیٰ میں غرض تشبیہ کو دیکھا جاتا ہے اگر وہ تشبیہ کسی خصوصیت کے انکار کے لیے ہوتو وہ گستاخی ہے اور اگر وہ کسی خصوصیت کو اجاگر کرنے اور واضح کرنے کے لیے ہوتو وہ ہرگز گستاخی نہیں۔ اور مفتی صاحب کی تمام عبارات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات کو واضح کرنے کے لیے ہیں لہٰذا یہ گستاخی کے زمرے میں نہیں آتیں۔ خود سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین و ایمان کو سانپ سے تشبیہ دی ہے:۔

ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی جحرھا۔

یعنی ایمان و دین حجامہ و حجاز کی طرف ایسے رخ کرتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ (مشکوۃ ص ۱۶۰)

اس واسطے صرف ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دینا ہرگز گستاخی نہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور نور العرفان

گھمن صاحب نے یہاں نور العرفان میں انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ترتیب وار جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ نبی کا نبوت سے پہلے معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (نور العرفان ص ۱۶۴)

یہ مفتی صاحب کا اپنا قول نہیں بلکہ انہوں نے آیت کی تفسیر کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں اور ان کا اپنا دوٹوک واضح موقف موجود ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہیں مانا۔۔۔۔ اس لیے ہم نے

مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیائے کرام کا نبوت سے پہلے بد عقیدگی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت بھی گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر اجماع ہے۔'' (جاء الحق ص ۴۳۸)

۲۔ جو انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے۔

(نور العرفان ص ۸۷۰)

گھمن صاحب پوری عبارت نقل کرنے کی زحمت گوارا کر لیتے تو معاملہ صاف ہو جاتا مفتی صاحب لکھتے ہیں: ۔

اس لیے کوئی نبی میدان جہاد میں مقابلہ کرتے ہوئے شہید نہ ہوئے اور جو انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے اور ان کی شہادت ان کے غلبہ کا ذریعہ ہوئی کہ دین کا غلبہ ہوا۔ (نور العرفان ص ۸۷۰)

۳۔ آپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کے پانچ ہزار کتے جانوروں کی حفاظت کے لیے تھے۔

قارئین! تعصب کا واقعی کوئی علاج نہیں، اس عبارت کو متعدد مرتبہ پڑھنے کے باوجود ہم ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ گھمن صاحب کو اس میں کیا بے ادبی نظر آئی ہے؟ منہ اٹھا کر اعتراض کرنا یہ صرف انہی لوگوں کا مشغلہ ہے جو علم و عقل سے عاری ہوں۔

۴۔ تفسیر تنویر المقیاس میں فرمایا کہ دل کی تنگی سے مراد جرأت کی کمی ہے۔

قارئین! مفتی صاحب نے یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ تفسیری قول پیش کیا

ہے۔ گھمن صاحب نقل کی بجائے اصل پہ فتویٰ لگائیں کیوں کہ ناقل پہ فتویٰ نہیں لگتا۔ (بریلویت کا شیش محل ص ۲۶)

۵۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار جادو کیا گیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوش وحواس بجانہ رہے۔

گھمن صاحب نے یہاں بھی حسب عادت ادھوری عبارت پیش کی۔ مکمل عبارت یوں ہے:۔

''انہوں نے مسحور نہ کہا۔ بلکہ مسحر کہا۔ خیال رہے کہ نبی کی عقل وحواس پہ جادو اثر نہیں کرسکتا۔ انہیں جادو سے دیوانگی نہیں آسکتی۔'' (تفسیر نور العرفان ص ۵۹۵)

پھر جناب کو مفتی صاحب پہ اعتراض کرنے سے پہلے گھر کا دامن بھی دیکھنا چاہئیے۔ مولوی اسماعیل لکھتا ہے:۔

''ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بدحواس ہوگئے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۷۴)

۶۔ آدم پیدائش سے پہلے متقی نہ تھے۔

او بھلے مانس جب موصوف ہی نہیں تھے تو صفت کہاں سے معرضِ وجود میں آگئی؟ کبھی سوچنے کی بھی زحمت گوارا کرلیا کریں ہمیشہ نقل مارنا اچھی عادت نہیں۔

۷۔ گناہ سے نبوت کے بعد معصوم ہوتے ہیں۔

اس کی وضاحت ہم کر آئے ہیں کہ مفتی صاحب تفسیری اقوال ذکر کر رہے

ہیں اپنا عقیدہ بیان نہیں فرما رہے۔

مفتی صاحب نے انبیاء کی طرف خطاء کی نسبت کی اس پہ جناب کو اعتراض جبکہ مفتی محمود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

''قتل خطاء کا جواب تو یہ دیا کہ جس وقت مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی تھی۔'' (تفسیر محمود ج ۲ ص ۵۲۳)

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں:۔

''انبیاء علیہم السلام کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف حق ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج۵ ص ۵۱۱)

مزید فرماتے ہیں:۔

''نبی کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف ممکن ہے۔''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۵۵۰)

اب ہم کہہ سکتے ہیں قاری طیب یہاں منکرین حدیث کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔

۸۔ ہم میں اور نبی میں وحی الٰہی کا فرق ہے وہ صاحب وحی ہیں ہم نہیں۔

جناب گھمن صاحب آپ پوری عبارت نقل کرنے کی زحمت کر لیتے تو ہمیں کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی ۔جناب مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہم میں اور نبی میں وحی الٰہی کا فرق ہے کہ وہ صاحب وحی ہیں ہم نہیں۔اس وحی کے فرق نے نبی کو امتی سے ایسا ممتاز فرما دیا جیسے ناطق نے

انسان کو دیگر حیوانات سے، جیسے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان و جانوروں میں فرق ہی کیا صرف ناطق کا فرق ہے ایسے ہی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم میں اور رسول میں فرق ہی کیا ہے صرف وحی کا کفرق ہے'' (نور العرفان ٧٦١)

٩۔ بعض علماء نے اس آیت کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سارے فرزند نبی تھے۔

ہم پہلے جواب دے آئے ہیں کہ مفتی صاحب کا یہ اپنا نظریہ نہیں انہوں نے کچھ علماء کا قول نقل کیا ہے ان کا اپنا نظریہ بیان کیا جا چکا ہے۔

١٠۔ جو فدیہ کفار بدر سے لیا گیا تھا وہ حلال طیب ہے لہٰذا فدیہ لینا جرم نہ تھا بلکہ انتظار وحی نہ فرمانے پر عتاب ہوا۔

جناب مفتی صاحب تصریح فرما چکے ہیں:۔

''یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔'' (نور العرفان ص ٢٩٥)

١١۔ درود ابراہیمی نماز میں کامل ہے لیکن نماز سے باہر غیر کامل کہ اس میں سلام نہیں

مفتی صاحب نے تو غیر کامل کہا ہے ناقص نہیں مگر جناب کے ہم مسلک دوست محمد قریشی لکھتے ہیں:۔

''درود کا لفظ ہماری زبان میں صلوۃ وسلام کو جامع ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ وسلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس بناء پر شیعوں کا درود ناقص اور غیر تام رہے

گا۔اور پورے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے سلسلے میں حق ادا نہ ہوگا لیکن اہلسنت کا درود چونکہ صلوۃ وسلام پر مشتمل ہے اس لیے ہمارا مسلک راجح ہے۔" (اہلسنت پاکٹ بک ص ۴۰۳)

۱۲۔　اس جگہ گھمن صاحب نے مفتی صاحب کی ایسی عبارات نقل کیں جن میں "نسیان" کی نسبت حضور کی طرف تھی اور پھر اویسی صاحب کا فتویٰ نقل کیا۔جبکہ عرض ہے اویسی صاحب جس نسیان کا رد کر رہے ہیں وہ شیطانی اثر سے ہے۔مؤلف انوار الباری لکھتے ہیں:۔

"حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ نبوت کے منافی صرف وہی نسیان جو شیطان کے غلبہ و تسلط کے سبب ہو، ہر نسیان خصوصاً جو امور طبع میں سے منافی نبوت نہیں۔"

(انوار الباری ج ۵ ص ۱۰۰)

۱۳۔　قارئین اس جگہ عرض ہے کہ یہ مفتی صاحب سے تحقیق کی غلطی ہوئی ہے لیکن دیوبندی حضرات کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ غلطی نبوت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے۔(البوادر النوادر) اور جہاں تک فتویٰ کی بات ہے تو خود جناب اخلاق حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایسی اسرائیلیات علماء شہرت کی بنا پہ نقل کردیتے ہیں جو قابل گرفت نہیں۔(محاسن موضح قرآن ص ۴۳۱)

۱۴۔　اس جگہ عرض ہے کہ یہ سعیدی صاحب کا ذاتی مؤقف ہے اور ان کا شمار اصاغرین میں سے ہوتا ہے اور مفتی صاحب کا اکابرین میں سے، جناب خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:۔

''ہمارے علم میں منتسبین دیوبند میں کوئی ایسا نہیں جس نے تحذیر الناس کے ان مضامین کا کہیں انکار کیا ہو اور اگر کوئی ایسا فرد نکل بھی آئے تو یہ بات پیر صاحب بھی جانتے ہوں گے کہ ایسے مواقع پر اکابر کی بات کا اعتبار ہوگا یا اصاغر کے اختلاف کا۔ یہ پیر صاحب کی زیادتی ہے کہ وہ اکابر کی بجائے کسی مسلک کا تعارف ان کے اصاغر سے کراتے ہیں۔''

(تحذیر الناس مع مقدمہ ص ۳۵)

۱۵۔ جن پیغمبروں یا جن کتابوں کا قرآن نے ذکر نہ کیا وہ گم ہو کر رہ گئے کوئی انہیں جانتا بھی نہیں۔

پہلی بات تو گھمن صاحب نے عبارت ہی غلط نقل کی اس میں ''بھی'' کا لفظ موجود ہے۔ پھر اس میں بے ادبی کیا ہے؟ کیا گھمن صاحب ان دیگر انبیاء کے نام یا ان کی تفصیل بتا سکتے ہیں؟ نہیں تو پھر اعتراض کیوں؟

۱۶۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

''دوسرے یہ کہ حضور کے والدین جنتی ہیں، کیونکہ کوئی فرزند اپنے ماں باپ کے دوزخ رہنے پر راضی نہیں ہوتا، اور حضور کو رب تعالیٰ راضی فرما دے گا (روح البیان) لہٰذا رب ان کو دوزخ میں ہرگز نہ بھیجے گا، تا کہ محبوب کو ایذا نہ ہو۔''

(نور العرفان ص ۹۸۴)

کیونکہ یہ عبارت گھمن صاحب کے اکابرین کے عقیدہ کے خلاف تھی اس

لیے جناب کے پیٹ میں مروڑ اٹھا اور اعتراض جڑ دیا جبکہ یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس کا صاف مطلب یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایذا نہیں دینا چاہتا اس لیے آپ کے والدین کو مؤمن بنایا۔

جبکہ یہ یاد رہے دیوبندی حضرات کے نزدیک والدین مصطفی کا انتقال کفر پہ ہوا۔

(فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۱۶۳)

عظمت صحابہ کرام اور نورالعرفان

۱۔ قارئین ہمیں یہ عبارت مذکورہ صفحات پہ نہیں مل سکی اس لیے اس کے متعلق ہم کچھ عرض کرنے سے قاصر ہیں۔لیکن اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہاں کینہ کا مطلب وہ ہرگز نہیں جو گھمن صاحب نے تراشا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جو آپسی اختلاف کی وجہ سے رنجش تھی وہ دور ہوجائے گی ۔

۲۔ جو مرکز چھوڑ کر چلے گئے وہ طالب دنیا تھے

یہاں بھی ادھوری عبارت پیش کی۔مکمل عبارت یوں ہے:۔

''خیال رہے کہ یہاں دنیا سے مراد وہ دنیا نہیں جو دین کے مقابل ہو وہ مذموم ہے بلکہ اگر غنیمت حاصل کرنا غلط طریقے سے ہو تو وہ دنیا ہے اور قانونی طور پہ ہو تو دین ہے جہاد کا رکن ہے۔ (نورالعرفان ص ۱۰۹)

۳۔ اس جگہ بھی گھمن صاحب نے ہیرا پھیری سے کام لیا۔جبکہ مفتی صاحب کا مطلب یہی ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان

اجتہادی اختلاف تھا اسی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے مخالف تھے ان میں ذاتی رنجش کی بنا پہ مخالفت کا جھگڑا نہیں تھا اس لیے اعتراض لغو ہے۔

متفرق مسائل

۱۔ مسئلۂ بشریت

اس پہ ہم پہلے بھی عرض کر آئے ہیں کہ اعتراض بشر کہنے پہ ہے ماننے پہ نہیں ۔لہٰذا دونوں چیزیں اپنی جگہ درست ہیں۔

۲۔ تحذیرالناس پہ بے جا اعتراض

گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر قادیانی نبی ہوتا تو وہ دنیا میں کسی کا شاگرد ہوتا۔''

(نورالعرفان ص۱۱۶)

۔۔۔۔دیکھئے کہ لفظ اگر سے محال کام کو بول دیا جانا ناجائز وحرام ہے تو پھر مفتی صاحب پر کیا فتویٰ لگے گا؟مفتی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''ناممکن کو ممکن پر معلق کر سکتے ہیں۔''

(نورالعرفان ص۸۴۶)

تو یہ جملہ اگر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آجائے تو ختم نبوت میں فرق نہیں آئے گا، ناممکنات میں سے ہے۔ پھر حضرت نانوتوی پر طعن کیوں؟

(کنزالایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۳۳)

گھمن صاحب پہلی بات تو عرض ہے کہ نانوتوی کی عبارت میں بالفرض کا لفظ مہمل

ہے۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بالفرض کوئی نبی آئے تو فرق آتا ہے، یہ بات آپ کے گھر والوں کو بھی تسلیم ہے۔ جناب سرفراز صاحب لکھتے ہیں:۔

''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے۔'' (ختم نبوت، ص ۲۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کی بات غلط ہے۔

۳۔ مسئلہ علم غیب

مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔ رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا۔

جبکہ امیر دعوت اسلامی کے نزدیک جن کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

قارئین کیونکہ دیوبندی حضرات خود شیطان کے لیے علم غیب تسلیم کرتے ہیں اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب اپنے خصم پہ الزام قائم کرتے ہیں۔ لہٰذا کچھ اعتراض نہیں۔ اور تفصیلی جواب ضمیمہ میں شامل مضمون میں موجود ہے۔

۴۔ مسئلہ قوالی

قوالی لہو کے طور پر ہو تو حرام ہے جیسے آج کل کی عام قوالیاں۔

مفتی صاحب نے یہ مطلقاً قوالی کو حرام نہیں کہا بلکہ لہولعب والی قوالی کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ حرام ہے اور یہ بات مفتی صاحب کی درست ہے۔

۵۔ برأت تھانوی؟

''جب انسان بے خود ہو جائے تو اس پر شرعی احکام جاری

نہیں ہوتے۔'' (نور العرفان ص ۲۰۳)

جب اُصول بریلوی مفتی نے بتا دیا تو پھر حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر اعتراض بے جا ہے کیونکہ حضرت تھانوی کے مرید نے بے خود ہو کر خواب میں کلمہ پڑھا تھا۔'' (کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ ص ۲۳۴)

گھمن صاحب صرف خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں بھی اس نے تھانوی صاحب پہ درود پڑھا تھا اور جہاں تک بے خود ہونے کی بات ہے تو اس کی حیثیت ایک طفلانہ مغالطے سے زیادہ کی نہیں کیوں کہ وہ بے خود ہرگز نہ تھا ورنہ کلمہ درست کرنے کی کوشش کا کیا مطلب ہے؟ اس بھونڈی تاویل کا تفصیلی جواب ہم ''کلمہ تھانوی'' میں عرض کر چکے ہیں جو ہماری کتاب ''محاکمہ دیوبندیت'' میں موجود ہے۔

۶۔ ترجمہ تسمیہ اور نور العرفان

عرض ہے کہ مفتی صاحب نے گھمن کی پیش کردہ عبارت میں بسم اللہ کا ترجمہ نہیں بلکہ فائدہ بیان کیا ہے اس کو ترجمہ بنا کر پیش کرنا گھمن صاحب کے خائن ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

۷۔ عموم قدرت باری تعالیٰ

گھمن صاحب نے جو مفتی صاحب کی عبارت نقل کی اس کا تعلق خلف وعید سے ہے جو کرم ہے اور دیوبندی کذب کے قائل ہیں جو نقص ہے اور تمام نقائص اللہ کی ذات پہ محال ہیں اور محال اللہ کی قدرت کے تحت نہیں۔

۸۔ مسلمان ہونا کمال نہیں

مفتی صاحب نے لکھا کہ ''مسلمان ہونا کمال نہیں بلکہ مسلمان مرنا کمال ہے۔'' اور گھمن صاحب کو اس پہ بھی اعتراض ہے۔جناب گھمن صاحب مسلمان ہونے کے بعد کئی لوگ مرتد بھی ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سابقہ اعمال ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتے لیکن اگر ایمان پہ خاتمہ ہو تو ہی ان اعمال کی جزا ملنے کی امید ہوتی ہے اور یہی بات مفتی صاحب نے کی ہے۔

۹۔ شیطان کے فضائل

قارئین! گھمن صاحب کے اصول سے اگر یہ پیش کردہ عبارات شیطان کے فضائل کے زمرے میں آتی ہیں تو جناب خود بھی ابلیس کے مداح خوانوں کی صف میں شامل ہیں۔ جناب خود ابلیس کی ثناء خوانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> ''میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں ایسا بلا کا مناظر ہے جو خدا سے ٹکر لے چلا ہے ابلیس مناظرہ کس سے کر رہا ہے؟ خد اسے۔۔۔'' (مجالس متکلم اسلام ص ۱۱۶)

باقی جناب کی پیش کردہ عبارات کا جواب ضمیمہ میں شامل مضمون میں ہے۔

۱۰۔ کیا قادیانی مسلمان ہیں؟

قادیانی۔۔۔۔وغیرہ قومی مسلمان ہیں دینی مومن نہیں۔

قارئین! یہ اس وقت کی بات ہے جب قادیانیوں کو ملکی سطح پہ کافر نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مسلمان ہی سمجھا جاتا تھا اس لیے مفتی صاحب نے انہیں قومی

مسلمان کہا ہے اور اس کی وضاحت بھی مکمل عبارت میں موجود ہے جس کو نقل کرنے میں ایک بار پھر گھمن صاحب نے خیانت سے کام لیا۔مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

''یعنی جو زبانی کلمہ پڑھ کر قومی مسلمان بن گئے مگر دینی مومن نہ بنے۔''

یعنی خود انہوں نے وضاحت کردی کہ وہ دینی مومن نہیں۔عبد القادر رائے پوری صاحب فرماتے ہیں:۔

''ہم لاکھ بکتے رہیں کہ کافر ہے کافر ہے مگر قوم کے نزدیک تو قادیانی مسلمان ہیں۔'' (مجالس حضرت رائے پوری ص ۱۴۴)

کفایت اللہ لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں میں سے قادیانی۔۔۔۔موجود تھے

(کفایت المفتی 9/ 353)

۱۱۔ مسئلہ ترک بدعات

عرض ہے مفتی صاحب کی عبارت کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ اگر کسی مستحب عمل میں کوئی عوارض غیر مشروع شامل ہوجائے یعنی اس کا جز بن جائے اور اس کے بغیر وہ وقوع پذیر ہی نہ ہوتب اس کو بند کیا جائے گا وگرنہ ان عوارض کو دور کیا جائے گا جیسا کہ خود مفتی صاحب نے جاء الحق میں اس کی وضاحت کی ہے۔اور جو چیزیں گھمن صاحب نے پیش کی ہیں ان کا تعلق انتظامی

امور سے ہے نفس مسئلہ سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔

مفتی صاحب بریلویوں کی زد میں یا گھمن صاحب کی غلط فہمی

گھمن صاحب نے مفتی صاحب کی ایک عبارت نقل کر کے اس پہ انور مدنی کی تنقید نقل کی جو قطعاً معتبر نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی بات ہمارے لیے حجت ہے۔اور اس پوری کتاب میں گھمن صاحب نے غیر معتبر شخصیات کی کتب یا علمائے کرام کے تفردات پیش کیے ہیں، یا حوالوں میں کتر بیونت کر کے اپنا یہ کٹ پیس تیار کیا ہے جس کا الحمد للہ ہم جواب عرض کر چکے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے قبول منظور فرمائے اور عوام الناس کے لیے نافع بنائے۔